بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورالمصابیح

حصہ چہارم (4)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد اول)

كِتَابُ الْجَنَائِزِ تا بَابُ الْاِعْتِكَافِ

حدیث نمبر: 2300 تا 3035

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

......۱۲۹۲ھ...........۱۳۸۴ھ......

مترجم

قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نور المصابیح، جلد: چہارم (4)
ترجمہ "زجاجة المصابیح" (جلد:1)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ م 2017ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنَّ خَيۡرَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابُ اللّٰهِ،

وَخَيۡرَ الۡهَدۡىِ هَدۡىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح مسلم،حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح،حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو — ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

فہرست مضامین نورالمصابیح حصۂ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہوسکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مولف (رحمۃ اللہ علیہ) نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہوجائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی رحمہ اللہ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلاسند نہیں۔ زجاجۃ المصابیح میں مؤلف ممدوح نے حسبِ ذیل امور کا التزام رکھا ہے:۔

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب و عنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مؤلف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے، اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلا لحاظِ فصل یکجا کئے گئے ۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علاّمہ موصوف نے اس بحرِ ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتیٰ بہ حاصل کیا گیا، ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی، ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفعِ اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقیدِ رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے، مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ضروری التماس
یعنی
دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو، اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کر دیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہو رہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہو گیا ہے، البتہ جاندار ہے،

اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟۔

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آگیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیرالدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ اداء کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ''زجاجۃ المصابیح'' سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی عبدالسّتار خاں صاحب ایم۔ اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور

''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آ رہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ اداء کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوسین اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا، میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ دوم آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھدیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین

نوٹ:۔ بحمد اللہ نورالمصابیح حصہ سوم، چہارم طبع ہو چکا ہے، دوم آپ کے سامنے ہے۔

(5) کِتَابُ الْجَنَائِزِ

اس کتاب میں جنائز یعنی مردوں کے احوال اوران کے احکام کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ''اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ . وَقِیْلَ مَنْ ، رَاقٍ . وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ. وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ. اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ قیامہ، پ:29، ع:1، آیت نمبر:26 تا30، میں) (سنو صاحبو!) جب جان بدن سے کھینچ کر گلے کی ہنسلی کی ہڈی تک آ پہونچے گی اور مرنے والے کے تیمار دار چلا اٹھیں گے کہ ارے کوئی ہے جو اس پر منتر پڑھ کر اس کو (موت سے) بچالے (ہائے افسوس کہ کوئی اس کو اس وقت بچانے والا نہ ہوگا) اور اس بیمار کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب یہ دنیا سے مفارقت کا وقت ہے (اور جان کنی کی تکلیف سے) ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پاؤں کی پنڈلی سے لپٹ جائے گی، اے شخص جب یہ حالتیں تجھے پیش آئیں گی اس دن تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا (دیکھ لے تو کس طرح خدا کے سامنے جانا چاہتا ہے؟ تابعدار غلام بن کر مالک کے سامنے خوش خوش جاتا ہے یا نافرمان بھاگا ہوا غلام ہو کر گرفتار کیا ہوا نادم اور شرمندہ، مالک کے سامنے جانا چاہتا ہے خوب سونچ کر ابھی سے اس کا فیصلہ کرلے)۔

(1/73)بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَ ثَوَابِ الْمَرَضِ

(اس باب میں بیمار پرسی کرنے کا بیان ہے اور بیمار کو بیماری کا جو ثواب ملتا ہے، اس کا بھی ذکر ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ''وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ''. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ یٰسین، پ:22، ع:1،آیت نمبر:12، میں) بیشک لوگ جو (عمل زادِ آخرت بنا کر) اپنے آگے آگے بھیجتے ہیں اور (جو) آثار (ان کے مرنے کے بعد دنیا میں باقی رہ جاتے ہیں) ہم ان سب کو لکھ رہے ہیں (مَا قَدَّمُوْا سے مراد وہ کام جو اپنے ہاتھ کیا اور اٰثَارَهُمْ سے مراد وہ اثر جو اس کام کے سبب پیدا ہوا اور بعد مرگ بھی باقی رہا مثلاً کسی نے کوئی نیک کام کیا اور وہ دوسروں کی بھی ہدایت کا سبب ہوگیا اور کسی نے کوئی برا کام کیا اور وہ سبب ہوگیا دوسروں کی بھی گمراہی اور ضلالت کا، غرض یہ سب لکھے جارہے ہیں اور آخرت میں ان سب پر جزاء اور سزاء مرتب ہوجائے گی منجملہ ان کے عیادت مریض بھی ہے، صاحبو! گو تم سمجھتے ہوں گے کہ عیادت مریض سے کیا ثواب ملے گا، نہیں! نہیں! عیادت مریض کا ثواب بھی لکھا جارہا ہے جو تم کو آخرت میں ملے گا۔)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى:'' اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:32،آیت نمبر:243 ،میں) (اے انسان!) کیا تو نے ان لوگوں کا قصہ نہیں سنا، جو موت کے ڈر سے (موت سے بچنے کے لئے) اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ ہزاروں تھے (اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب نازل ہوا) اور ان کے مرنے کا حکم دے دیا اور وہ سب کے سب مر گئے، اس آیت شریفہ میں ''حَذَرَ الْمَوْتِ '' کے الفاظ قابل غور ہیں، وہ لوگ موت سے بچنے کے لئے طاعون زدہ مقام سے نکلے تھے اس لئے ان پر غضب نازل ہوا اگر وہ یہ اعتقاد کر کے نکلتے کہ موت ہر جگہ آئے گی، طاعون زدہ مقام میں رہنے کی صورت میں بھی آسکتی ہے اور وہاں سے نکل جانے کے بعد بھی آسکتی ہے، موت کے خوف سے نہیں نکلتے بلکہ تبدیلی مقام کی غرض سے نکلتے تو ان پر غضب الٰہی نازل نہ ہوتا، جیسا کہ موت سے بچنے کی غرض

سے نکلنے سے غضب الٰہی نازل ہوا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعتقاد کی خرابی سے طاعون زدہ مقام سے نکلنے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے لیکن اگر اعتقاد کی خرابی کے بغیر نکلیں تو عذاب نازل نہیں ہوتا، طاعون کے موقع پر تبدیلی مقام کی غرض سے نکلنا جائز ہونے کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے، جو آگے آ رہا ہے۔)

وَقَوْلُهٗ: ''قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّاتُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ احزاب، پ:21، ع:2، آیت نمبر:16، میں) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم موت سے یا قتل (کے خوف) سے بھاگ کھڑے ہوئے تو تم کو یہ بھاگنا نفع نہیں پہنچا سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو تو اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے (اے انسان! تیرا کیا خیال ہے، تو سمجھ رہا ہے کہ میں طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر موت سے بچ جاؤں گا یا طاعون کا زخم نہ کھا کر اور طاعون سے قتل نہ ہو کر محفوظ رہوں گا یہ تیرا غلط خیال ہے بھاگ کر چند روز بچ بھی گیا تو کیا آخر تو تجھے موت کا شکار ہونا ہی ہے یا کہیں جہاد ہو رہا ہے زخم کھا کر قتل ہونا ہی پڑے گا پھر یہ موت کے نہ آنے کے خیال سے طاعون زدہ مقام سے جا رہا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہاں اگر تبدیلی مقام کرنا چاہتا ہے تو وہ اور بات ہے تجھ کو اس سے نہیں روکا جا رہا ہے۔)

بیمار کی عیادت کا حکم

1/2300 ۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ (یوں تو بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے اور اس میں بڑا اجر وثواب ہے مگر جو شخص ایسا بھوکا ہو کہ بھوک سے اس کی حالت تباہ ہو رہی ہو تو اس کو کھانا کھلانا فرض ہے) اور بیمار کی بیمار پرسی کیا کرو (اس سے بیمار کو تسلّی ہوتی ہے) اور اگر کوئی شخص (روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے قید ہو گیا ہو تو) تم روپیہ اداء کر کے اس کو قید سے چھڑاؤ (مثلاً قرض کی ادائی نہ ہونے کی وجہ سے قید کر دیا گیا ہو تو تم اس کے قرضہ کی رقم اداء کر کے اس کو قید سے چھڑاؤ یا مثلاً غلام باندی ہے کہ مالک نے ان پر کچھ رقم معین کر دی ہے کہ تم رقم لا دو تو تم کو غلامی سے رہا کر دیا جائے گا تو تم وہ رقم دے کر اس کو آزاد کرا دو۔)

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حق ہیں

پہلی حدیث

2/2301 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (1) ایک حق تو یہ ہے کہ اگر) کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا (وہاں جو مسلمان ہیں ان پر فرض ہے) اگر کوئی ایک ان میں سے سلام کا جواب دیدے تو سب کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے اس لئے یہ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے ایسا ہی آنے والے مسلمان پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کا حق ہے کہ یہ آنے والا ان پر سلام کرے (اور آنے والے کا یہ سلام کرنا سنت ہے، مرقات میں مذکور ہے کہ یہ ایسی سنت ہے جو جواب دینے کے فرض سے افضل ہے اور ثواب میں زیادہ ہے اس لئے کہ سلام کرنے سے تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اور تکبر کی نفی ہوتی ہے) (2) (مسلمان کا مسلمان پر دوسرا حق یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کی جائے اور (3) مسلمان کا مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا، کندھا دینا اور نماز کے بعد بھی ساتھ جانا اور دفن تک ٹھیرنا (یہ سب ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق ہیں اور یہ سب فرض کفایہ ہیں، چند لوگوں کے اداء کرنے سے سب کی طرف سے فرض کی ادائی ہوجاتی ہے کوئی گنہگار نہیں ہوتا اگر کوئی مسلمان بھی ان کو اداء نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے) (4) مسلمان کا مسلمان پر چوتھا حق یہ ہے کہ اگر وہ دعوت دے (اور وہ دعوت کیسے ہی معمولی کھانے کی کیوں نہ ہو) تو اس کی دعوت کو قبول کرے (اگر وہ دعوت ولیمہ کی دعوت ہے تو اس کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، ولیمہ کے سواء دوسری دعوتوں کا قبول کرنا سنت مستحبہ ہے، اگر کسی عذر سے کوئی دعوت قبول نہیں کیا خواہ ولیمہ کی ہو یا کوئی اور دعوت ہو تو خیر اور بات ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت، اس میں شریک نہ ہوا تو وہ اس وعید کا مستحق ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث شریف میں ارشاد فرمائے ہیں ''وَمَنْ لَّمْ يُجِبُ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ '' جو دعوت قبول نہیں کیا اور (بلا عذر) دعوت میں نہیں گیا تو اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اس لئے کہ وہ دعوت میں جاتا تو مسلمان کا دل خوش کرتا، دعوت میں نہ جاکر دعوت دینے والے کا دل دکھایا اور اس کی ہتک کیا) (5) مسلمان کا مسلمان پر پانچواں حق یہ ہے کہ جب چھینکنے والا

چھینکے (اور آواز سے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" کہے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" کہنا سنت ہے اور دوسرے مسلمان پر (اس کے جواب میں) "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" یا "یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ " کہنا (واجب ہے اگر حاضرین میں سے ایک بھی جواب میں "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" یا "یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ " کہا تو سب کی طرف سے ادائی ہوجائے گی۔) (اگر چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" نہ کہے یا ایسا آہستہ کہے سنائی نہ دے تو حاضرین میں سے کوئی چھینکنے والے کا جواب "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" یا "یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ " سے نہ دیوے) (اگر چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" کہے تو سنت کی ادائی تو ہوجاتی ہے مگر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" کے ساتھ "رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ " پڑھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ " کہے تو وہ ہمیشہ کے لئے داڑھ اور کان کے درد سے محفوظ رہے گا جیسا کہ مرقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

3/2302۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (احادیث میں مسلمانوں کے حقوق کی جو مختلف تعداد مذکور ہوئی ہے وہ حصر کے لئے نہیں ہے، وحی سے جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا حضور اس تعداد کو ظاہر فرماتے گئے) صحابہ عرض کئے: حضور! وہ چھ حقوق کونسے ہیں؟ تو حضور ارشاد فرمائے: سنو! مسلمان کا مسلمان پر (1) ایک حق تو یہ ہے کہ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو اس کو سلام کرے (اگر خود وہ سلام کرے تو تم اس کا جواب دو) مسلمان پر مسلمان کا (2) دوسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، اور مسلمان کا (3) تیسرا حق یہ ہے کہ (یوں تو ہر وقت مسلمان کی خیر خواہی کرنا ضروری ہے مگر جب) وہ تم سے مشورہ کرے تو تم (پر واجب ہے کہ تم) اس کو خیر خواہانہ مشورہ دو اور مسلمان کا (4) چوتھا حق یہ ہے کہ جب اس کو چھینک آئے اور وہ (آواز سے) "اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ" کہے تو تم (پر واجب ہے کہ تم اس کو "یَرْحَمُکُ اللّٰہُ " کہہ کر جواب دیدو اور مسلمان کا (5) پانچواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو تم اس کی بیمار پرسی کرو (ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو) اور مسلمان کا (6) چھٹا حق یہ ہے کہ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاکر اس کی نماز جنازہ پڑھو اور دفن تک جنازہ کے ساتھ رہو۔ مسلم نے روایت بیان کی ہے۔

سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت

4-5/2303-2304۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سات کام کرنے کا حکم دیئے ہیں اور سات کام کرنے سے منع فرمائے ہیں، جن سات کاموں کے کرنے کا حکم دیئے ہیں، وہ یہ ہیں:

(1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو حکم دیئے ہیں کہ ہم بیمار کی بیمار پرسی کیا کریں (2) اور جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا کر نماز جنازہ اداء کریں (دفن کرنے میں بھی شریک رہیں تو نہایت مناسب ہے)(3) اور جب چھینکنے والا چھینکے (اور آواز سے "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهُ**" کہے) تو اس کا جواب "**يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ**" سے دیں (4) جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو (تو اس کو سلام کریں اور اگر وہ سلام کرے) تو اس کے سلام کا جواب دیں (5) اگر کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کریں (6) اگر کوئی مسلمان قسم کھائے تو اس کی قسم پوری کرنے کے لئے اس مسلمان کی مدد کریں (مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک آپ میرا مقصد پورا نہ کردیں اگر اس کا مقصد خلاف شریعت نہ ہو اور کوئی گناہ کا کام نہ ہو تو اس کا مقصد پورا کردے تاکہ اس کی قسم پوری ہوجائے، اگر اس کا مقصد پورا نہ کروگے تو وہ انتظار کرکے اٹھ جائے گا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کو کفارہ دینا پڑے گا، ورنہ وہ گنہگار رہو گا اس لئے یہ نوبت نہ آنے دو) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی حکم دیئے ہیں کہ اگر کسی پر ظلم ہورہا ہو (تو جس طرح تم سے ہوسکے) اس کی مدد کرو (اگر زبان سے مدد کی جائے تو اس سے ظلم دور ہوسکتا ہو تو زبان سے مدد کرو، اگر اس مظلوم کا ظلم ہاتھ سے مدد کرنے سے دور ہوسکتا ہو تو ہاتھ سے مدد کرو، بہرحال کسی طرح اس مظلوم کو ظلم سے بچاؤ)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سات کاموں کے کرنے سے منع فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں:

(1) (مرد کو چاہئے کہ) سونے کی انگوٹھی نہ پہنا کرے (اس لئے کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، ہاں عورتیں سونے کی انگوٹھی پہن سکتی ہیں، ان کو سونا پہننے کی اجازت ہے)(2) (مرد کو چاہئے کہ) وہ کسی قسم کا ریشمی کپڑا نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا یعنی کھڑا لانبا تار) اور بانا (یعنی آڑا تار) ریشم کا ہو (ایسا ہی وہ کپڑا بھی نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا سوت کا ہو اور بانا ریشم کا ہو، اس لئے کہ کپڑے کی تکمیل بانے سے ہوتی ہے ہاں اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت کا جیسے مشروع تو یہ مرد کو

بھی جائز ہے بخلاف اس کے عورتوں کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا پہننا اور استعمال کرنا جائز ہے، یوں تو مرد کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا حرام ہے خاص کر) (3) استبرق جو ریشم کا بنا ہوا دبیز کپڑا ہوتا ہے، ایسا ہی (4) دیباج بھی مرد کے لئے حرام ہے جو باریک ریشمی تاروں کا مہین کپڑا ہوتا ہے (جیسے ریشمی لباس پہننا مرد کو حرام ہے) ایسے ہی (5) زین پوش یعنی چار جامہ جو ریشم سے بنایا گیا ہو، اس پر بیٹھنا حرام ہے (خواہ کسی رنگ کا ہو اور حدیث شریف میں سرخ رنگ کا جو ذکر ہے وہ عام رواج کے اعتبار سے ہے، بخلاف اس کے چار جامہ ریشم کا نہ ہو بلکہ سوت کا ہو تو اس پر بیٹھنا جائز ہے، اگر چار جامہ سوت کا ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ عجمیوں کی عادت ہے کہ ریشمی چار جامہ اور سوت کے سرخ چار جامہ پر بیٹھتے ہیں جس سے رعونت اور تکبر ظاہر ہوتا تھا اس وجہ سے اس طرح کے چار جامہ سے بھی منع کیا گیا، (6) ایسے ہی مرد کو قسی کا کپڑا پہننا بھی حرام ہے جو معمولی اور ردی قسم کے ریشم سے بنایا جاتا ہے (عورتیں جس قدر چاہیں سونے اور چاندی کا زیور پہن سکتی ہیں، عورتوں کے لئے سونا اور چاندی پہننا جائز ہے مگر استعمال کا جو سامان ہے مثلاً برتن یا آئینہ یا سرمہ دانی اور سلائی یا پاندان وغیرہ ان کا استعمال کرنا جیسے مردوں کو حرام ہے ایسے ہی عورتوں کے لئے بھی حرام ہے) (7) سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا بھی حرام ہے (غرض مرد ہوں یا عورتیں چاندی سونے کے کسی سامان کو استعمال نہ کریں) جو دنیا میں چاندی یا سونے کے برتنوں میں کھائے گا (تو جب اور مسلمانوں کو آخرت میں چاندی اور سونے کے برتن ملیں گے) تو ایسے شخص کو جو دنیا میں چاندی سونے کے برتنوں میں کھایا پیا ہے وہ ان برتنوں سے محروم ہوگا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

غیر مسلم کی عیادت کا بیان

6/2305۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا (ایک دفعہ) وہ بیمار ہوگیا، اس (یہودی) لڑکے کی بیمار پرسی کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر تشریف لے گئے اس بیمار لڑکے کے سرہانے بیٹھے اور ارشاد فرمائے (اے لڑکے تو نے میری بہت خدمت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تُو مرنے کے بعد آرام سے رہے اس لئے) تُو مسلمان ہوجا! اس وقت لڑکے کا باپ اس کے پاس موجود تھا، لڑکا اپنے باپ کی طرف (مشورہ لینے کے لئے) دیکھنے لگا، باپ نے کہا (اچھا بیٹا) ابو

القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمارہے ہیں اس کو سن لو اور مسلمان ہو جاؤ، چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر سے یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے لڑکے کو دوزخ سے بچالیا۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث شریف سے کئی مسائل معلوم ہوئے، ایک مسئلہ تو یہ ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ کافر سے خدمت لینا جائز ہے ایسا ہی نابالغ بچہ سے بھی خدمت لینا جائز ہے، اس حدیث شریف سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا جیسا کہ مرقات اور بستان فقیہ ابواللیث میں مذکور ہے کہ ذِمّی کافر بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا جائز ہے اور خزانۃ الفتاوی میں مذکور ہے کہ یہودی، مجوسی اور فاسق کی بیمار پرسی کے لئے جانا جائز ہے، اور اس کے جواز پر فتوی ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے جو مرقات میں مذکور ہے کہ بیمار کے پاس بیمار پرسی کے لئے جانے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ بیمار کے سرہانے بیٹھ کر بیمار پرسی کرے، اس حدیث سے چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا جو عمدۃ القاری اور مرقات میں مذکور ہے کہ بچہ کا اسلام لانا صحیح ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری دیئے، اگر بچہ کا اسلام لانا صحیح نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اسلام لانے کے لئے نہ فرماتے، اور اس کے اسلام لانے کے بعد نجات کی خوشخبری نہ دیتے، بچہ کا اسلام لانا صحیح ہونے کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے ہوتی ہے کہ آپ بھی بچپن ہی میں اسلام قبول فرمائے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے جس کی تائید مذکورہ واقعات سے ہوتی ہے۔ 12

بیمار پرسی کے آداب

پہلی حدیث

7/2306۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس جب بیمار پرسی کے لئے جائیں تو بیمار پرسی کے آداب کے منجملہ یہ ہے کہ بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر جلد اٹھ جائیں دیر تک بیمار کے پاس نہ بیٹھیں اور بیمار کے پاس شور وغل نہ ہونے دیں (اس لئے کہ بیمار بیماری کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے اس کے پاس اس طرح کے حرکات کرنے سے اس کی تکلیف میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور بیمار کو بہت سی ضرورتیں درپیش ہوتی ہیں، زیادہ دیر تک بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار کو اپنی ضرورتیں روکے رکھنا پڑتا ہے اس سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے۔) (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تھی، ایسے وقت میں ایک معاملہ پیش آیا آہستہ آہستہ گفتگو ہوتی رہی اور جب گفتگو بہت

طویل ہوئی تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: آپ لوگ اس وقت میرے پاس سے چلے جائیں (آئیندہ احتیاط رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں اور نہ بیمار کے پاس طویل گفتگو کریں۔) اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/2307۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (مسلمانو! بیمار کے پاس جب بیمار پرسی کے لئے جاؤ تو تھوڑی دیر ٹھہر کر فوراً اٹھ جایا کرو، تھوڑی دیر کی مقدار تو اس طرح سمجھو کہ اونٹنی کا جب دودھ دوھتے ہیں تو بہت تھوڑی دیر وقفہ کر کے بقیہ دودھ دوھیا کرتے ہیں (دونوں دودھ دوھنے کے درمیان میں وقفہ چند لمحوں کا ہوتا ہے بس بیمار کے پاس بیمار پرسی کرنے کے لئے چند لمحے ٹھیرنا چاہیئے زیادہ دیر ٹھیر کر بیمار کو تکلیف نہ دو۔)

9/2308۔ اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے کہ بیمار پرسی کے لئے جب بیمار کے پاس جائیں تو افضل یہ ہے کہ کچھ بیٹھے نہ بیٹھے کہ فوراً اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بیمار جس چیز کی خواہش کرے اس کو کھلا دینا چاہیئے

10/2309۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیما پرسی کے لئے تشریف لے گئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے: تمہارا دل کیا کھانا چاہتا ہے؟ تو وہ صاحب عرض کئے: حضور! میرا دل گیہوں کی روٹی کھانا چاہتا ہے تو حضور فرمائے: اگر میرے پاس گیہوں کی روٹی ہوتی تو میں خود بھیجتا، صاحبو! تم میں سے بھی ہر ایک کے پاس گیہوں کی روٹی نہیں ہوگی اس لئے کہ ہماری زاہدانہ زندگی ہے) اگر کسی کے پاس گیہوں کی روٹی ہو تو وہ اس کو اپنے اس بیمار بھائی کے پاس بھیج دے (اس لئے کہ اگر کسی مریض کو یقیناً کوئی چیز مضر ہو تو یہ اور بات ہے خواہ مخواہ مریض کو سخت پرہیز نہیں کرانا چاہیئے بعض وقت مریض کو اس کی خواہش کے موافق کھلایا جائے تو یہ اس کی صحت کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور بعض وقت مریض قریب المرگ ہوتا ہے اس کو پرہیز کرانے سے کیا فائدہ، اس کو اس کی خواہش کے موافق کھلا دینا چاہیئے تا کہ موت سے پہلے اس کی خواہش پوری ہو جائے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب تمہارا کوئی بیمار کسی چیز کی خواہش کرے تو تم اس کو وہ چیز کھلا کر اس کی

خواہش پوری کردو۔(اس حدیث کا ترجمہ مرقات اوراشعۃ اللمعات کے موافق کیا گیا ہے۔)
اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

مریض کا کوئی حال پوچھے تو کس طرح جواب دینا چاہئے

11/2310۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے یہ وہی بیماری تھی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے،حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے باہر تشریف لائے،لوگ آپ کی بیماری کی وجہ سے بہت بے چین تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگ دریافت کئے: اے ابوالحسن! فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیال فرمائے کہ: اصلی کیفیت تو طبیب سے کہنا چاہئیے عوام کو کہنے سے کیا فائدہ اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ (لوگوں سے) فرمائے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمت شامل حال رہتی ہے، الحمدللہ حضور کا جو حال ہے وہ بہتر ہے (ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرما کر تعلیم دے رہے ہیں کہ مریض کی حالت جب دریافت کی جائے تو ایسے ہی بیان کرنا چاہئے، جیسے میں بیان کیا ہوں۔) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بیمار پرسی کو جانے والے کیلئے خوشخبری

پہلی حدیث

12/2311۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب ایک مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کو جاتا ہے تو اس کی بیماری سے واپس آنے تک (اپنے کو سمجھے کہ میں جنت میں ہوں اور) جنت میں میوہ خوری کرر ہا ہوں (اس سے مراد یہ ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا جنت کا مستحق ہوجاتا ہے، یہ ہے خدا کی دَین کہ ذرا سے نیک کام پر اتنا بڑا ثواب عطا فرماتے ہیں۔
اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

13/2312۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان مریض کی بیماری پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمان شام کے وقت کسی مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، اور بیمار پرسی کرنے والے کے لئے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

بیمار پرسی کرنے، کھانا کھلانے اور پانی پلانے کا ثواب

14/2313 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، بندہ عرض کرے گا: پروردگار! میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ رب العالمین ہیں (ایک لحظہ آپ عالم سے غافل نہیں ہوسکتے ہیں ،اگر آپ بیمار ہوجائیں تو عالم کی نگرانی نہیں ہوسکتی اس لئے نہ آپ بیمار ہوسکتے اور نہ میں آپ کی بیماری پرسی کرسکتا) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے ضرور اس کے پاس پاتا (اور میں تجھ پر رحمت کرتا اور تجھ سے راضی ہوجاتا) ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا: پروردگار! میں آپ کو کیسے کھانا کھلا سکتا تھا، حالانکہ آپ سارے عالم کے پرورش کرنے والے ہیں (سب کو آپ ہی کھلاتے ہیں اور آپ نہیں کھاتے ہیں) اللہ تعالی فرمائیں گے: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیا ہوتا تو ضرور اس کھانے کا ثواب میرے پاس پاتا، ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کیسے پانی پلاتا

حالانکہ آپ رب العالمین ہیں (کسی چیز کے آپ محتاج نہیں ہیں، سب آپ ہی کے محتاج ہیں) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا، سن! اگر تو اس کو پانی پلایا ہوتا تو اس پانی پلانے کا ثواب میرے پاس پاتا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بیمار پرسی کرنے والے کے لئے ایک اور خوشخبری

15/2314۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جو شخص (محض ثواب کے نیت سے) کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے آسمان کا ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے (اے بیمار پرسی کرنے والے) تو بڑا خوش تقدیر ہے (دنیا میں بھی بیمار پرسی کرنے کی وجہ سے تجھے بھلائی دی جائے گی اور آخرت کا کیا پوچھنا کہ بہتر سے بہتر بھلائی تیرے لئے رکھی گئی ہے اور بیمار پرسی کے لئے جو قدم تو اٹھایا ہے اس سے تو یہ نہ سمجھنا کہ تو نے دنیا کا رستہ طے کیا ہے بلکہ) مبارک ہو تجھ کو کہ تو نے جنت کے مراتب اور درجات طے کرتا چلا گیا ہے، تو نے بیمار پرسی کیا کی ہے کہ بیمار پرسی کے صلہ میں جنت میں تو نے اپنا گھر بنالیا ہے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

باوضوء عیادت کرنے کی فضیلت

16/2315۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جو شخص اچھی طرح سنن اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ وضوء کرے اور محض ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو وہ شخص (عیادت کی وجہ سے) دوزخ سے بہت دور ہوگا جس کی مسافت ساٹھ سال کی ہوگی۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں وضوء کر کے عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ عیادت عبادت ہے اور عبادت وضوء کے ساتھ ہو تو کامل اور افضل ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عیادت کو جائے گا تو وہاں مریض کے لئے دعاء کرے گا اور دعا باوضوء ہو تو جلد قبول ہوتی ہے اس لئے باوضوء عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی لئے باوضوء عیادت کرنا سنت ہے۔مرقات

بیمار پرسی کو جانے والا رحمت خداوندی میں غرق ہوتا ہے

17/2316 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب کوئی شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لئے چلتا ہے تو وہ بیمار کے پاس جا کر بیٹھنے تک رحمتِ الٰہی کی دریا میں تیرتا ہوا جاتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمتِ الٰہی کی دریا میں غرق ہو جاتا ہے۔

اس کی روایت امام مالک اور امام احمد نے کی ہے۔

بیمار پرسی کو جانے والا کیا دعاء کرے؟

پہلی حدیث

18/2317 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے وہ شخص جنگل اور کھیڑوں میں رہنے والا تھا (تہذیب اور گفتگو کے آداب سے بے خبر تھا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو ''لَا بَـــأْسَ طَهُــوْرٌ اِنْ شَـــاءَ اللّٰهُ'' (تم اس بیماری سے گھبراؤ نہیں، یہ بیماری مہلک نہیں ہے بلکہ) تمہارے گناہوں کو پاک کرنے والی ہے ''اِنْ شَاءَ اللّٰه'' ! فرمایا کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب معمول اس دیہاتی آدمی سے بھی یہی فرمائے تو (اس دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی کچھ قدر نہ کی، اپنے اکھڑ پن سے) کہنے لگا: حضور! (آپ تو فرماتے ہیں کہ یہ بیماری مہلک نہیں مگر) مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری اس بڑھے کو قبر میں پہونچا کر رہے گی، دیکھئے ایک بڑھے ناتوان کو کس قدر بخار ہے (دیگ کی طرح) تمام جسم کو ابال رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دیہاتی کو یہ کہتے ہوئے سن کر فرمائے (تم نے خدا کی نعمت کا کچھ شکر ادا نہ کیا) پھر تو اچھا ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

19/2318 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی بیمار کی بیمار پرسی کو جاؤ (اس سے ایسے الفاظ کہو جن سے اس کا دل خوش ہو جائے مثلاً یوں کہو) کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے (کوئی فکر کی بیماری نہیں ہے اللہ تعالیٰ تم کو صحت دے ایسے دل خوش کن الفاظ کہنے سے مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ تمہارے اس طرح کہنے سے تقدیر الٰہی تو نہیں بدل سکتی (جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا) لیکن اس سے بیمار کا دل خوش ہو جائے گا (اور بعض وقت اس سے اس کی بیماری میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے اور بیمار کو بیماری کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بخار کے مریض کے لئے خوش خبری

20/2319۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے (جو بخار میں مبتلا تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے (سنو! بخار کو تم سمجھے کہ یہ کیا ہے؟) میں تم کو خوش خبری دیتا ہوں سنو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بخار میری آگ ہے جس کو دنیا ہی میں اپنے بندۂ مومن پر مسلط کر دیتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کے بدلے میں آگ میں جھونکے جانے سے بچ جائے۔(دنیا ہی میں یہ بخار جو مثل آگ کے ہے دوزخ کی آگ کا بدل ہو جائے، اور آخرت میں یہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

بیمار کے لئے شفاء کی دعاء کرنے کا بیان

پہلی حدیث

21/2320۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو

حضور اپنا سیدھا ہاتھ بیمار پر پھیرتے، اور یہ دعاء پڑھتے: اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

اے لوگوں کے پروردگار (پرورش بھی آپ ہی کرتے ہیں، صحت بھی آپ ہی دیتے ہیں) آپ ہی (اس بیمار کی) بیماری کو دور کیجئے (اس بیمار کو) بیماری سے شفاء دیجئے، آپ ہی شافی ہیں، شفاء آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، آپ کے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں، اس مریض کو ایسی شفاء عطا فرمایئے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

22/2321۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی مریض کے پاس عیادت کو جائے تو اس کو اس مریض کے پاس یہ دعاء پڑھنی چاہئے: ''اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ يَنْکَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَکَ اِلٰى جَنَازَةٍ''.

الٰہی اس بیمار کو شفاء دیجئے (تا کہ یہ آپ کے دین کی مدد کرے) آپ کے دین کے مخالف (جو کفار) ہیں ان سے جہاد کرے (اور مسلمانوں کی ہمدردی کرے) ان کے جنازے کے ساتھ جائے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تیسری حدیث

23/2322۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی بیماری لاحق ہوجاتی تو کسی کو پھوڑا ہوتا یا کوئی زخم ہوجاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی (شہادت کی انگلی پر اپنا مبارک تھوک لیتے اور اس کو زمین پر رکھتے، جس سے تھوک میں مٹی مل جاتی تھی، یہ مٹی ملی ہوئی تھوک کی) انگلی کو (بیمار کی اس جگہ پر) رکھتے (جہاں کوئی درد ہو یا پھوڑا ہو یا زخم ہو، اور اس جگہ پر) ملتے ہوئے یہ دعا پڑھتے: ''بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا''.

اللہ تعالی کے نام (کی برکت) سے ہماری سرزمین کی یہ مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے

ذریعہ ہمارے بیمار پر یا اس بیمار کے زخم پر یا اس کے پھوڑے پر جو ملی جارہی ہے الٰہی اس بیمار کو) آپ کے حکم سے شفاء ہوجائے۔

(اب رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں تھوک کو مٹی سے ملا کر یہ جو علاج کیا گیا ہے وہ ایسے اسرار میں سے ہے جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے باہر ہے جیسے حضور عمل کئے ہیں، ایسے ہی عمل کرو، اوراللہ تعالیٰ سے شفاء کی امید رکھو جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

چوتھی حدیث

24/2323۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ بیمار ہوتے تو مُعَوَّذَات، یعنی سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ''، سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' (اور ان دونوں کے پہلے) ''قُلْ یٰٓاَ یُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' (ان چاروں سورتوں کو) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور دونوں ہاتھوں کو جہاں تک پہونچ سکے اپنے جسم پر مل لیتے تھے (حدیث شریف میں 'معوذات' جو جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ''قُلْ یٰٓاَ یُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' کو بھی معوذات میں شریک کر کے معوذات جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اگر چہ کہ سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص میں تعوذ کا ذکر نہیں ہے، مگر سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں تعوذ کا ذکر ہونے سے ان دونوں سورتوں کو تغلیباً یعنے غالب کر کے سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کو ضمنی طور پر معوذات میں شریک کیا گیا ہے، جیسا کہ عسقلانی سے مرقات میں مذکور ہے۔) حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے (تو حضور کو معلوم ہوگیا کہ آپ اس بیماری میں دنیا سے تشریف لے جائیں گے، اس لئے آپ خود معوذات حسب عادت نہ پڑھے اور نہ اپنے پر پھونک لئے مجھے حضور کی صحت کی بیحد فکر تھی اس لئے) میں انھیں معوذات کو خود پڑھتی تھی اور حضور کے ہاتھوں پر پھونک کر حضور کے ہاتھوں کو ہی حضور کے جسم پر ملا کرتی تھی (تا کہ حضور کے ہاتھوں کی برکت سے اوران معوذات کے پڑھنے سے حضور کو جلد صحت ہوجائے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

25/2324 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے ،ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جب گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوجاتا تو حضور معوذات پڑھ کر بیمار پر دم کردیا کرتے تھے۔

(مسلم کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ معوذات کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرکے مریض کے جسم پر ملے بغیر صرف مریض کے جسم پر پھونک دینا بھی کافی ہے۔)

پانچویں حدیث

26/2325۔عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: حضور میرے جسم کے فلاں حصہ میں درد رہتا ہے (حضرت عثمان بن ابی العاص جسم کے جس حصہ میں درد تھا اس کی صراحت نہیں کئے اس لئے کہ صراحت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا) ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ: تمہارے جسم کے جس حصہ میں درد ہورہا ہے اس حصہ پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہو، اور سات دفعہ ''**اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ**'' بھی کہو (اس دعاء کا ترجمہ یہ ہے کہ الٰہی ہر چیز پر آپ غالب ہیں کوئی چیز آپ کی قدرت سے باہر نہیں ہے مجھے یہ درد بہت ستا رہا ہے اس لئے میں آپ کی عزت اور قدرت کی پناہ میں آکر دعاء کرتا ہوں کہ جس درد کو میں پا رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ یہ درد اور زیادہ نہ ہوجائے اس درد کے شر سے مجھے بچایئے اور یہ درد مجھ سے دور کردیجئے۔) حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل کی ،کیا کہوں! حضور کے یہ سکھلائے الفاظ میں کیا اثر تھا جیسے ہی میں یہ الفاظ اداء کیا، اللہ تعالیٰ میرے سارے درد کو دور کردیا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

27/2326 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے (اور آپ کو کچھ بیمار پائے) تو فرمائے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کا مزاج کیسا ہے؟ کیا آپ بیمار ہیں؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: ہاں (میں بیمار ہوں) تو جبرئیل علیہ السلام (بیماری دور ہونے کے لئے) یہ دعاء

پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ.

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایذاء دینے والی چیز سے محفوظ رکھے، ہر شخص کے شر سے اور حاسد کی نظر بد سے آپ کو بچائے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائے، الٰہی میں آپ کے نام سے پھر دعاء کرتا ہوں کہ حضور ہر مرض سے محفوظ رہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

28/2327۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین جب بچے تھے تو ان کی حفاظت کے لئے ذیل کے الفاظ فرما کر (ان دونوں صاحبزادوں) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے وہ الفاظ یہ تھے:

اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَآمَّةٍ ، وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَآمَّةٍ.

(حسن اور حسین) تم دونوں کو میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ (یعنے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی اور آسمانی کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئیں ہیں اور جو ہر قسم کے نقصان سے پاک ہیں ان) کی حفاظت میں دیتا ہوں ہر (سرکش ضرررساں جنات اور انسان اور) شیطان (کے شر) سے اور ہر موذی (زہریلے) جانور (کے شر سے بھی اور ہر نظر بد (کے) شر سے بھی (جو طرح طرح کے نقصان پہونچاتی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے (بیٹا! حسن و حسین جیسے میں تم دونوں کی حفاظت کے لئے مذکور الصدر دعاء پڑھا کرتا ہوں) تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسمعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام (کی تمام آفات سے حفاظت) کے لئے یہی دعاء پڑھا کرتے تھے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

آٹھویں حدیث

29/2328۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے جا کر اس کے

پاس بیٹھ کر ذیل کی دعاء سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس بیمار کو ضرور اس بیماری سے شفاء عطاء فرمائیں گے ہاں اگر اس شخص کی موت ہی آ گئی ہو تو وہ اور بات ہے۔ (موت کا وقت ٹل نہیں سکتا) وہ مذکورہ دعاء یہ ہے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ .

(بیمار کی طرف متوجہ ہو کر کہے) بڑی عظمت والے خدا سے جو عرش عظیم کا رب ہے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تم کو (تمہارے اس مرض سے جلد) شفاء دے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

نویں حدیث

30/2329۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار اور تمام دردوں کے لئے مریض کو اور مریض کی عیادت کرنے والوں کو ذیل کی دعاء سکھایا کرتے تھے کہ مریض بھی اور عیادت کرنے والے بھی اس دعاء کو پڑھا کریں (وہ دعا یہ ہے):

"بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ"

(اگر کوئی بیمار یہ دعاء پڑھے تو یہ نیت کرے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے عظمت والے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں (اور اگر کوئی عیادت کرنے والا اس دعا کو پڑھنا چاہے تو وہ اس دعاء کو اس نیت سے پڑھے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے اس بیمار کو عظمت والے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر رگ کے شر سے جس میں خون جوش مار رہا ہو (جو سبب بنتا ہے بخار کا اور سارے دردوں کا اور بخار کی حرارت جو کہ نمونہ ہے) دوزخ کی آگ کا (اس سے اللہ تعالیٰ مریض کو بچائے۔) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دسویں حدیث

31/2330۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص خود بیمار ہو یا اس کا کوئی دوست بیمار ہو گیا ہو تو ذیل کی دعاء خود بیمار پڑھے یا بیمار پرسی کے لئے جانے والا بیمار کے پاس بیٹھ کر پڑھے (اور وہ دعا یہ ہے):

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِىْ فِى السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ. اَمْرُكَ فِى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِى السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِى الْاَرْضِ. اِغْفِرْلَنَا حَوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ

رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ. اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِکَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِکَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ

(ہمارا پروردگار وہ ہے کہ جس کی بلا شرکت غیر آسمانوں میں عبادت کی جاتی ہے، ایسا ہی زمین میں بھی اس کی عبادت ہوتی ہے مگر معبودان باطل بھی زمین پر عبادت میں شریک کر لئے جاتے ہیں اس طرح آسمانوں میں نہیں ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ) ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں میں ہے (آپ کی ذات کی طرح) آپ کا نام بھی (اس طرح پاک ہے کہ جو آپ کا نام لیتا ہے اس کا دل بھی پاک ہوجاتا ہے) آپ کی حکومت جیسے آسمانوں میں ہے، ویسے زمین پر بھی ہے (مگر آسمان والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے آپ کی رحمت خاص ان ہی پر ہے، اگرچہ زمین والے گناہوں کی وجہ سے آپ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں مگر محض اپنے فضل وکرم سے) آپ زمین والوں پر بھی اپنی رحمت نازل کیجئے، ہمارے کبیرہ گناہوں کو اور ہماری خطاؤں کو معاف کردیجئے (تاکہ ہم آپ کی رحمت کے مستحق ہوجائیں اور گناہ معاف ہونے کی وجہ سے ہمارا شمار بھی پاک لوگوں میں ہوجائے) آپ پاکوں کے پروردگار ہیں اگر ہم پر آپ کا فضل وکرم ہوجائے تو ہم بھی پاک ہوجاتے ہیں، جیسے آپ کی رحمت پاکوں پر ہے، ایسا ہی ہم پر بھی آپ کی رحمتوں میں سے رحمت نازل ہو اور (گناہوں کی شامت سے ہم بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں جب آپ ہمارے گناہ معاف کردئے ہیں تو آپ جو شفاء نازل فرماتے ہیں اس میں سے ہمارے مریض کی) اس تکلیف (اور مرض) پر بھی شفاء نازل فرمایئے۔ (تاکہ ہمارا مریض صحتیاب ہوجائے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ) اس طرح (دعاء کرنے) سے بیمار کو شفاء ہوجائے گی۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

معمولی بیماریوں میں بھی عیادت کرنا جائز ہے

32/2331۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) مجھے آشوب چشم ہوگیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آشوب چشم کی وجہ سے میری عیادت فرمائے۔ (اگرچہ کہ اور بیماریوں میں عیادت سنت مؤکدہ ہے۔ جیسا کہ مرقات میں شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے مذکور ہے مگر آشوب چشم میں جو عیادت کی گئی تھی وہ سنت مؤکدہ نہیں ہے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

(آشوب چشم کی وجہ سے حضور جو عیادت فرمائے ہیں وہ مثل اور عیادتوں کے سنت مؤکدہ نہیں

تھی اس لئے)۔

33/2332۔ بیہقی اور طبرانی کی ایک روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں جن کے لئے عیادت کرنا (سنت مؤکدہ) نہیں ہے (اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان تین بیماریوں میں عیادت کرنا ممنوع ہے بلکہ ان تین بیماریوں میں کوئی عیادت کرے تو جائز ہے، ہاں سنت مؤکدہ نہیں ہے، اسی وجہ سے آشوب چشم کے مرض کی حضور عیادت فرمائے ہیں وہ تین بیماریاں جن میں عیادت کرنا سنت مؤکدہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور ممنوع نہیں ہے وہ یہ ہیں: آنکھ میں درد ہو یا آشوب چشم ہو یا داڑھ کا درد ہو۔ اسی لئے مرقات میں ازھار سے نقل کیا ہے کہ وہ تمام بیماریاں جن میں کوئی خوف کی بات نہ ہو، جیسے سر کا درد یا دنبل وغیرہ ان کی بھی عیادت ممنوع نہیں ہے۔ سنت مؤکدہ بھی نہیں ہے بلکہ جائز ہے چاہیں تو کر سکتے ہیں، ان امراض میں بھی عیادت کرنے سے عیادت کا ثواب ملے گا۔)

کبھی مصیبتیں گناہوں کے کفّارہ کے لئے بھی آتی ہیں

پہلی حدیث

34/2333۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: (مصیبتیں ہمیشہ گناہوں کی وجہ سے ہی نہیں آیا کرتی ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس پر مصیبتیں اتارتے ہیں (کبھی مال کا نقصان ہوتا ہے کبھی اولاد کی وجہ سے پریشانی آتی ہے اور کبھی خود اس پر آفتیں آتی ہیں، اس کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور اس کے درجے بلند کرتے ہیں، اے مصیبت زدہ جب تجھ پر مصیبتیں آئیں تو گھبرانا نہیں، بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ راضی اور خوش رہنا، پھر دیکھ کیسے تجھ پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے تجھے گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور آخرت میں بڑے درجے دیتے ہیں۔)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

35/2334۔ انس رضی اللہ عنہ سے (یہ حدیث قدسی اسی طرح) مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے

پاک ہے اور بڑی شان والا ہے وہ قسم کھا کر اس طرح ارشاد فرماتا ہے (اس سے آئندہ مضمون کی اہمیت کا اندازہ کرو) وہ ارشاد یوں ہورہا ہے، میرے عزت وجلال کی قسم جب میں کسی بندہ کو کہ جس سے میں راضی ہوتا ہوں اور اس کی مغفرت کرنا چاہتا ہوں تو میں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں لے جاتا جب تک کہ اس کے جسم میں بیماری دے کر اور اس پر اس کی روزی تنگ کرکے اس کو اس کے گناہوں سے پاک وصاف نہ کروں (اے وہ شخص جو بیماریوں میں مبتلا ہے یا روزی کی وجہ سے پریشان ہے، یہ ارشاد سن کر بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا ان سب مصیبتوں کو اللہ کی مہربانی کا سبب سمجھنا، دنیا چند روزہ ہے ختم ہوجائے گی، ان مصیبتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش رہے گا۔ اس حدیث کی روایت ''رزین'' نے کی ہے۔

تیسری حدیث

36/2335 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: (مسلمانو! تم سمجھتے ہوں گے کہ تم کو جو مصیبت اور تکلیف پہونچتی ہے اس کا کچھ صلہ نہیں ہے! نہیں! نہیں! تم نے جو خدا کا دین قبول کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری بڑی قدر ہے سنو!) جس مسلمان کو کسی زخم سے یا پھوڑے پھنسی کی وجہ سے تکلیف ہو یا اس کو کوئی دائمی مرض ہوگیا ہو جس سے اس کو تکلیف ہوتی رہتی ہے اور طرح طرح کے افکار سے گھل رہا ہو، یا مرغوب چیز کے نہ ملنے سے رنج ہو، یا کسی سے کوئی ایذا پہونچ رہی ہو یا کسی وجہ سے غمگین ہو (یا چھوٹی سی چھوٹی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً) کانٹا چبھ گیا ہو، اور کھٹک رہا ہو تو (اے مسلمان یہ نہ سمجھنا کہ تیری ساری تکالیف رائیگاں جارہی ہیں نہیں! نہیں! تیری ہر تکلیف کے بدلہ میں) اللہ تعالیٰ تیرے گناہ مٹا رہے ہیں (تجھ کو گناہوں سے پاک وصاف کرکے دنیا سے لے جانا چاہتے ہیں خوب سمجھ لے کہ محبوب کی مار میں بھی لذت ملتی ہے یہ سب تکالیف خدا کی طرف سے ہورہی ہیں سمجھ کر تجھے ان تکالیف میں لذت لینا چاہئے اگر لذت نہ لے سکے تو یہ تو سمجھنا چاہئے کہ ان سب تکلیفوں کا مجھے صلہ مل رہا ہے اور گناہ معاف ہورہے ہیں (تو تجھے صبر کرنا چاہئے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

چوتھی حدیث

37/2336 ۔ عامر الرام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماریوں کا ذکر فرما رہے تھے (اثنائے ذکر میں بیماریوں کی فضیلت اس طرح بیان فرمائے) کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہوجاتا ہے اور بیماریوں کی سختی جھیلنے کے بعد اس کو شفاء ہوجاتی ہے تو اس بیماری سے اس کے گزشتہ گناہ مٹادئے جاتے ہیں اور اس کو نصیحت ہوتی ہے، آئندہ کے لئے (کہ گناہوں کی شامت سے بیماریاں آئی تھیں اللہ کا شکر ہے کہ بیماری سے شفاء ہوگئی اور گناہ مٹادئے گئے، آئندہ مجھے گناہ نہ کرنا چاہئے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اس لئے وہ اس طرح کی نصیحت لیتا ہے) بخلاف منافق کے (کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں) جب وہ بیمار ہوکر اچھا ہوجاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے کہ جس کو اس کے مالک نے باندھ کر پھر چھوڑ دیا ہو، وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس لئے باندھا تھا اور کس لئے اس کو چھوڑ دیا) (ایسے ہی منافق کو خبر ہی نہیں کہ کیوں بیمار کیا گیا اور کیوں شفاء دی گئی، نہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہوتا اور نہ آئندہ کے لئے اس کو نصیحت ہوتی ہے سامعین میں سے) ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ بیماری کی فضیلت تو بیان فرمارہے ہیں مگر) مجھے خبر نہیں کہ بیماری کیا چیز ہے، خدا کی قسم میں کبھی بیمار نہیں ہوا (حضور کو کشفِ نبوت سے معلوم ہوا کہ وہ منافق ہے اس لئے) ارشاد فرمائے: تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو (بیماری کی میں نے جو فضیلت بیان کی تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو، مسلمان کی یہ شان نہیں ہوتی۔) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

38/2337۔ یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب (جو کسی بیماری سے بیمار نہیں تھے) اچانک ان کا انتقال ہوگیا تو (ان کے انتقال کی کیفیت سن کر) ایک صاحب کہنے لگے: واہ واہ کیا اچھی موت ہے، بیماری سے کسی قسم کی تکلیف اٹھائے بغیر ان کی موت ہوگئی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: بڑے افسوس کی بات ہے، (بغیر بیماری کے مرنے کی تم تعریف کررہے ہو) تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو کسی بیماری میں مبتلا کرتے تو بیماری کی وجہ سے ان کے گناہ مٹا دئے جاتے۔ (یہ گناہوں سے پاک ہوکر مرتے، اس نعمت سے یہ محروم رہے، بغیر بیماری کے مرنے میں تعریف کی کیا بات ہے۔)۔

اس حدیث کی روایت مرسلاً امام مالک نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

39/2338۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب کسی بندہ کے گناہ کثرت سے ہوجاتے ہیں اور اس کا کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوتا کہ جو اس کے گناہوں کو مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے حالات پیدا کردیتے ہیں کہ جس سے وہ (پریشانی اور رنج اور فکروغم) میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ (پریشانی اور رنج اور فکروغم) اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (اے مسلمان! سنا اللہ تعالیٰ کس طرح تجھ پر مہربان ہیں، تیرے گناہوں کو مٹا دینے کے لئے کس طرح سامان مہیا کرتے ہیں اے ناشکرے انسان! تجھے اس کی قدر نہیں، جب تجھ پر پریشانی اور رنج اور فکروغم آجاتے ہیں تو تُو اس کی قدر نہیں کرتا، بلکہ زبان سے یا دل سے، خدائے تعالیٰ کی شکایت کرتا ہے، تجھے خدائے تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے کہ تیرے گناہوں کے مٹانے کے لئے اسباب مہیا کردئے ہیں۔) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

40/2339۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بخار چڑھا ہوا ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو جب بخار آتا ہے تو بہت سخت بخار آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: ہاں مجھے بخار اتنا ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا اس کی وجہ یہ ہے آپ کو دو شخصوں کے برابر بخار دے کر دوگنا اجروثواب دیا جاتا ہے؟ تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: ہاں ایسا ہی ہے، پھر حضور نے ارشاد فرمایا (سنو! ابن مسعود! اللہ تعالیٰ کی مہربانی کیا کہوں مجھے تو دوہرا اجروثواب دیتے ہیں مگر) مسلمان کو (اجروثواب دینے کے سوا) جب کسی بیماری کی وجہ سے یا کوئی اور وجہ سے ایذاء اور تکلیف پہونچتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ایسا جھڑاتے ہیں جیسے خزاں میں (تیزی سے) جھاڑ کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔(پتے جھڑنے کے بعد جھاڑ جیسے ہوجاتا ہے) ایسا ہی مسلمان گناہوں کے جھڑنے سے پاک و صاف ہوجاتا ہے۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بیمار کی دعاء قبول ہوتی ہے

41/2340۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ: جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو بیمار سے کہو کہ: وہ تمہارے لئے دعاء کرے کیونکہ (بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے فرشتوں کی طرح پاک ہوجاتا ہے اوراسی لئے) فرشتوں کی دعاء کی طرح بیمار کی دعاء بھی قبول ہوتی ہے۔(ایسی حالت میں تم جب بیمار سے دعاء کرواؤ گے تو بیمار کی دعاء تمہارے لئے مقبول ہوگی۔)

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بیماری میں مبتلا کا ثواب

پہلی حدیث

42/2341۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ: جب (کسی بندے کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو پسند آجاتے ہیں اور وہ اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ (آخرت میں) اس بندے کے ساتھ بھلائی کی جائے (اورآخرت میں اس کو راحت وآرام سے رکھا جائے) تو (اس کے جو گناہ ہیں ان کی) سزا جلدی کرکے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں دے دیتے ہیں (دنیا میں طرح طرح کی پریشانیاں اور بیماریاں اور رنج دے کر اس کے گناہوں کو مٹا دیکر اس کو پاک وصاف کرکے آخرت میں راحت و آرام سے رکھتے ہیں) اور جب کسی بندے (کے برے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ (آخرت میں اس کو اس کے گناہوں کی پوری) پوری سزا دی جائے تو دنیا میں اس کے گناہوں کی سزانہیں دیتے (بلکہ راحت وآرام سے دنیا میں رکھتے ہیں تاکہ) آخرت میں وہ اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پائے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

43/2342۔عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے فرمائے: کیا عطاء میں تم کو ایک جنتی عورت دکھاؤں (کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟) میں نے عرض کیا: ضرور دکھایئے تو حضرت ابن عباس فرمائے: دیکھو یہ کالی

حبشن عورت (جنتی) ہے (ایک دفعہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! میں مرگی کی بیماری میں مبتلا ہوں جب مجھے مرگی کا دورہ ہوتا ہے تو میں (بے ہوش ہوکر گر پڑتی ہوں اور) برہنہ ہوجاتی ہوں (اور اس سے بہت پریشان ہوتی ہوں، کیا کروں اس مرض سے کیسے نجات ملے گی صرف آپ کی دعاء کا بھروسہ ہے، اس لئے عرض کرتی ہوں کہ) آپ میرے لئے دعاء فرمائیں (کہ اس مرض مرگی سے مجھے شفاء ہوجائے تاکہ میں برہنگی سے بچ جاؤں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سنو! (دنیا چندروزہ ہے) اگر تم اس مرض مرگی پر صبر کروگی تو اس کے بدلہ میں تم کو جنت ملے گی اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کروں کہ اس مرض مرگی سے تمہیں اللہ تعالیٰ شفاء دیں تو دعاء کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ شافی ہیں وہ تم کو شفا دیدیں گے) اس عورت نے عرض کیا: حضور (میں اس بیماری پر صبر کرکے جنت ہی لینا چاہتی ہوں صرف اتنا عرض کرتی ہوں کہ) آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ (میں جو اس مرض کی وجہ سے برہنہ ہوجاتی ہوں یہ نوبت نہ آئے اور) میں برہنہ نہ ہوجاؤں تو حضور اس کے لئے (برہنہ نہ ہونے کی) دعاء فرمائے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

انسان کی زندگی کا خلاصہ

پہلی حدیث

44/2343۔عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دن) ارشاد فرمائے کہ: انسان (کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے کہنے کو تو اشرف المخلوقات ہے مگر) کثرت سے مہلک بلاؤں میں گھرا ہوا ہے جن میں سے ہر ایک موت کا سبب ہوتی ہے (اگر ایک بلاء سے بچ گیا ہو تو کیا ہوا دوسری بلاء میں گرفتار ہوجاتا ہے، پھر کسی نہ کسی بلاء کی وجہ سے موت کا شکار ہوجاتا ہے) اگر ان تمام بلاؤں سے بچ کر نکل بھی گیا تو بڑھاپے میں پھنس جاتا ہے (جو ساری بلاؤں کا جامع ہے۔) اور پھر بڑھاپا ایک دن انسان کو موت تک پہنچا کر رہتا ہے (اے غافل انسان دیکھ یہ تیری زندگی کا خلاصہ ہے کب تک تو غفلت میں رہے گا، ہر وقت تُو موت کے لئے تیار رہ اور ہمیشہ سفر آخرت کی تیاری میں لگا رہ۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

45/2344۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: مسلمان کی مثال ایسی ہے جیسے (دھان کا) تروتازہ کھیت جس کی ہوائیں جھونکے دیتی رہتی ہیں، کبھی گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ خشک ہوجاتا ہے (ایسے ہی مسلمان کہ اس پر حوادثات اور طرح طرح کی بیماریاں آتی رہتی ہیں، تا کہ اس کو گناہوں سے پاک کریں، کبھی بیمار پڑ جاتا ہے اور کبھی تندرست ہوکر کھڑا ہوجاتا ہے، ایسا ہوتے ہوتے اس کی موت آجاتی ہے۔ اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر نہیں جھکا سکتیں اور (آخر کار جب گرتا ہے تو) ایک دم جڑ سے اکھڑ کر گر جاتا ہے (ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے، بیماریاں اس کو کم آتی ہیں، اس وجہ سے وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتا ہے اور آخر کار اس پر ایک دم موت کا حملہ ہوتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

46/2345۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی، کہ ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر جھونکے دیتی رہتی ہیں (کبھی گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا کر دیتی ہیں) ایسے ہی مسلمان پر بھی تکلیفیں اور بیماریاں آتی رہتی ہیں (تا کہ اس کو گناہوں سے پاک کریں) اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو اِدھر اُدھر ہلتا ہی نہیں، یہاں تک کہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ (تو گر پڑتا ہے ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو اچانک مرجاتا ہے، اسی وجہ سے اپنے گناہوں سے دنیا میں پاک نہیں ہوتا اور آخرت میں اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پاتا ہے۔)
اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ہر شخص کو بیماری اس کے حسبِ مراتب ہوتی ہے

پہلی حدیث

47/2346 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ (اوروں کو بھی بیماری آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بیماری آتی تھی مگر) میں کسی کو نہیں دیکھی کہ اس کو بیماری میں درد اور تکلیف اتنی ہوتی ہو جتنی کہ تکلیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوتی تھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیماری میں درد و تکلیف ہر شخص کے درد و تکلیف سے زیادہ ہوتی تھی، تاکہ آپ کے مراتب عالیہ میں آپ کی حیثیت کے مطابق ترقی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری میں جو درد و تکلیف ہوتی ہے، اس سے اس کی حیثیت کے موافق اس کے مراتب و درجات میں ترقی ہوتی ہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

48/2347 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو وفات کے وقت جو سکرات کی تکلیف ہوئی تھی مجھ سے زیادہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات میری ہنسلی کی ہڈی اور تھوڑی کے درمیان میں ہوئی (کیوں کہ آپ میرے سینہ پر ٹیکہ دئے ہوئے تھے میں سمجھتی تھی کہ سکرات کی تکلیف گناہوں کے سبب سے ہوا کرتی ہے جب سے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکرات کی تکلیف دیکھی ہوں میرا وہ خیال باقی نہ رہا اور) میں کسی کے سکرات کی تکلیف کو بُرا نہیں سمجھتی۔ (کیونکہ سکرات کی تکلیف مراتب و درجات کی ترقی کے لئے بھی ہوتی ہے جیسے حضور کو سکرات کی تکلیف مراتب اور درجات کی ترقی کے لئے ہوئی تھی۔)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

49/2348 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی

ہیں کہ (پہلے میں آرزو کرتی تھی کہ موت آسان ہو اور جان کنی کی سختی نہ ہو کہ شاید یہ بری علامت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضور پر بھی موت کی سختی اور جان کنی ہوئی ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی بری علامت نہیں ہے اسی لئے) میں کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کرتی جب کہ میں دیکھ چکی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی موت کی سختی گزر چکی ہے۔

اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

سکرات کے وقت کی دعاء

50/2349 ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو میں دیکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسل کے پاس ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا اور آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر پانی لے کر اپنے چہرہ مبارک پر مل رہے تھے اور فرمارہے تھے: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْکَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَکَرَاتِ الْمَوْتِ".

اے اللہ! موت کی سختیوں پر اور موت کی بے ہوشی پر میری مدد فرمائیے (کہ یہ بہت نازک وقت ہے توجہ الی اللہ میں کچھ فرق نہ آئے بلکہ توجہ الی اللہ کامل ہوجائے ۔ مسلمانو! سکرات کی سختیوں کو سنت سمجھ کر برداشت کیا کرنا، اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش رہ کر دنیا سے جانا اور توجہ الی اللہ میں کچھ فرق نہ آنے دینا۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت میں راضی برضا رہنے کا ثواب

51/2350 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اجر وثواب کا اندازہ مصیبت اور بلاء سے ہوتا ہے) جس قدر مصیبت اور بلاء بڑی ہوگی اجر وثواب بھی اسی قدر بڑا ملے گا، جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے ان پر (ہی)

بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں (یہ تفصیل مرقات اور اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے) (اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض رہتے ہیں ان پر بھی بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں، بلاء اور مصیبت تو دونوں پر آتے ہیں، یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو کس سے محبت ہے اور وہ کس سے ناراض ہیں، نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ) اگر بندہ (بلاء اور مصیبت سے) راضی (برضا الٰہی) رہا تو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بندہ سے محبت ہے اور بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور محبت کی ہی علامت ہے کہ محبوب سے اگر بلاء اور مصیبت پہونچے تو راضی اور خوش رہتا ہے اس لئے محبت کرنے والا بندہ بلاء اور مصیبت میں اللہ سے راضی اور خوش ہے) اگر (کسی بندہ کو بلاء اور مصیبت پہونچے اور (وہ (اللہ تعالیٰ سے) ناراض رہے تو (معلوم ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) اس سے ناراض ہیں (اس لئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بلاء اور مصیبت سے ناراض ہے، اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت نہیں ہے، اس لئے اس بندہ کو بھی اللہ سے محبت نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ تعالی کی دی ہوئی بلاء اور مصیبت سے ناراض ہے اور اس کو برا سمجھ رہا ہے۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت سے گناہ مٹائے جاتے ہیں

52/2351۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر ہمیشہ بلائیں آتی رہتی ہیں خود اس پر (بلائیں اس طرح آتی ہیں کہ طرح طرح کے درد اور بیماریوں میں اور طرح طرح کے ایذاؤں میں مبتلا ہوجاتا ہے) اسی طرح اس کے مال پر بھی (بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی مال ضائع ہوجاتا ہے اور کبھی اس میں نقصان آجاتا ہے) اور اس کے اولاد پر بھی (بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی اولاد بیمار ہوجاتی ہے اور کبھی ہلاک ہوجاتی ہے جس سے اس کو سخت صدمہ پہونچتا ہے، مسلمانو! یہ نہ سمجھنا کہ ان سب بلاؤں سے تم کو کچھ فائدہ نہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہونا چاہئے کہ ان بلاؤں کی وجہ سے تمہارے گناہ مٹائے جاتے ہیں، اسی طرح گناہ مٹتے رہتے ہیں پھر) جب (تمہاری) موت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہوں سے پاک وصاف ہوکر جاتے ہیں۔ (تو ساری بلائیں اور مصیبتیں دیکھنے میں تو بلائیں اور مصیبتیں ہیں، حقیقت میں نعمت ہیں کہ تم کو گناہوں سے پاک وصاف اور ستھرا کر کے دنیا سے لے جاتے ہیں۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

مصیبتیں درجوں کو بلند کرنے کا سبب بنتی ہیں

53/2352۔محمد بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ایمان کی وجہ سے مسلمان داخل جنت ہوتا ہے، کفار کو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دخول جنت نہ ہوگا، اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے مسلمان کو جنت میں ہمیشہ رکھیں گے۔ جیسے کفار کو کفر پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رکھیں گے اور جنت کے مراتب و درجات، اعمال نیک کی وجہ سے ملتے ہیں) اگر کوئی بندہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ عالی جنت میں دینا چاہتے ہیں لیکن اس بندہ کے اعمال صالحہ اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں تو اس بندہ کو اللہ تعالی جسمانی مصیبت (یعنی بیماریاں دیتے ہیں) یا اس کے مال میں طرح طرح سے خسارے اور نقصان آتے ہیں یا اس کی اولاد کو بیماریوں میں مبتلا کرتے ہیں (یا اولاد ہلاک ہونے سے رنج دیتے ہیں) پھر ان ساری مصیبتوں پر صبر کرنے کی اس کو توفیق دیتے ہیں اور (ان تمام مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس مرتبہ عالیہ پر (جو اس کے لئے مقرر ہوا ہے) جس کو وہ (اعمال صالحہ کے ذریعہ سے) حاصل نہیں کرسکتا تھا (ان مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس درجہ عالی پر اس کو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت کا جو ثواب قیامت میں ملے گا اس کو دیکھ کر عافیت میں رہنے والے حسرت کریں گے

54/2353۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (قیامت میں یہ بھی ایک عجیب منظر ہوگا کہ مصیبت زدہ جو دنیا میں مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا تھے اور ان پر صبر کئے تھے جب وہ میدان قیامت میں آئیں گے اور ان کی مصیبت و بلاء پر دنیا میں صبر کرنے کی وجہ سے جو ثواب و اجر ان کو دیا جائے گا) دنیا میں عافیت اور راحت و آرام میں جو رہنے والے تھے (ان) مصیبت زدہ لوگوں کو کثرت سے اجر و ثواب ملتا ہوا دیکھ کر بڑی حسرت سے آرزو کریں گے، کاش (ہم پر بھی دنیا میں مصیبت اور بلائیں آتیں، یہاں

تک کہ) ہمارا چمڑا دنیا میں قینچیوں سے کترا جاتا (عافیت میں رہنے سے بہت بہتر ہوتا تا کہ ہم کو بھی ایسا ہی اجر وثواب ملتا جیسے ان مصیبت زدہ لوگوں کو اجر وثواب مل رہا ہے۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ہر ایک کو مصائب اس کے مراتب کے لحاظ سے ہوتے ہیں

55/2354۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت کس کی آزمائش ہوتی ہے؟ حضور فرمائے سب سے زیادہ آزمائش پیغمبروں کی ہوتی ہے (اس لئے کہ پیغمبروں کا یقین کامل ہوتا ہے آزمائش سے وہ ڈگمگا نہیں سکتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ پیغمبروں کو سب سے زیادہ اللہ تعالی سے محبت ہوتی ہے اسی لئے آزمائش کو وہ اللہ تعالی کی طرف سے سمجھ کر بلاء اور مصیبت سے ایسی لذت لیتے ہیں جیسے اور لوگ نعمتوں سے لذت لیتے ہیں اور جاہلوں کے عقائد کی حفاظت کے لئے بھی پیغمبروں کو سخت مصیبت سے آزماتے ہیں تا کہ وہ لوگ پیغمبروں کو اللہ ہی نہ سمجھ لیں) پھر پیغمبروں کے بعد سخت آزمائش ان کے درجہ سے قربت والوں (یعنی اولیاء صالحین اور علماء عاملین) کی ہوتی ہے، (اس لئے کہ پیغمبروں کے بعد ان حضرات کو یقین اور محبت الٰہی سب سے زیادہ ہوتی ہے اسی لئے پیغمبروں کے بعد ان کی سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے) پھر جو ان کے بعد (یقین اور محبت الٰہی میں) ان کے مشابہ ہوتے ہیں (ان کے درجہ اور مرتبہ کے مطابق) ان کی سخت آزمائش کی جاتی ہے (خلاصہ یہ ہے کہ) انسان کو اس کی دینداری کے لحاظ سے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر وہ اپنی دینداری میں پکّا اور مضبوط ہے تو اس پر جو مصیبت آتی ہے وہ بھی بڑی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنی دینداری میں ویسا پختہ اور مضبوط نہیں ہے تو اس پر جو مصیبت اور بلاء آتی ہے وہ بھی معمولی اور آسان رہتی ہے (تا کہ سخت مصیبت کی وجہ سے بے صبری نہ کرے اور بے دین نہ ہوجائے) اور مصائب وآفات میں مبتلا رہنے کا سلسلہ باقی رہتا ہے، یہاں تک وہ بلائیں اور مصیبتیں انسان کے گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں، پھر تو وہ گناہوں سے پاک ہوکر) زمین پر (اس طرح) چلنے لگتا ہے کہ (گویا) اس پر کوئی گناہ ہی نہیں (پھر جب وہ خدا سے ملتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، اے مصیبت زدہ مسلمان دیکھا تجھ پر اللہ تعالیٰ کس قدر مہربان ہیں، اس طرح کی مصیبت تجھ پر نازل کر کے تجھ کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور دنیا سے تجھے پاک کر کے لے جاتے ہیں تو تجھے چاہئے

کہ بلاؤں اور مصیبتوں سے نہ گھبرائے اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کئے جا، اوراللہ تعالی سے راضی اور خوش رہ) اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

بخار کو برا نہ کہو

پہلی حدیث

56/2355۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) امّ السائب کے پاس تشریف لائے اور فرمائے (ام السائب تمہیں کیا ہوا ہے) تم کیوں کانپ رہی ہو، ام السائب نے عرض کیا: حضور موئے بخار کا ستیا ناس ہو (یہ بہت تکلیف دے رہا ہے) حضور نے فرمایا (ارے! ارے!) بخار کو ایسا برا مت بولو (تم جانتی نہیں بخار بھی انسان کے لئے ایک نعمت ہے انسان کے گناہوں کو بخار جلا کر ایسا صاف کر دیتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر کے صاف کر دیتی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

57/2356۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر کیا گیا، حاضرین میں سے ایک صاحب بخار کو برا کہنے لگے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: بخار کو برا نہ کہو اس لئے کہ بخار گناہوں کو دور کر کے (انسان کو) ایسا پاک وصاف کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے کے زنگ کو (جلا کر) لوہے کو پاک کر دیتی ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

دلوں کے خطرات کی سزا دنیا ہی میں دی جائے گی اور ہر برائی کا بدلہ آخرت میں دیا جاتا ہے ایسا مت سمجھو بلکہ بعض برائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیا جاتا ہے

58/2357۔علی بن زید رضی اللہ عنہ، امیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، امیہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے: " وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ". (پ:3، سورۂ بقرہ، ع:40، آیت نمبر:284) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہوا گر تم اس کو ظاہر کرو یا دلوں میں چھپا ہوا رکھو ہر ایک کا تم سے اللہ تعالی حساب لیں گے۔

(اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ آخرت میں دل میں چھپے ہوئے گناہوں کے خطرات اور بُرے خیالات کا بھی حساب لیا جائے گا، اس سے بچنا بہت مشکل ہے) ایسا ہی دوسری آیت: ''مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ''. (سورۂ نساء، پ:5، ع:18، آیت نمبر:123)

دنیا میں جو کچھ برائی کی جائے گی (صغیرہ ہو یا کبیرہ، ظاہر میں کئے ہوں یا چھپکر، آخرت میں) اس کی سزا دی جائے گی (اس سے بھی بچنا بہت مشکل ہے)۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (جیسا تم کو ان آیتوں کے مفہوم کے بارے میں شبہ ہوا ہے مجھے بھی اس کے متعلق شبہ ہوا تھا اور) میں نے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق مجھے جو جواب دئے تھے اس سے مجھے تسکین ہوگئی تھی) اس وقت سے آج تک کوئی مجھ سے ان آیتوں کے متعلق (اپنا شبہ) دریافت نہیں کیا (آج تم ہی ہو کہ ان آیتوں کے متعلق اپنے شبہ کو مجھ سے دریافت کررہی ہو، جو جواب مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دئے تھے وہ جواب میں تم کو سناتی ہوں سنو! ان دونوں آیتوں کا مصداق تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ہوگا، نہیں گناہوں کے) جو خطرات تمہارے دل میں گزرتے ہیں یا چھوٹی بڑی جو برائی تم کرتے ہو، اس کا بدلہ دنیا ہی میں اس طرح دیا جائے گا کہ بیماریوں میں بخار میں تکلیف ورنج میں مبتلا ہوں گے یا کوئی چیز تم نے جیب میں رکھی تھی (اس کو کسی نے چرالیا) کہیں گرگئی اس سے جو رنج ہوگا ان سب کی وجہ سے (دل میں گناہوں کے جو خطرات ہیں، یا چھوٹے بڑے جو گناہ ہیں وہ سب ان مذکورہ پریشانیوں سے دنیا ہی میں مٹائے جاتے ہیں اور مذکورہ آیتوں کے جو مصداق ہیں) ان کو ایسا پاک کیا جاتا ہے جیسے خالص سرخ سونا بھٹی سے صاف ہوکر نکلتا ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ان گناہوں کی سزا دی جائے گی، نہیں بلکہ دنیا ہی میں ان کی سزا دے کر پاک وصاف کردیتے ہیں اور دونوں آیتوں سے یہی مراد ہے۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

مصائب سے کچھ گناہ مٹا دئے جاتے ہیں اور بقیہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتے ہیں

59/2358۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: بندہ کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہونچتی ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کی وجہ

سے پہونچتی ہے (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس مصیبت کی وجہ سے بندہ کے گناہوں کو مٹا دیں، مصیبت گوتم کو ناگوار معلوم ہوتی ہے مگر وہ تمہارے فائدہ کے لئے تم کو دی جاتی ہے تا کہ تم گناہوں سے پاک وصاف ہوجاؤ، یوں نہ سمجھنا کہ تمہارے گناہوں کی مناسبت سے اللہ تعالی مصیبت بھیج رہے ہیں بلکہ کچھ گناہ تو مصیبت کی وجہ سے مٹاتے ہیں اور باقی) اکثر گناہ اپنے فضل وکرم سے معاف کردیتے ہیں (اگر سب گناہوں کے لحاظ سے مصیبت بھیجتے تو تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ کچھ گناہ مصیبت سے مٹاتے ہیں باقی اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیتے ہیں، اس طرح بندہ کو پاک وصاف کرکے دنیا سے لیجاتے ہیں، اس کی تائید میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرمائے: ''وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ''. (سورۂ شوری، پ:25، ع:4، آیت نمبر:30)

لوگو! جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہاری ہی گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو مصیبتوں کی وجہ سے گناہوں سے پاک وصاف کردیں) باقی بہت سے گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف کردیتے ہیں (اگر سب گناہوں کی وجہ سے مصیبت اتارتے تو تم اس کی تاب نہ لاسکتے اس لئے) بہت سے گناہ (اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیتے ہیں۔)اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بخار کو دور کرنے کا عمل

60/2359۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں تم میں سے جب کسی کو بخار آجائے تو بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے وہ اس کو (ٹھنڈے) پانی سے بجھا دے (ٹھنڈے پانی سے بخار کو کس طرح بجھانا چاہئے اس کا طریقہ اس طرح ارشاد ہورہا ہے) کہ نہر جاری میں اس کی آمد یعنی بہاؤ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہو، (شاید کسی وہمی کو اس علاج سے شبہ ہو اس کا وہم دور کرنے کے لئے یہ دعاء سکھائی گئی ہے کہ) پھر یہ دعاء پڑھے:

'' بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَ صَدِّقْ رَسُوْلَكَ''.

اللہ کے نام سے میں یہ علاج شروع کرتا ہوں، الٰہی آپ مجھے بخار سے شفاء دیجئے آپ کے رسول جو فرمائے ہیں اس کو سچ کردکھلایئے (اور وہمیوں کے وہم کو باطل کردیجئے۔)

(علاج کی تفصیل یہ ہے کہ)(1) یہ عمل صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے قبل کرے اور نہر

میں 3 غوطے لگائے اور تین دن تک اسی طرح عمل جاری رکھے اگر تین دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہوتو پانچ دن تک ایسے ہی نہر میں غوطے لگا تا جائے اگر پانچ دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہوتو سات دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اور اگر سات دن کے عمل سے بھی بخار کم نہ ہوتو نو دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اللہ تعالی کے حکم سے غالبًا بخار نو دنوں تک یہ عمل کرنے سے رک جائے گا اور پھر نہ آئے گا (اگر ڈاکٹری علاج نکلنے سے پہلے یونانی طبیبوں کے عہد میں سخت بخار کے وقت یہ کہا جاتا تھا کہ سر پر پانی کی پٹی یا برف کی پٹی رکھوتو اس وقت حدیث میں جو گفتگو ہو رہی ہے ویسی ہی اس وقت بھی چہ میگوئیاں ہوئیں مگر اب ڈاکٹری تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے بخار کے شدت کے وقت پانی کی یا برف کی پٹی رکھی جائے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ بیحد فائدہ ہوتا ہے ایسا ہی نور نبوت سے مذکورہ جو علاج بتایا گیا ہے اس میں نا تجربہ کار طرح طرح کے شک پیدا کرتے ہیں اگر کوئی یہ عمل کرے اس کا فائدہ خود اس کو معلوم ہوجائے گا۔) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بیماری کی حالت میں اُن اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے جو صحت کی حالت میں کئے جاتے تھے گو کہ بیماری میں وہ اعمال نہ کرسکے

پہلی حدیث

(مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے عنایات اور سرفرازیاں جو تم پر ہیں ان کا اس سے اندازہ کرو۔)

61/2360۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانہ میں جو عبادات اداء کرتا تھا (نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا بیماری کے زمانہ میں گو ان کو اداء نہیں کرسکتا، مگر صحت کے زمانہ میں جو اوراد و وظائف پڑھے جاتے تھے) ان کا ثواب اس کو ضرور ملتا رہے گا (اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی اگر چیکہ بیماری کی وجہ ان اوراد و وظائف کو جاری نہ رکھ سکا ہے) ایسا ہی وطن میں جب مقیم تھا اور جو عبادات (و وظائف اور نوافل پڑھا کرتا تھا سفر میں اتنا پڑھنا نہیں ہوسکتا ہے مگر اقامت کی حالت میں جو عبادات نوافل اداء کرتا تھا سفر میں ان سب کا ثواب اس کو ملتا رہے گا (اگر چہ وہ سفر کی حالت میں ہونے سے ان کو اداء نہیں کرسکتا (ایسا ہی جوانی کی حالت میں جو عبادات نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا ضعیفی (مرقات میں یہ روایت مذکور ہے۔12) اور بڑھاپے میں اتنے عبادات اور وظائف نہیں

ہو سکتے ہیں مگر جوانی میں عبادات اور وظائف پڑھنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ برابر ملتا رہے گا، گو بڑھاپے میں ان کو ادا نہ کر سکے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

62/2361۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانہ میں عبادات (نوافل اور وظائف کا پابند تھا، پھر ہوگیا وہ بیمار (بیماری میں بیماری کی وجہ سے حسب عادات عبادات، نوافل اور وظائف ادا نہیں ہو رہے ہیں، ان کا اس کو صدمہ ہے) نیکیوں کے لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرا بندہ بیماری کی وجہ سے عبادات اور نوافل اور وظائف گو نہیں اداء کر رہا ہے مگر تم اس کے نیک اعمال کے ثواب اسی طرح لکھا کرو جس طرح اس کی صحت کے زمانہ میں نیک اعمال کے ثواب کو لکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں اس کو صحت دیدوں یا موت دے کر اس کو اپنے پاس بلالوں۔

اس کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

تیسری حدیث

63/2362۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے جسم میں کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے تو (اس کے نیکیاں لکھنے والے) فرشتہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ (یہ مسلمان جو اب بیمار ہوگیا ہے اس کے نامہ اعمال میں) وہ سب نیک اعمال جن کو وہ صحت کے زمانہ میں کرتا تھا (گو ان کو اب نہیں کر رہا ہے) تم برابر اس کے نیک اعمال کو لکھتے جاؤ پھر جب اس بیمار کو شفاء ہو جاتی ہے تو بیماری کی وجہ سے سارے گناہوں سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے (پھر نیکیوں کا ثواب اس کو علحدہ ملتا رہتا ہے) اگر اس کو موت آ گئی تو گناہوں سے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی رہتی ہے۔(دیکھا آپ نے بیماری بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل وکرم ہے بغیر کئے کے نیک عمل ملے اور گناہ بھی معاف ہوگئے اور اللہ کی رحمت شامل حال رہی، یہ ہے بیماری جس کی یہ فضیلت ہے۔)

اس حدیث کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

چوتھی حدیث

64/2363۔شداد بن اوس اور صنابحی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک بیمار کی بیمار پرسی کے لئے گئے تھے وہاں جا کر اس بیمار سے دریافت کئے: کہو صاحب مزاج کیسا ہے؟ تو بیمار نے کہا: (اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ) خدا کے فضل وکرم سے اچھا ہوں (یہ سن کر) شداد رضی اللہ عنہ فرمائے سنو! تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں (باوجود بیمار ہونے کے تم جو اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کئے، اس سے) تمہارے گناہ مٹائے گئے اور (عبادات میں) تم سے جو کوتاہیاں (ہوئے تھے وہ سب) معاف کئے گئے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (یہ حدیث قدسی) سنا ہوں آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندۂ مومن کو کسی بیماری میں مبتلا کردیتا ہوں اور وہ (بجائے جزع وفزع اور شکوہ شکایت کرنے کے) میرا شکر اداء کرتا ہے تو جب وہ صحت یاب ہو کر اپنے بستر سے اٹھتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک وصاف تھا (صرف گناہ ہی نہیں مٹائے جاتے ہیں) بلکہ اللہ تعالی (اپنے فضل وکرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو) حکم دیتے ہیں کہ میرے اس بندے کو میں نے ہی بیمار کیا تھا تم میرے بندے کے (نامہ اعمال میں اس کی صحت کے زمانہ میں جب وہ نیکیاں کرتا تھا نیکیاں لکھتے تھے، اب بیماری کے زمانہ میں اس سے نیکیاں نہیں ہوسکتی ہیں تو بغیر نیکیاں کئے کے) نیکیاں کرنے کا ثواب (بلاکسی کمی کے اس کے نامۂ اعمال میں) لکھتے جاؤ۔(جب تک وہ تندرست ہو کر نیکیاں کرنا شروع نہ کردے۔)اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

65/2364۔شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کے بڑھاپے کا زمانہ تھا ایسے وقت آپ) بیمار ہوئے ہم (کئی شخص ملکر حضرت ابن مسعود کی) بیمار پرسی کے لئے گئے (ہم حضرت ابن مسعود کو) دیکھے کہ آپ رو رہے ہیں، (ہم سمجھے کہ بیماری کی تکلیف کی وجہ سے اور دنیا کے چھٹنے کے خیال سے آپ رو رہے ہے؟ آپ کے اس مرتبہ اور شان کے لحاظ سے آپ کا یہ رونا) ہم کو ناگوار گزرا (ہم عرض کئے حضرت بیماری کی وجہ سے اور دنیا چھٹنے کے خیال سے آپ بھی روتے ہیں۔ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے) تو (حضرت ابن مسعود)

فرمائے: (نہیں) میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں (مرض کی وجہ سے کیسے روتا جب) خود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ بیماری (بیمار کے) سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے (اور اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتی ہے، حضور سے یہ سننے کے بعد میں کیسے اس بیماری کی وجہ سے روتا،) سنو! (جب کوئی شخص صحت کے زمانہ میں جو نیک اعمال کیا کرتا ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے حسب عادت جو نیک عمل کیا کرتا تھا وہ اب بیماری میں نہیں کر سکتا تو اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو فرماتے ہیں کہ صحت کے زمانہ میں وہ جو نیک اعمال کیا کرتا تھا اور تم جو اس کا ثواب لکھا کرتے تھے اب اس بیماری میں بغیر اس کے نیک اعمال کئے کہ اس کے نامۂ اعمال میں وہی ثواب لکھو جس کو وہ صحت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا، گو اب وہ بیماری کی وجہ سے نیک اعمال نہیں کر رہا ہے، کیا کہوں میں اپنی جوانی میں کثرت سے نیک اعمال کیا کرتا تھا، اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو بغیر نیک اعمال کئے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب ملتا) میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ افسوس اب بیماری ضعیفی اور بڑھاپے کے زمانہ میں آئی ہے (بڑھاپے میں صحت کے زمانہ میں کثرت سے نیک اعمال نہیں کر سکتا، اب یہ بڑھاپے کی بیماری میں نیک اعمال کا ثواب بھی ویسا ہی کم ملے گا جیسا کہ بڑھاپے میں نیک اعمال کم کیا کرتا ہوں) جوانی کے زمانہ میں مجھے بیماری نہیں آئی (جوانی کے زمانہ کے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب اب نہیں ملے گا اس کا مجھے بڑا افسوس ہے ان نیکیوں کے خسارے کی وجہ سے رو رہا ہوں) اس لئے کہ بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے لئے ان نیک اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے (یعنی صحت کے زمانہ میں) لکھا جاتا تھا اور بیماری نے اس کو ان اعمال سے روک دیا تھا۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

طاعون سے مرنا شہادت ہے

پہلی حدیث

66/2365۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ طاعون سے جو مسلمان مرتے ہیں وہ شہید ہوتے ہیں۔ (ان کو شہادت کا ثواب ملتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

67/2366۔ایاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (طاعون سے جو لوگ مرتے ہیں ان کو شہید سمجھنا چاہیئے یا ان کو ان لوگوں کی طرح سمجھنا چاہیئے جو اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرتے ہوں (اس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) جب اللہ تعالیٰ کے سامنے شہداء اپنا دعوی پیش کرینگے کہ طاعون سے مرنے والے ہم میں سے ہیں یعنے جیسے ہم زخمی ہوکر کفار کے ہاتھوں سے مارے گئے ویسے ہی یہ طاعون سے مرنے والے بھی جنات کے ہاتھ سے زخمی ہوکر مرے ہیں (اس لئے کہ طاعون کا زخم جنات کی وجہ سے ہوتا ہے) اور جہاد میں گئے بغیر اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرنے والی جماعت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی کہ یہ طاعون سے مرنے والے ہمارے جیسے گھروں میں بستروں پر مرے ہیں (اس لئے یہ طاعون سے مرنے والے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہیں) اس پر رب عزوجل ارشاد فرمائیں گے کہ طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھو اگر ان کے زخم جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونے والوں کے زخم کے مشابہ ہیں تو ان لوگوں کا شمار بھی جہاد میں مارے جانے والوں میں ہوگا اور یہ انہی کے جیسے سمجھے جائیں گے اور ان کو بھی شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا، پھر جب طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو ان کے زخم بھی شہیدوں کے زخم کی طرح نظر آئیں گے۔ (اس طرح طاعون سے مرنے والے شہید سمجھے جائیں گے اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں

68/2367۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: شہید پانچ قسم کے ہیں: (1) طاعون سے مرنے والا (2) پیٹ کی بیماری (جیسے پیچش، اسہال، استسقاء اور درد شکم) سے مرنے ولا (3) پانی میں ڈوب کر مرنے والا (اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک تو وہ شخص ہے جو قصداً خودکشی کے لئے پانی میں گرا کر اپنے کو مارتا ہے ایسا شخص شہید نہیں ہے بلکہ اس کو ناجائز موت سے مرنے کی وجہ عذاب ہوگا، پانی میں ڈوب کر مرنے والے کی دوسری قسم یہ ہے کہ پانی میں گر کر مرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اتفاق سے پانی میں گرا اور مر گیا) (4) دیوار یا چھت کے گرنے سے (ان کے نیچے دب کر) مرنے والا (5) (جہاد ہو رہا ہو، اعلاء کلمۃ

اللہ کے لئے) خدا کے راستہ میں (کافروں سے) مارا جانے والا (یہ اصلی شہید ہے، ایسا ہی وہ شخص بھی شہید ہے جس کو ناحق ظلم سے اگر کسی نے مار دیا ہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

پیٹ کی بیماری سے مرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا

69/2368۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو مسلمان پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال، استسقاء، قولنج اور درد شکم) سے مر جائے تو (قبر میں) قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (اور آخرت میں شہیدوں کا ثواب پائے گا۔) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

شہید سات قسم کے ہوتے ہیں

70/2369۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: (حقیقی شہادت تو وہ ہے کہ کوئی شخص جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے مارا جائے) اس شہادت فی سبیل اللہ کے سوا اور بھی سات قسم کی شہادتیں ہیں (1) طاعون سے مرنے والا شہید ہے (اور جو خودکشی کے لئے قصداً (پانی میں گر کر مر گیا تو یہ ناجائز موت ہے، ایسا شخص شہید نہیں ہوگا بلکہ) (2) وہ شخص (جو اتفاق سے) پانی میں گرا، (بچ نہ سکا اور مر گیا یہ شہید ہے (3) ذات الجنب یعنی نمونیہ کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے (4) اور پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال، استسقاء، قولنج اور درد شکم) سے مرنے والا بھی شہید ہے (جو خودکشی کے لئے قصداً آگ میں جل کر مرے تو وہ شہید نہیں ہے وہ ناجائز موت سے مرنے والا سمجھا جائے گا بلکہ) (5) جو اتفاقاً جل کر مرے وہ شہید ہے (6) جو شخص کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائے تو وہ بھی شہید ہے (7) جو عورت کہ اس کی زچگی ہو رہی تھی بچہ پیدا نہ ہوسکا اور پیٹ میں رہ گیا اور وہ عورت مر گئی، ایسی عورت شہید ہے (ایسے ہی وہ عورت جس کا بچہ تو پیدا ہوگیا مگر آنول نہ نکل سکی اور اس کا زہر چڑھ گیا اور وہ مر گئی تو وہ بھی شہید ہے ایسا ہی وہ عورت جو زچگی کے بعد زچگی کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے ایسے ہی جو باکرہ عورت (جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) باکرہ ہی رہ کر یا کسی بھی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔)۔

اس حدیث کی روایت امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

سفر کی حالت میں مرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

71/2370۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدینہ منورہ ہی میں پیدا ہوا (مدینہ منورہ ہی ان کا وطن تھا اور مدینہ منورہ ہی ان کی پیدائش کی جگہ تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھائے اور ارشاد فرمائے کاش ان کو سفر میں غربت کی موت نصیب ہوتی (اپنی پیدائش کی جگہ سے دور کہیں سفر میں انتقال کرتے تو اچھا ہوتا) صحابہ عرض کئے! حضور ایسا کیوں ارشاد فرمارہے ہیں (حضور کے فرمانے کا مطلب ہمارے سمجھ میں نہیں آیا) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جب کوئی مسلمان سفر کی حالت میں غربت کی موت مرتا ہے تو (جیسے بعضوں کی قبر تنگ کی جاتی ہے جس سے اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہوجاتی ہیں برخلاف اس کے سفر کی حالت میں مرنے والے کی قبر (جیسا کہ مرقات، سندھی اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) کو اتنی مسافت کی مقدار تک وسیع کرتے ہیں جتنی مسافت اس کی پیدائش کی جگہ سے سفر میں موت کے مقام تک ہوتی ہے۔(یہ ہے سفر کی حالت میں غربت کی موت مرنے والے کی فضیلت۔(اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

72/2371۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان سفر کی حالت میں پردیس میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے (کیوں کہ پردیس میں جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے، عزیز واقرباء کی جدائی اور تنہائی بہت شاق ہوتی ہے، پس اگر ایسی حالت میں مرجائے تو مرتے وقت اس کو بہت رنج ہوتا ہے، اسی لئے اللہ سبحانہٗ تعالی نے اپنی عنایت سے اس کا بدلہ یہ دیا ہے کہ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرمایا)۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے

73/2372۔طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ

اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث سننے جایا کرتے تھے ایک دن انھوں نے ہم سے فرمایا کہ میرے گھر میں طاعون پھوٹ پڑا ہے اس لئے آپ لوگ میرے پاس نہ آیا کریں آپ لوگوں میں سے جو تبدیل آب وہوا کے لئے مقام بدلنا چاہیں وہ جاسکتے ہیں، مگر ایسا اعتقاد رکھ کر مقام نہ بدلیں کہ میں طاعون زدہ مقام سے نکل گیا تھا اس لئے طاعون سے بچ گیا اور فلاں صاحب طاعون زدہ مقام میں رہتے تھے اس لئے طاعون میں مبتلا ہوکر مرگئے، اگر میں بھی طاعون زدہ مقام میں رہتا تو طاعون میں مبتلا ہوجاتا، ایسا ہی طاعون زدہ مقام میں جو رہ گیا تھا وہ طاعون میں مبتلا ہوکر یہ نہ کہے کہ میں بھی فلاں صاحب کی طرح طاعون زدہ مقام سے نکل جاتا تو میں بھی بچ جاتا، اس طرح کا اعتقاد نہ جانے والے کو ہونا چاہیئے نہ رہنے والے کو بلکہ دونوں یہ سمجھیں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے بچ گیا بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ سے بچا اور اگر مبتلا ہوگیا بھی تو اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا، اس میں طاعون زدہ مقام کو چھوڑنے کا اثر ہے نہ اس مقام میں رہنے کا اثر ہے، اس طرح سمجھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے اور جانے سے بچنا اور رہنے سے مرنا سمجھنا یہ اعتقاد درست نہیں ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے کو نقل مکان کرنا جائز نہیں ہے) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کے بعد فرمائے کہ میں تم کو حدیث سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ طاعون کے موقع پر لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے، (ایک دفعہ) ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑا تھا اور اس وقت میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام کے جہاد میں شریک تھا (اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے، ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑنے کی اطلاع امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ آپ کو میرا یہ خط ملتے ہی آپ فوراً مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجائیں میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر میرا یہ خط آپ کو صبح ملے تو آپ اسی وقت شام ہونے سے پہلے مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجائیں اور اگر آپ کو میرا یہ خط شام کے وقت ملے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا، اسی وقت مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجانا، اس لئے کہ مجھے ایک اہم ضرورت پیش آئی ہے اور اس میں آپ سے مشورہ لینا ہے اور یہ کام آپ کے مشورہ کے بغیر طے نہیں پاسکتا، جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھ چکے تو فرمایا کہ امیر المومنین ایک ایسے شخص کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں جس کی موت آگئی ہے یہ کہہ کر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب اس طرح

لکھا کہ امیر المومنین جس ضرورت کے لئے مجھے بلا رہے ہیں میں اس کو معلوم کرلیا ہوں ضرور حاضر ہوتا لیکن میں اس وقت مسلمانوں کی فوج کا سپہ سالار ہوں مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اپنی جان بچا کر چلے آؤں اور مسلمانوں کو موت کے منھ میں دیدوں (نہ وہاں آنے سے پہلے موت سے بچ سکتا نہ یہاں رہنے سے مرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا جوارادہ ہے وہ پورا ہوکر رہتا ہے اس لئے مجھے مسلمانوں کے ساتھ ہی رہنے دیجئے) اور مجھے آنے کے لئے آپ جو قسم دیئے ہیں (وہ واقع میں قسم تو ہے نہیں، صرف تاکید کے لئے فرمایا گیا ہے) اس لئے مجھے اس کی پابندی سے معاف فرمایئے، جب یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ (خط دیکھ) کر رونے لگے (آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر) لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ رو رہے ہیں کیا حضرت ابوعبیدہ کا انتقال ہوگیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرمائے: نہیں، انتقال تو نہیں ہوا مگر ان کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انتقال ہونے والا ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو نقلِ مکان کروار ہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد صحیح کے ساتھ طاعون میں نقلِ مکان کرنا جائز ہے باوجود اعتقاد صحیح کے اگر طاعون میں نقل مکان کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز نہ بلاتے، اس کی تائید اس خط سے بھی ہوتی ہے جو' اس خط سے پہلے حضرت ابوعبیدہ کو لکھا گیا تھا کہ فوج میں صحابہ کرام ہیں ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہوسکتا کہ نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے، سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے نقل مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں اس لئے) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جاتا ہے کہ اردن ایک پست نشیبی مقام ہے وہاں کی آب وہوا اچھی نہیں ہے، اس لئے سب فوجوں کو وہاں سے ہٹا کر مقام جابیہ میں لے جاؤ کہ وہ بلند مقام ہے وہاں کی آب وہوا بہت اچھی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان دیکھ کر مجھ سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ یہ فرمائے: حضرت امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرکے یہاں تمام فوجوں کو منتقل کرکے جابیہ لے جانے کا انتظام کرو تو حضرت ابوموسیٰ کہنے لگے میں آپ کے حکم کی ضرور تعمیل کرتا مگر میرے گھر میں خود طاعون ہوگیا ہے میں خود پریشان ہوں، اتنا بڑا انتظام (اس وقت) مجھ سے نہیں ہوسکتا، یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ خود انتظام کرنے کا ارادہ کیئے اور سوار ہونے لگے اور لوگ بھی جابیہ کی طرف کوچ کرنے لگے، ایسے میں حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہوگیا، اور طاعون ہی سے ان کا انتقال ہوگیا، اور ادھر طاعون بھی

ختم ہو گیا۔ (اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پہلے شخص ہیں کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون میں نقلِ مکان کو جائز قرار دیتے ہیں)۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

74/2373 ۔ اور ایسا ہی ابن عساکر کی ایک روایت میں بھی اس طرح مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت شام کی فوج کے سپہ سالار تھے اس طرح لکھے کہ (فوج میں اکثر صحابہ کرام ہیں، ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہوسکتا کہ طاعون میں نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے، سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے، نقلِ مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اس لئے اردن میں طاعون پھیل گیا ہے اور اردن ایک وبائی اور نشیبی زمین ہے، وہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے اس کے برخلاف جابیہ بلند مقام ہے جہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے اس لئے سب فوجوں کو اردن سے ہٹا کر جابیہ میں لے جاؤ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو پڑھ کر فرمایا کہ: ہم امیر المومنین کے فرمان کی تعمیل کر کے جابیہ کی طرف فوجوں کو لے جاتے ہیں، ابو موسیٰ تم فوجوں کو لے کر جابیہ کی طرف چلو اور ان کو وہاں اتارنے کا انتظام کرو، ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ایسے میں میری بیوی طاعون میں مبتلا ہو گئیں، میں نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی (اور اپنی مجبوری کا اظہار کیا) تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود فوجوں کو جابیہ لے جانے کا انتظام کرنے کا ارادہ کئے (ان کا ارادہ پورا نہ ہوا) خود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال فرمائے اور ادھر طاعون بھی ختم ہو گیا۔

75/2374 ۔ اور سفیان بن عیینہ نے بھی اپنی جامع میں ابن عساکر کی روایت کی طرح روایت کی ہے لیکن وہ ابن عساکر کی روایت کے بہ نسبت مختصر ہے اور شرح معانی الآ ثار میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ جنھوں نے صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ وہ طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر دوسرے مقام میں منتقل ہو جائیں اور وہاں اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے اور کسی صحابی نے بھی آپ کے حکم کے خلاف نہیں کیا بلکہ سب نے اس کی موافقت فرمائی اور ایسا مبارک زمانہ تھا کہ صحابہ اللہ ورسول اللہ کے حکم کے خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے فوراً اعتراض کر دیتے تھے تمام صحابہ نے بغیر اعتراض کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو مان لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون میں نقلِ مقام کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے

حکم کے خلاف نہیں تھا۔

اور شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مقام کرنے کے حکم سے موافقت رکھتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مقام کرنے کا حکم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے بھی ثابت ہے اسی لئے صاحبِ درمختار نے مسائلِ شتّٰی میں مجمع الفتاوی کے حوالہ سے لکھا ہے، جب کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اردہ سے ہوتی ہے طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مر جانے میں کوئی دخل نہیں ہے، جب تک اللہ تعالی نہ چاہیں نہ کوئی مر سکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے ایسا صحیح اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مقام کرے، یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں، ایسے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے، بر خلاف اس کے اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے کہ طاعون زدہ مقام میں جانے سے طاعون میں مبتلا ہو جائے گا، یا وہ سمجھتا ہے کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے محفوظ رہے گا تو اس کا یہ اعتقاد غلط ہے اور جس کا ایسا اعتقاد ہے اس کو چاہئے کہ اپنا اعتقاد درست رکھنے کی خاطر نہ تو طاعون زدہ مقام سے نکلے اور نہ طاعون زدہ مقام میں جائے، اور جس حدیث شریف میں طاعون زدہ مقام سے نقلِ مقام کرنے کی ممانعت آئی ہے وہ ممانعت بھی مذکورہ اعتقاد رکھنے والوں سے ہی متعلق ہے اور جن کا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے کی وجہ سے بچ جائے گا تو ایسا غلط اعتقاد رکھنے والے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نکلنا جائز نہیں ہے۔(درمختار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔) مذکورہ صحیح اعتقاد رکھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہونے کی تائید الاشباہ والنظائر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے اس کو الاشباہ والنظائر نے بزاریہ سے نقل کی ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ہو اور اس وقت زلزلہ کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں تو ایسے شخص کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے فوری کھلے میدان کی طرف بھاگ جائے، اللہ تعالیٰ کا بھی ایسا ہی ارشاد ہے: ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ''(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:24، آیت نمبر:195) یعنی تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، جہاں تک ہو سکے اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچایا کرو، اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ زلزلہ کے وقت کھلے

میدان کی طرف نکل جانا، اور طاعون زدہ مقام سے صحیح اعتقاد رکھ کر نقلِ مقام کرنا جائز ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ زلزلہ سے بھاگ کر اور طاعون زدہ مقام سے نقل مکان نہ کر کے اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالا جو صریح آیت کے خلاف ہے، اس لئے صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے اور ہلاکت کے موقعوں سے اپنے کو بچانا پیغمبروں کی سنت ہے۔

(الاشباہ والنظائر کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

صحیح اعتقاد کے ساتھ نقلِ مکان جائز ہے

پہلی حدیث

76/2375۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم ایک مکان میں رہا کرتے تھے جہاں ہمارے بہت سے آدمی تھے اور مال بھی افراط سے تھا اس کے بعد ہم ایک دوسرے مکان میں جا کر رہے تو اس میں ہمارے آدمی بھی کم ہوگئے اور مال میں بھی کمی آ گئی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: یہ مکان اچھا نہیں ہے تم اس کو چھوڑ دو۔ (اور دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ۔)

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

77/2376۔ ابوداؤد کی ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے جس کو یحییٰ بن عبداللہ بن بحیر رضی اللہ عنہ فروہ بن مسک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فروہ بن مسک فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس ایک زمین ہے جس کو ابین کہتے ہیں وہ ہمارے کھیت کی ایسی زمین ہے جس میں زراعت بھی ہوتی ہے اور غلہ کا گودام بھی اسی میں ہے (معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ) وہ سخت وبائی زمین ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (جہاں کی آب وہوا خراب ہو) وہاں رہنا اچھا نہیں نقصان کا اندیشہ رہتا ہے تم اس زمین کو چھوڑ دو۔ (اور دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ۔)

صاحبو! آپ نے ان دونوں حدیثوں کو سنا، اس میں طب کے ایک مسئلہ کو حل کیا گیا ہے کہ صحت کے لئے آب وہوا کا اچھا ہونا ضروری ہے اور جب آب وہوا خراب ہو جاتی ہے تو صحت بھی

بگڑ جاتی ہے ان دونوں حدیثوں میں بہترین آب وہوا کے لئے نقل مکان کی اجازت دی گئی ہے ایسا ہی طاعون کی وجہ سے جب آب وہوا خراب ہوجائے تو صحت باقی رہنے کے لئے نقلِ مکان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، ملاعلی قاری رحمہ اللہ علیہ ایسا ہی فرمائے ہیں۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے

78/2377۔اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلے کی گزری ہوئی قوموں پر (ان کے گناہوں کی وجہ سے) بھیجا گیا تھا (جب کبھی طاعون کسی مقام میں پھیل جائے تو تم اپنی حالت پر غور کرو اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام میں چلے جانے سے طاعون میں مبتلا ہوجاؤ گے یا تم سمجھتے ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے بچ جاؤں گا تو تمہارا یہ اعتقاد غلط ہے اس لئے کہ عذاب' توبہ واستغفار سے ٹل جاتا ہے، بھاگنے سے عذاب نہیں ٹلتا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایسے شخص کو اپنا اعتقاد درست رکھنے کی خاطر) نہ تو طاعون زدہ مقام میں جانا چاہئے اور نہ طاعون زدہ مقام سے بھاگنا چاہئے (بخلاف اس کے اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتی ہے، طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مرنے میں کوئی دخل نہیں ہے، جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہیں نہ تو کوئی مرسکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے تو تمہارا یہ اعتقاد درست ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مکان کرے یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ایسے شخص کا طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام میں ٹھہرنے کا ثواب

پہلی حدیث

79/2378۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی: حضور طاعون ایک عجیب بیماری ہے اللہ تعالیٰ اس بیماری کو اپنے بندوں پر بھیجتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے : سنو عائشہ! (جب بندوں سے نافرمانیاں کثرت سے ہوتی ہیں تو) طاعون کو عذاب بنا کر ان پر بھیجتے ہیں تو (یہ طاعون) کافروں اور مسلمانوں دونوں پر آتا ہے عذاب ہوکر پھر مسلمانوں کے لئے رحمت بن جاتا ہے، جب کسی مسلمانوں کی بستی میں طاعون آجائے اور وہ اپنی بستی میں طاعون کے زمانہ میں صبر کیا ہوا ثواب کی نیت سے ٹھیرا رہے اوراس کو یہ یقین کامل ہے کہ مرنا اور جینا دونوں اللہ تعالی ہی کے ارادے سے ہوتے ہیں، (جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو لوگ طاعون میں رہ کر بچ جاتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ موت دینا چاہتے ہیں تو وہ طاعون میں مبتلا ہوکر مر جاتے ہیں جو یہ صحیح اعتقاد رکھ کر طاعون زدہ بستی میں ٹھیرا رہے) تو ایسے شخص کو شہید کا ثواب ملے گا۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

80/2379۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص (طاعون زدہ مقام میں تھا وہ یہ سمجھا کہ اگر میں یہاں رہوں گا تو میں بھی طاعون میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوجاؤں گا اور یہاں سے بھاگ گیا تو بچ جاؤں گا اس خیال سے وہ) طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر دوسرے مقام میں چلا گیا تو وہ ایسا ہی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، جیسے جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور جو شخص (یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی نہیں مرتا اگر میں اس طاعون زدہ مقام میں رہا اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہوتو میں نہیں مرسکتا اس خیال سے) صبر کیا ہوا طاعون زدہ مقام میں رہے (وہ مرے یا نہ مرے ہر حال میں) اس کو (اس صحیح اعتقاد کی وجہ سے) شہید کا ثواب ضرور ملے گا۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

نابینا ہونے پر راضی برضا رہنے کا ثواب

81/2380۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حدیث قدسی ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جب میں کسی بندۂ مومن کی دو آنکھیں جو اس کے پاس نہایت پیاری اور محبوب ہیں چھین لے کر نابینا بنادیتا ہوں تو وہ اس پر صبر کرکے (نہ زبان سے خلافِ ادب کچھ کہتا ہے نہ دل سے ناراض ہوتا ہے بلکہ) راضی برضاء الٰہی رہتا ہے تو اس کو میں اس کے بدلے میں (ابتداء نجات پانے والوں میں شریک کرکے

گناہوں کی سزا دئے بغیر پہلے پہل جنت میں داخل کروں گا) اور جنت میں نابیناؤں کے لئے جو خاص مقام رکھا ہوں، اس مقام پر اس کو پہونچاؤں گا۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(2/74)بَابُ تَمَنِی الْمَوْتِ وَ ذِکْرِہٖ

(اس باب میں موت کی آرزو کرنے کا اور موت کو یاد کرتے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے)

موت کی آرزو نہ کرو

پہلی حدیث

1/2381 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: کوئی شخص (مصیبتوں کی یا بیماریوں کی وجہ سے زندگی سے تنگ آ کر) موت کی آرزو نہ کرے (تجھے کچھ خبر ہے کہ مرنے سے اعمال ختم ہوجاتے ہیں پھر تُو کچھ نہیں کرسکتا، زندگی کو غنیمت جان) اگر (تو نیک ہے تو) (تیری) نیکیوں میں اضافہ ہوجائے گا، اگر (تو) برا ہے تو شاید (تیرا) دل پلٹی کھائے اور (تو) توبہ کرکے نیکیاں کرنے لگے (مرجانے سے پھر یہ موقع کہاں ملتا ہے، اس لئے مرنے کی ہرگز آرزو نہ کرے) اگر ایسا ہی تجھ کو آرزو کرنا ہے تو ان الفاظ (یہ دعاء ردالمحتار سے لی گئی ہے اور بخاری نے بھی اس کی روایت کی ۔12) سے موت کی آرزو کر۔

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ".

الٰہی! (میں نہیں جانتا کہ میرے لئے خیر کیا ہے، آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے اگر باوجود جو مصائب اور بیماریوں کے)

میرا زندہ رہنا خیر ہے تو مجھے زندہ رکھ! اور اگر مرنا ہی خیر ہے تو مجھے خیر کے ساتھ موت دے۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2382 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: (مسلمانو!) تم میں سے کوئی (پریشانیوں کی وجہ سے گھبرا کر دل سے) موت آنے کی آرزو نہ کرے اور (نہ زبان سے) موت آنے کی دعاء کرے (جب موت آنا ہے آئے گی) موت آنے سے پہلے (موت کی آرزو کرکے یا موت آنے کی دعاء کرکے کیوں بے صبری کا اظہار کرتے ہو، اگر صبر کرتے تو تم کو اس کا ثواب ملتا تم کو کچھ خبر ہے) کہ مرنے سے نیک عمل کرنے کا موقع جاتا رہتا ہے بلکہ عمر (کے بڑھنے) سے مسلمان کے لئے نیکیوں کو بڑھانے کا موقع ملتا ہے مرنے کے بعد تم بہت آرزو کروگے مگر نیک عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا، زندگی کو غنیمت جانو جہاں تک ہوسکے نیک اعمال کرنے کی کوشش میں رہو، مسلمان کی زندگی بھی ایک نعمتِ الٰہی ہے، اس وقت اس کے لئے نیکیاں جمع ہوتی رہتی ہیں، تم موت کی آرزو اور دعاء کرکے کیوں اس موقع کو کھونا چاہتے ہو؟ اس لئے موت کی آرزو یا دعا ہرگز نہ کرنا۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/2383 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (مسلمانو! دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرو (دنیا کی مصیبتیں اور تکلیفیں مرنے کے بعد پیش آنے والی تکلیفوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں) موت کے بعد جو پیش آنے والے امور ہیں وہ بہت سخت ہیں (کیا تم ان کو آسان سمجھ گئے ہو؟ مرنے کے بعد کے مصائب کی ابتداء سکرات سے ہوتی ہے، پھر قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے جواب دینا ہے، قبر کے ہولناک امور قیامت کے ہیبت ناک واقعات یکے بعد دیگرے سب پیش آنے والے ہیں اس لئے موت کی آرزو کرنے یا موت آنے کی دعاء کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، زندگی کو غنیمت سمجھو، آنے والے امور کی آسانی کے لئے دنیا کی زندگی ہی میں تیاری کرو، جو کچھ کرنا ہے دنیا ہی میں کرلو، مرنے کے بعد کچھ نہ کرسکوگے) بہت خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس کی عمر دراز ہو اور اس کو خدا کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہوئی ہو (اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے موت کے بعد آنے والے امور کی آسانی کے لئے تیاری کرلیا ہوں۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

4/2384۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں!(ایک روز کا ذکر ہے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھے،حضور ہم کو وعظ نصیحت فرما رہے تھے،حضور نے ہم کو رقت پیدا ہونے والی باتیں فرمائیں یوں حضور کا وعظ ونصیحت ہمیشہ دل ہلانے والا ہوتا تھا،مگر اس وقت کا وعظ کیا کہوں کیسا تھا، ہمارے دلوں کی عجیب حالت تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آخرت کے سارے احوال اور قیامت کے ہولناک واقعات ہمارے سامنے ہیں، ہر شخص پر ایک رقّت کا عالم طاری تھا،حضرت سعد بھی ہمارے ساتھ تھے،اس حالت سے متاثر ہوکر) حضرت سعد خوب رو رہے تھے(بے سُدھ ہوکر) کہنے لگے: کاش میں (بچپن ہی میں) مرجاتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذابِ آخرت سے نجات پاجاتا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: اے سعد! کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو (آخرت کی تمام نعمتوں سے میری صحبت بہترین نعمت ہے،میری صحبت میں رہنا کیا کم ہے کہ پھر تم کیوں میرے سامنے موت کی آرزو کر رہے ہو) تین بار حضور ایسا ہی فرماتے رہے (قطع نظر میری صحبت کے تم کو تو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے نا،اگر جنت کی خوش خبری نہ بھی دی جاتی تو تم مسلمان تھے)اگر تمہارے مقدّر میں جنت لکھی گئی ہوتی تو تمہاری عمر کا دراز ہونا اور نیکیاں کرکے جنت کے مراتب حاصل کرنا (بچپن میں مرجانے سے) بہت بہتر تھا۔(پھر اب تم بچپن میں مرنے کی آرزو کررہے ہو، یہ تمہاری شان کے لائق نہیں ہے۔)اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

5/2385۔حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو مشہور صحابی ہیں وہ بیمار تھے، میں اُن کی عیادت کے لئے ان) کے پاس گیا (کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خباب سخت بیمار ہیں، ان کو علاج کے طور پر ایک دو جگہ نہیں بلکہ) سات جگہ داغ دیا گیا ہے (بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ داغ دے کر علاج نہ کیا جائے، وہ عام طور پر ممانعت نہیں ہے لوگوں کی عادت تھی کہ معمولی ضرورت پر بھی داغ دیا کرتے تھے،اس سے منع کیا گیا، اہم ضرورت ہو تو داغ دینا ممنوع نہیں ہے حضرت خباب جیسے صحابی ممنوع چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، ایسی ہی اہم ضرورت تھی اسی وجہ سے حضرت خباب داغ دینے سے اپنا علاج کئے تھے، اہم ضرورت کا

اس سے اندازہ کرو کہ وہ کیسی سخت بیماری ہوگی جس کی برداشت نہ کر کے) حضرت خباب فرمار ہے ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت کی آرزو کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں (اس سخت مرض کی برداشت نہ کر کے) موت کی آرزو کرتا (مگر میں حضور کے ارشاد کی تعمیل کر کے کیسا ہی مرض ہو، اس میں موت کی آرزو نہیں کرتا ہوں، یہ بیماری کیا چیز ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو نہیں جانتا جس نے میرے برابر بلائیں اور مصیبتیں برداشت کی ہوں، ان مصیبتوں کے وقت کبھی بے صبری کا اظہار نہیں کیا ہوں اب اس بیماری میں بے صبری کر کے حضور کے ارشاد کے خلاف کر کے موت کی آرزو نہیں کرتا، دیکھو اس وقت) میری یہ حالت تھی کہ ایک درہم بھی میرے پاس نہیں تھا (مگر کبھی میں نے بے صبری کا اظہار نہیں کیا) اور اب میرے گھر کے ایک کونے میں 40 ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں (حارثہ) کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب کا کفن لایا گیا (جو بہت قیمتی تھا) جب (حضرت خباب) اس (کفن) کو دیکھے تو رونے لگے (روتے ہوئے) فرمائے (ایک کفن تو یہ ہے اور ایک کفن تو وہ تھا جو) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو (دیا گیا، گنجائش نہ ہونے سے تین کپڑوں کی بجائے) ایک دھاری دار چادر ہی میں آپ کو کفنایا گیا (کیا کہوں وہ بھی اتنا چھوٹا کفن تھا کہ) سر کو ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا (مجبور ہو کر) اسی کفن سے سر کو ڈھانکے پاؤں جو کھلے ہوئے تھے ان کو اذخر نامی خوشبودار گھاس سے ڈھانکے (اور اسی حالت میں حضرت حمزہ دفن کئے گئے ۔ صاحبو! آپ نے دیکھا اس وقت کی زندگی کیسی تکلیف کی زندگی تھی، باوجود اس تکلیف کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حکم تھا کہ تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کریں، اس لئے باوجود تکلیف کے کوئی صحابی نہ موت کی آرزو کئے نہ موت آنے کی دعا کئے ۔ مسلمانو! تم بھی کیسی ہی تم پر پریشانی آئے حضور کے حکم کی تعمیل کر کے کبھی موت کی آرزو نہ کرنا اور نہ موت آنے کی دعاء کرنا، صبر کئے ہوئے صبر کا ثواب حاصل کرتے رہو ۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے، اور ترمذی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے ۔

اگر موت کی آرزو کرنا ہو تو ان الفاظ سے کی جائے

6/2386 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں ہیں کہ کوئی شخص (بدنی یا مالی) مصیبت کی وجہ سے (زندگی سے تنگ آ کر) ہرگز موت کی آرزو نہ کرے، اگر تم کو ایسا ہی موت کی آرزو کرنا ہے تو (اپنے الفاظ میں ہرگز نہ کرنا، تم

اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کچھ کہہ دوگے، بہتر یہ ہے کہ حدیث کے) ان الفاظ سے موت کی آرزو کرنا (وہ الفاظ یہ ہیں):

" اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِىْ وَتَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِىْ ".

الٰہی (میں نہیں جانتا کہ میرے لئے خیر کیا ہے، آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے، اگر باوجود مصائب اور بیماریوں کے) میرا زندہ رہنا خیر ہے تو مجھے زندہ رکھئے اور اگر میرا مرنا ہی خیر ہو تو مجھے خیر کے ساتھ موت دیجئے۔

جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں

2388-7-8/2387۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتے (یہ سن کر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کیں یا رسول اللہ (اللہ تعالیٰ سے ملنے سے مراد اگر موت ہو تو موت کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، پھر حضور کا یہ فرمانا کہ بعض موت کو پسند کرتے ہیں اور بعض موت کو نہیں پسند کرتے اس کا کیا مطلب ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: عائشہ! (تم خدا کے ملنے کو اور موت کو ایک ہی سمجھ رہی ہو) ایسا نہیں ہے (انسانی فطرت کے لحاظ سے تو موت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ سے ملنا اور موت ایک چیز نہیں ہے بلکہ) جب مسلمان کو موت آتی ہے تو (چوں کہ وہ توحید اور رسالت کا قائل ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا ہے) اس کے سامنے فرشتے آ کر خوش خبری سناتے ہیں (کہ چلو اللہ سے ملو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہے، تمہارے لئے راحت و آرام اور باغ و بہار تیار کیا ہے) اس وقت مسلمان کے سامنے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی (چوں کہ اس سے راضی ہیں) اس لئے اس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں، (اس کے برخلاف) جب کافر کو موت آتی ہے تو (چوں کہ توحید اور رسالت کا انکار کر کے وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رکھا ہے اس لئے) فرشتے اس کے سامنے آ کر کہتے ہیں (کہ تم خدا سے مل کر کیا کرو گے خدا تم سے ناراض ہے) تمہارے لئے طرح طرح کے عذاب اور مصائب تیار کر رکھا ہے، تو اس وقت کافر کے سامنے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے بڑھ کر کوئی چیز ناگوار نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو

پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالی بھی (چونکہ اس پر غضب ناک ہیں) اس لئے وہ اس سے ملنے کو پسند نہیں فرماتے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قیامت میں مسلمان سے اللہ تعالیٰ کیا پہلا سوال کریں گے

9/2389 ۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک ضروری بات سنانا چاہتے تھے خاص توجہ کے ساتھ اس کو سننے کے لئے بہ طور تمہید ارشادفرمائے) (مسلمانو!) تم کو کچھ معلوم ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے پہلی بات کیا کریں گے،ایسے ہی اس دن مسلمانوں کی پہلی بات اللہ تعالیٰ سے کیا ہوگی اگر تم چاہتے ہوتو میں تمہیں اس کو سناتا ہوں، یہ سن کر صحابہ عرض کئے،حضور ضرور سنایئے (ہم اس کو سننے کے لئے خاص توجہ کے ساتھ تیار ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے سنو! اللہ تعالیٰ کی (پہلی) بات (مسلمانوں سے متوجہ ہوکر) یہ ہوگی کہ کیا تم کو یقین تھا کہ (ہم کو آخرت میں ایک دن آنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے تو مسلمان عرض کریں گے ہاں اے ہمارے مالک (ہم یقین سے ایسا ہی سمجھے ہوئے تھے) تو اللہ تعالیٰ ارشادفرمائیں گے (جب تم کو مجھ سے ملنے کا یقین تھا پھر تم گناہ کیسے کئے، مسلمان عرض کریں گے الٰہی! (ہم نادم اور شرمندہ ہیں،ہم کو گناہ نہیں کرنا چاہیئے تھا مگر) آپ کا کرم، آپ کا رحم،آپ کا حلم،ہم کو جرأت دلایا (ہم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے،آپ کی مغفرت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں،ہم بڑی امید آپ سے کئے اس لئے گناہ کرنا تھا کئے) تو اللہ تعالیٰ ارشادفرمائیں گے: (بندہ جیسے میری نسبت خیال کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں، جب تمہارا میرے ساتھ ایسا خیال تھا تو) میں تمہارے سب گناہوں کو بخش دیا۔اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے اور ابونعیم نے بھی حلیہ میں اس کی روایت کی ہے۔

موت کے وقت امید اور خوف کی حالت رکھنا چاہیئے

10/2390 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کو ملاحظہ فرمائے کہ سکرات کی حالت میں ہے،حضور ان سے دریافت فرمائے: (اس وقت تمہارے دل کی) کیا حالت ہے؟ (تمہارے دل میں اس وقت کیا خیالات آرہے ہیں) اس نوجوان نے عرض کیا: حضور! گناہوں کی

وجہ سے خدائے تعالیٰ سے ڈر رہا ہوں (کہ میرے ساتھ معلوم نہیں کیا برتاؤ کیا جاتا ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا خیال آتا ہے تو) بڑی امید بھی ہوتی ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے سامنے میرے گناہ کیا چیز ہیں ضرور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے گناہ معاف فرمائیں گے اور مجھے مرنے کے بعد راحت و آرام نصیب ہوگا، اس وقت اس کشمکش میں میرا دل پھنسا ہوا ہے) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: (سنو! اے نوجوان یوں تو ہر وقت مسلمان کو اللہ تعالی سے خوف کرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے رہنا چاہئے خاص کر) ایسے سکرات کے وقت میں (جس شخص کے دل میں اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوف ہو اور اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت اس کے پیش نظر ہو جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی امیدیں لگایا ہوا ہے، اللہ کی رحمت ہمیشہ اس کے غضب پر غالب رہتی ہے، ایسے بندہ کی حالت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آتی ہے) تو وہ بندہ جس چیز سے ڈر رہا ہے اس کو اس سے بچا لیتے ہیں اور جس چیز کی امید لگایا ہوا ہے اس کو عطا فرما کر امن اور راحت میں رکھتے ہیں۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

موت کے وقت مسلمان اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھے

11/2391۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (مجھے خوب یاد ہے) خود میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وفات شریف سے تین دن پہلے اس طرح ارشاد فرمائے ہیں تم میں سے ہر ایک کی موت ایسی حالت میں ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان کے دو بازو ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ بہت آسانی سے طئے ہوتا ہے، ایک بازو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رہے جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور دوسرا بازو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتا ہے، حالت صحت اور زندگی میں خوفِ خدا کو غالب رکھے تاکہ گناہوں سے بچتا رہے اور مرنے کے وقت خوف کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے کہ وہ وقت گناہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ موت کے وقت خدا کو رحیم، کریم، ستار، غفار جان کر مغفرت کی امید دل میں لیا ہوا رہے، تاکہ خوش خوش خدا کے پاس جانے کے لئے تیار رہے، مرنے سے جی نہ چرائے، یعنی مرنے کے وقت اگر خوف کی حالت رہی تو خدا کے سامنے ایسا جائے گا جیسے مالک کے

سامنے بھاگا ہوا غلام ڈرتا ہوا جاتا ہے اس لئے زندگی میں حتی الامکان نیکیاں کرتے رہے اور مرتے
وقت دل میں سچی امید مغفرت کی لیا ہوا رہے گا تو اللہ تعالی کے سامنے ایسا جائے گا جیسے کوئی غلام مالک
کے حکم کی تعمیل کر کے مالک کے سامنے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے خوش خوش جاتا ہے۔

مومن موت سے راحت پاتا ہے اور دنیا کو فاجر کی موت سے راحت ملتی ہے

12/2392 ۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، آپ اس جنازہ کو دیکھ کر فرمائے یا تو اس کو راحت ہوگئی یا اس سے راحت ہوگئی، صحابہ نے عرض کیا حضور آپ جو ارشاد فرمائے ہیں ہم اس کا مطلب نہیں سمجھتے، اس سے کیا مراد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سنو (میں نے جو کہا ''اس کو راحت ہوگئی اس سے مراد یہ ہے) کہ مسلمان بندہ دنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے، مرنے کی وجہ سے وہ ان تمام مصیبتوں سے چھوٹ جاتا ہے اور چونکہ وہ نیکیاں کرتا رہا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہیں (مرنے سے) وہ رحمت الہٰی میں پہنچ جاتا ہے اور راحت وآرام پاتا ہے، حضور فرمائے (کہ میں نے ''اس سے راحت ہوگئی'' جو کہا اس کا مطلب یہ ہے) کہ جو ظالم بندہ (کہ جس کے ظلم سے سب تنگ تھے طرح طرح سے لوگوں کو ایذا پہونچ رہی تھی، اس کے مرنے کی وجہ سے سب کو راحت مل جاتی ہے) انسان تو انسان بلکہ شہر، درخت اور جانور اس کے مرنے سے سب کو راحت ہو جاتی ہے (اس لئے کہ اس کے ظلم کی وجہ سے سارے عالم میں فساد پھیل گیا تھا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک تھے اس کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے بارش رک گئی تھی، طرح طرح سے عالم میں خرابیاں ہو رہی تھیں، اس کے مرنے کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں دور ہوگئیں، بارش کی وجہ سے زمین سرسبز ہوگئی اور زمین پر رہنے والوں کو آرام نصیب ہوگیا اس لئے میں نے اس جنازہ کو دیکھ کر کہا کہ اس کو آرام مل گیا یا اس سے سب کو آرام مل گیا۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

13/2393 ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خاص توجہ سننے کے لئے) میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر ارشاد فرمائے ابن عمر سنو! (دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھنا) تم دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر (منزل میں) رہتا ہے (کسی چیز سے دل نہ

لگاؤ اس لئے کہ ایک دن اس کو چھوڑ نا ہے، یہاں کی لذّتوں سے نفع لینے کی عادت نہ ڈالو، لوگوں سے گہرا تعلق (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) پیدا نہ کرو، ایک دن ان کو چھوڑ نا ہے، ہاں خدا و رسول کے حکم کے موافق ان کے حقوق اداء کرتے رہو، ابن عمر! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یہاں ہمیشہ رہنے کے واسطے آیا ہوں، تم ایسے رہو جیسے مسافر کہ وہ کسی سے گہرے تعلق پیدا نہیں کرتا، مسافر کے جیسے مشاغل ہوتے ہیں ایسے مشاغل رکھو، ہمیشہ رہنے والے کے جیسے مشاغل نہ پیدا کرو، تم مسافر ہو، آخرت تمہارا اصلی وطن ہے، اصلی وطن میں رہنے کے لئے یہاں سے سامان تیار کر کے چلو، سنو ابن عمر! مسافر منزل میں ایک دو روز تو بھی قیام کرتا ہے لیکن تم کو یہاں ایک دو روز بھی قیام کرنے کی امید نہیں) بلکہ تم اپنے کو سمجھو کہ میں مسافر ہوں راستہ چل رہا ہوں (مجھے یہاں دنیا میں ایک دن بھی رہنے کی امید نہیں ہے، کیا معلوم کب وقت آتا ہے اور کب چلنا پڑتا ہے اگر شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو (کیا معلوم تم صبح تک زندہ رہتے بھی ہو یا نہیں) اور ایسا ہی جب (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو (کیا معلوم کہ تم شام تک زندہ رہتے ہو یا نہیں، ابن عمر! تم موت کی تیاری میں رہو) جو وقت ملے اس کو غنیمت سمجھو، صحت کے زمانہ میں جہاں تک ہو سکے اعمال نیک کرتے رہو) جب بیمار ہو جاؤ گے تو تم اعمال نیک کرنا چاہو گے نہیں کر سکو گے) ایسا ہی زندگی کو غنیمت جانو، جہاں تک ہو سکے اعمال نیک کرتے رہو (موت کے بعد کا زمانہ جزاء ملنے کا زمانہ ہے، عمل کرنے کا زمانہ نہیں ہے، ہزار تم عمل کرنا چاہو گے مگر عمل نہیں کر سکو گے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو

14/2394۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: (مسلمانو! کب تک غفلت میں رہو گے غفلت دور کرنے کے لئے) لذتوں کے مٹانے والی کو کثرت سے یاد کیا کرو (کچھ سمجھے کہ لذتوں کو مٹانے والی کون چیز ہے؟ سنو) وہ موت ہے (موت بھولنے سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جب موت تمہارے سامنے رہے گی تو تم سفر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤ گے اور اعمال نیک کر کے خدا کے سامنے سُرخرو جانے کے لئے ہمیشہ کوشش کرو گے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

موت کو یاد کرتے رہنا اطاعت الٰہی کا سبب بنتا ہے

15/2395۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمائے صاحبو! اللہ تعالیٰ سے ایسا شرماؤ جیسے اس سے شرمانا چاہئے (صحابہ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء کو سمجھ گئے کہ حضور یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو حاصل کرکے اس کے احسانات میں رہ کر پھر اس کی نافرمانی کرنا بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے اس لئے) صحابہ عرض کئے حضور! اللہ کی نعمتیں اور اس کے احسانات ہم کو یاد ہیں الحمد للہ ہم اس کی فرمانبرداری کئے جارہے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے اللہ تعالیٰ کی بے گنتی نعمتوں کے اور کثرت سے احسانات کے مقابلہ میں تمہاری فرمانبرداری کچھ بھی نہیں، اس لئے کہتا ہوں) اس طرح کی فرمانبرداری سے جیسا شرمانا چاہئے ویسا شرمانے کا حق اداء نہیں ہوتا، (جیسے میں کہتا ہوں اس طرح کرو تو کسی قدر شرمانے کا حق اداء ہوجائے گا، صاحبو! سونچو) تم کو اللہ تعالیٰ نے جو سر دیا ہے اس سے تم کو جو نعمتیں مل رہی ہیں ان نعمتوں کو یاد کرو اس کا شکر یہ ہے کہ غیر خدا کے آگے سر نہ جھکانا جس نے سر دیا ہے اس کے سامنے سر جھکانا چاہئے، تکبّر اور غرور سے سر نہ اکڑانا اور سر میں بُرے خیالات اور عقائدِ باطلہ نہ جمع کرنا سر میں تمہارے زبان دیا ہے، آنکھیں دی ہیں اور کان دئے ہیں ان میں سے ایک ایک کیا کہوں کیسی نعمت ہے، اگر کسی میں بیماری سے نقصان آجائے اس وقت اس نعمت کی قدر ہوتی ہے اس لئے تم ان نعمتوں کو زبان آنکھ اور کان کو خدا کی نافرمانی میں صرف نہ کرنا جس نے یہ نعمتیں دی ہیں اسی کی اطاعت میں رکھنا مثلاً کان سے غیبت، جھوٹ اور فحش باتیں نہ سننا اور آنکھ سے نامحرم کی طرف نہ دیکھنا اور زبان سے جھوٹ غیبت اور بری باتیں نہ کہنا، صاحبو! پھر سونچو) تم کو اللہ تعالیٰ نے جو پیٹ دیا ہے وہ کیسی بڑی نعمت ہے اس سے تم کو کیا کیا فائدے مل رہے ہیں، اس کا شکر یہ ہے کہ پیٹ کو حرام غذا سے بچاؤ (اور پیٹ کے متعلقات میں دل ہے اس میں علمِ دین اور معرفتِ حق جمع کرو، اور دل کو ماسوائے اللہ کی محبت سے دور رکھو، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور پیٹ کے متعلقات میں شرمگاہ ہے، ہاتھ پاؤں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو، ان سب کو اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے کاموں میں لگائے رکھو، خلاصہ یہ ہے کہ جسم کو اور سارے اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھنے سے سمجھا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسا شرمارہے ہو جیسا کہ شرمانا چاہئے، جسم کو

اور سارے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں رکھنے کے دو علاج بتا تا ہوں سنو! ایک تو یہ ہے کہ) ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو اور (موت کے بعد قبر میں جسم کے سڑنے گلنے کو بھی سوچتے رہو (تو تمہارے دل میں رقت پیدا ہوگی، جس کے سبب سے تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھو گے، اور دوسرا علاج یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی زیب و زینت جن کے پیش نظر رہتی ہے وہ جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری میں نہیں رکھ سکتے ہیں اس لئے تم خوب سوچو کہ تم کو دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے ایک دن دنیا چھوڑ کر اللہ تعالی کے سامنے جانا ہے اس لئے) دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دو (دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرو تو تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رکھ سکو گے تو) سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے جیسا شرمانا چاہئے ویسا شرمارہے ہیں۔ اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

تمہید

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ''۔ (سورۂ مائدہ، پ:6، ع:8، آیت نمبر:54) (اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں اور مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں) ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے: ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ''. (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:20، آیت نمبر:165) (مسلمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں سے محبت کا تعلق ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ دوست دوست کے ساتھ مہربانیاں اور سرفرازیاں کرنا چاہتا ہے بعض موانعات کی وجہ سے سرفرازی نہیں کرسکتا ہے، جب موانعات اٹھ جاتے ہیں تو دوست کو سرفراز کرنے کا موقع ملتا ہے، ایسا ہی اللہ تعالی کو خاص طور پر مسلمانوں سے مہربانی کرنے کا اور ان کو سرفراز کرنے کا دنیا میں رہنے کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا ہے گو دنیا میں بھی ان پر مہربان ہے اور ان کو سرفراز کررہا ہے مگر آخرت میں جو مہربانیاں اور سرفرازیاں ہوں گی مسلمان کو دنیا میں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالی نہیں دے رہا ہے) مسلمانوں کو دنیا چھوڑ کر خاص مہربانیاں اور سرفرازیاں حاصل کرنے کے لئے آخرت میں جانا ضروری ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ موت جو مثل ایک تحفہ اور ہدیہ کے ہے اس کو بھیج کر مسلمان کو سرفراز کرنے کے لئے آخرت میں بلاتے ہیں اس لئے:

موت مومن کے لئے تحفہ ہے

16/2396 ۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کے لئے موت مثل تحفہ اور ہدیہ کے خوش گوار ہے (کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا، طرح طرح کی نعمتیں اور راحت وآرام ملے گا۔)

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

مومن کا خاتمہ بالخیر ہونے کی ایک علامت

17/2397 ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان (جب اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے تو) مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے (اس لئے کہ خاتمہ بالخیر ہونے کی یہ بھی ایک علامت ہے۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ناگہانی موت مومن کے لئے رحمت اور کافر کے لئے غضب ہے

18/2398 ۔ابوداؤد کی روایت میں عبیداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یکا یک اور اچانک مرجانا اللہ تعالیٰ کے غضب کی علامت ہے (کس کے لئے؟ کافر کے لئے ، اس وجہ سے کہ بیہقی اور رزین دونوں نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یکا یک مرجانا کافر کے حق میں غضبِ الٰہی کی علامت ہے اور مسلمان کے لئے یکا یک مرنا رحمتِ الٰہی کی علامت ہے۔

(3/75)بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ

(جس شخص پر موت کے آثار وعلامات ظاہر ہو گئے ہیں اور یقین ہو گیا ہو کہ یہ شخص مرنے والا ہے اور اس پر سکرات کا عالم ہو ایسے وقت اس شخص کے پاس کیا کہا جائے اور کیا پڑھا جائے؟ اس باب میں اس کا بیان ہے)

ف: موت قریب ہونے کے آثار وعلامات یہ ہیں، سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ ٹانگوں کو کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں جب یہ آثار وعلامت ظاہر ہو جائیں تو اس کے سامنے بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھو تا کہ تم کو پڑھتے سن کر وہ خود بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو، کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے، نہ معلوم اس کے منھ سے کیا نکل جاوے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین اس طرح پڑھو کہ وہ سن سکے، سورہ یٰسین پڑھنے سے سکرات کی سختی کم ہوتی ہے اور اس وقت اس کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے۔(اشعۃ اللمعات 12)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ، اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ، اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ''۔اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ انعام، پ:7، ع:11، آیت نمبر:93، میں)(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کفار بڑے ظالم ہیں، ان ظالموں کا یہ حال ہے کہ) اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں (تو بڑا ہولناک منظر دکھائی دے گا) جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی روح نکالنے کے واسطے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے اور ان پر سختی کرنے کے لئے کہتے جاتے ہوں گے کہ ہم کو تمہاری جانیں جلدی نکالنے دو (کہاں بچائے پھرتے تھے) دیکھو آج تم کو ذلّت کی سزا دی جائے گی (جس میں تکلیف جسمانی بھی ہوگی اور ذلّت روحانی بھی۔)

وَقَوْلُهٗ: ''اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ''۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ مومن، پ:24، ع:5، آیت نمبر:46، میں) کافروں کو قبر کے عذاب کے سوا یہ بھی عذاب دیا جائے گا کہ) ان کو قبر میں صبح وشام دوزخ کے سامنے لایا جاتا ہے(ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز

اس ہولناک عذاب میں داخل کئے جاؤ گے، اگر ایک ہی وقت ان کو دوزخ میں داخل کیا جاتا تو یہ اچھا تھا، اسلئے کہ بار باران کو دکھایا جائے کہ دوزخ میں ان کا یہ مقام ہے، کیونکہ جو پریشانی اور تکلیف اس سے ہوتی ہے وہ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔)

وَقَوْلُهُ:'' كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ o الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''۔اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ نحل، پ:14، ع:4، آیت نمبر:32، میں) اللہ تعالیٰ متقیوں کو ان کے تقویٰ کا یہ عوض دے گا (کہ جب ان کے سکرات کا وقت ہوگا تو) فرشتے ان سے کہیں گے کہ ماشاء اللہ تم بہت پاک زندگی بسر کئے ہو، اس کے عوض خدا کا سلام تم پر نازل ہو رہا ہے، اب چلو جنت میں داخل ہو جاؤ، دنیا میں تم جو نیک کام کئے تھے اس کا بدلہ اب تم کو مل رہا ہے۔ (مرنے والے کو یہ خوشخبری سن کر بہت بڑا آرام اور راحت ملے گی اور وہ خوش خوش موت کے فرشتوں کو اپنی جان دیدے گا۔)

تلقینِ میت کا بیان

1/2399 ۔ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آ گئی ہے (اور سکرات شروع ہوگئی ہو تو) اس کے سامنے آواز سے کلمہ توحید ''**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**'' (اس طرح) پڑھے (کہ مرنے والا اس کو سنے اور کلمہ توحید اسے یاد آ جائے اور وہ زبان یا دل سے کلمہ توحید پڑھے اور کلمہ توحید پر ہی اس کا خاتمہ ہو جائے۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: درمختار میں مذکور ہے کہ اس طرح تلقین کرنا مستحب ہے اور بعضوں نے اس کو واجب بھی قرار دیا ہے، مرنے والے کو کلمہ توحید پڑھنے کا حکم نہ کرے کہ وہ سکرات کی تکلیف کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دے، اگر مرنے والا ایک دفعہ کلمہ توحید پڑھ لے تو دوبارہ اس کو کلمہ توحید پڑھنے پر اصرار نہ کرے ہاں اگر وہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد دنیا کی کوئی بات کیا ہو تو اس کے سامنے پھر کلمۂ توحید پڑھے تا کہ وہ اس کو سن کر خود بھی کلمۂ توحید پڑھے اور اس کا آخر کلام ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہوا یسا ہی دفن کے بعد بھی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ توحید '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''آواز سے پڑھنا اہل السنّت والجماعت کے پاس جائز ہے جیسا کہ جوہرہ میں مذکور ہے، اس لئے کہ مردہ اس کو سنتا ہے اور اس کو فرشتوں کے سوال و جواب دینے میں سہولت ہوتی ہے، قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین ان الفاظ

سے کی جائے: ”یَا فُلَانُ یَا ابْنَ فُلَانِ اُذْکُرْ مَاکُنْتَ عَلَیْهِ وَ قُلْ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا“۔

یعنی مردہ کا نام اوراس کے باپ کا نام لے کر یہ کہے کہ دنیا میں جیسے توحید اور رسالت کا اقرار کیا کرتا تھا، اب بھی فرشتوں کے سامنے توحید ورسالت کا اقرار کر (ڈرنا نہیں، کچھ غمزدہ نہیں ہونا اسی طرح کہنا کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور دین میرا اسلام ہے اور رسول میرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تلقین کرنے والے سے جب مردہ یہ سنتا ہے اور یہی فرشتوں کو جواب دینا چاہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس کے بھائی نے اس کو سکھا دیا ہے، اب اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، ایسا درمختار میں مذکور ہے اور امام سیوطی نے اپنے رسالہ میں ایسی ہی تصریح کی ہے اور جوہرہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ قبر میں جن سے سوال نہیں ہوتا ہے ان کو تلقین نہیں کرنا چاہئے اور شرح سنیہ میں لکھا ہے کہ جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ آٹھ لوگ ہیں:

(1) ایک اللہ کی راہ میں کافروں کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہونے والا۔(2) دوسرا وہ شخص ہے جو سرحد اسلام پر سرحد کی حفاظت کر رہا ہے اور وہ اپنی موت سے مرگیا تو اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (3) تیسرا شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو طاعون میں مبتلا ہوکر مرے (4) چوتھا وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے وہ ہے جو طاعون کے زمانہ میں کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہوکر مرے بشرطیکہ وہ اس پر صابر اور طالب ثواب رہا ہو (5) پانچویں وہ لوگ جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ صدیق ہیں جو انبیاء کرام کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں، جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے اور جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے (6) چھٹے نابالغ بچے ہیں جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (7) ساتویں وہ لوگ ہیں جو جمعہ کے دن یا شب جمعہ مرے ہوں، ان سے قبر میں سوال نہیں ہوتا (8) آٹھواں وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو ہر رات میں سونے سے پہلے سورۃ الملک (سورۃ تبارک الذی) پڑھ کر سوتا ہو اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو اپنے مرض الموت میں سورہ ”قل ھواللہ احد“ پڑھا ہو، اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے۔12

کلمۂ طیبہ پر خاتمہ کی فضیلت

2/2400 ۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ موت کے وقت جس کا آخری کلام ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“، جس کا آخری کلام ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔مراد ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ سے پورا کلمۂ طیبہ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے جُزء کہہ کر کُل مراد لیتے ہیں، مثلاً کوئی کہے کہ ''قل ھواللہ'' پڑھنے کا یہ ثواب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پورا سورہ ''قل ھواللہ'' پڑھنے پر یہ ثواب ملتا ہے ایسا ہی ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' پڑھنے کا جو حکم ہو رہا ہے، جزء کہا گیا ہے مراد پورا کلمہ پڑھنا ہے یعنی جس کا آخری کلام '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ الـلّٰـهِ '' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور اس حدیث شریف میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مرنے والے کے سامنے '' لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' آواز سے پڑھ کر تلقین کی جائے تا کہ مرنے والا بھی زبان سے یا دل میں '' لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھے اور اس کلمۂ طیبہ پر اس کا خاتمہ ہو اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔12

تلقینِ میت کی ایک دعاء

3/2401۔ عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آ گئی ہو (یعنی سکرات شروع ہوگئی ہو تو) اس کو ذیل کے الفاظ کی تلقین کرو (تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذیل کے صفات سنے اور اس کے ذہن میں وہ صفات موجود ہوں اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن پیدا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے دنیا سے چل بسے، وہ الفاظ یہ ہیں):

'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ''.

تم (اب ایسی مبارک ذات کے سامنے جا رہے ہو) جو وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (تم جو اس کی عبادت کئے ہو وہ عبادت کو قبول کر کے سرفراز فرمائے گا) وہ بڑے حلم والے ہیں (زندگی میں تم جو کوئی قصور کئے ہو تو اس نے تم کو اپنے حلم کی وجہ سے سزا نہیں دی، اب مرنے کے بعد بھی ایسا ہی حلم کی وجہ سے وہ تمہارے گناہوں کو درگذر فرمائے گا) اور وہ کریم بھی ہے (بے مانگے عطا فرماتا ہے، زندگی میں تم کو بڑی بڑی نعمتیں دیا تھا، ایسا ہی مرنے کے بعد بھی اُخروی نعمت عطا فرمائے گا۔) '' سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ''.

(کیا کہوں وہ کیسی عظمت والا ہے) اس کی جو عظمت تمہارے ذہن میں آئے، اس سے وہ پاک ہے اور اس سے زیادہ عظمت والا ہے، عرش عظیم کا وہ مالک ہے (جس کی یہ شان ہو، اس کے سامنے تمہارے گناہ کیا چیز ہیں، تم ڈرو مت اس کی رحمت کی امید کئے ہوئے، اس کے سامنے جاؤ وہ تم پر تمہاری امید سے زیادہ رحمت نازل کرے گا، جب تم اس کو اپنے اوپر اس طرح فضل و کرم کرتا ہوا دیکھو گے تو بے اختیار تمہارے منہ سے نکلے گا۔) '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ''.

’’ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ‘‘ (اے اللہ ایک مجھ پر ہی کیا آپ کا فضل وکرم ہورہا ہے) آپ رب العالمین ہیں (سارے عالم پر آپ کا فضل وکرم ہے، ایسے فضل وکرم والے سے ایسی ہی فضل وکرم کی امید لئے ہوئے آیا ہوں ۔)

یہ سن کر صحابہ عرض کئے کہ حضور یہ دعاء اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی امیدوار بناتی ہے، زندوں کو بھی تو اللہ کے فضل وکرم کی ضرورت ہے اگر ہم یہ دعاء زندوں کو سکھائیں تو کیسا ہے حضور فرمائے بہت بہتر ہے! بہت بہتر ہے (زندوں کو بھی تو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہئے ضرور یہ دعاء زندوں کو بھی سکھایئے ۔)

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

سکرات کے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے کا حکم

4/2402۔ مَعْقِلُ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آگئی ہو (اور اس کو سکرات شروع ہوگئی ہو) تو (اس کے نزدیک بیٹھ کر) اس کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔ (اس سے مرنے والے پر سکرات آسان ہوتی ہے، دوسری حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔12

مرنے والے کے ذریعہ حضور اقدس کی خدمت میں سلام بھیجنے کا بیان

5/2403۔ محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ وہ سکرات کی حالت میں تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ اب دنیا سے جارہے ہیں (اور عالم برزخ میں سب سے پہلا کام آپ کا یہ ہوگا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کریں گے، تو میرا سلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچایئے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: محبانِ رسول کے لئے یہ حدیث شریف بڑی تسلی دلاتی ہے، اگر ابھی وقت نہیں آیا ہو کہ تم حضور کی خدمت اقدس میں پہونچ سکو تو کیا ہوا تمہارا سلام تو مرنے والے کے ذریعہ سے بھی دربارِ نبوت میں پہونچ جاتا ہے، اس لئے کہ تم اپنے اس سلام کو جس مرنے والے کو پہونچانے کے لئے کہتے

ہیں، اس پر تمہارے سلام کو حضور کی خدمت میں پہونچانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ردالمختار میں شرنبلالی کے حوالہ سے کہا ہے۔12

مرنے والے کے ذریعہ آگے گئے ہوؤں کو سلام پہونچانے کا بیان

6/2404۔ عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس امّ بِشر بنت براء بن معرور آئیں اور کہیں کعب! (اب تم دوسرے عالم میں جارہے ہو، تم جانتے ہو کہ میرے فرزند بشر کا انتقال (مرقات میں ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے ایسا لکھا ہے۔12) ہو چکا ہے، مجھے ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہے اپنی تسلی کے لئے کہتی ہوں کہ) اگر بشر سے تمہاری ملاقات ہوجائے تو ان کو میرا سلام پہونچایئے، کعب فرمائے امّ بِشر تم کیا کہہ رہی ہو، معلوم نہیں وہاں کیا پیش آتا ہے، ہم اپنی حالت میں پریشان رہیں گے (لوگوں کو سلام پہونچانے کا کیسا موقع آئے گا) امّ بِشر کہنے لگیں کعب تم یہ کیا کہہ رہے ہو (مسلمان کو وہاں پریشانی نہیں ہے بلکہ امن چین ہے) تم بھی سنے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمائے ہیں؟ حضور کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ (جیسے سمجھو! آج کل کی دنیا میں ہوائی جہاز میں لوگ بیٹھتے ہوئے سیر کرتے ہیں ایسے ہی) مسلمانوں کے روحیں سبز پرندوں کے خول میں بیٹھے ہوئے جنت کے درختوں میں میوہ خوری کرتے پھریں گے حضرت کعب فرمائے ہاں میں نے بھی حضور کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے پھر امّ بِشر فرمائیں کہ آپ بھی جنت میں ایسے ہی سیر کرتے پھریں گے (وہاں پریشانی کا کیا ذکر ہے بلکہ وہاں آپس میں ملاقات ہوتی رہے گی، اس لئے کہتی ہوں کہ تم میرے فرزند بشر کو میرا سلام پہونچا دیجئے۔)

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت 'کِتَابُ البَعْثِ وَالنُّشُوْرِ' میں کی ہے۔

میت کو بوسہ دینے کا بیان

پہلی حدیث

7/2405۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے) کے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے ان کا بوسہ لئے اور (اس وقت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس قدر رو رہے تھے کہ آپ کے) آنسو حضرت عثمان بن مظعون کے چہرہ پر بہہ رہے تھے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: البحر الرائق میں مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے، اور عمدۃ القاری میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور مرقات میں لکھا ہے کہ مردہ پر بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونا جائز ہے۔ 12

دوسری حدیث

8/2406۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت تھی وہ سب کو معلوم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد (جو صدمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوا ہوگا وہ حضرت صدیق کا ہی دل جانتا ہے، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلبِ مبارک میں برداشت کی جو قوت تھی وہ اوروں کے قلب میں ایسی نہیں تھی، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق خود بھی برداشت کر رہے تھے اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو تسلی بھی دے رہے تھے، اپنی تسلی کے لئے فرطِ محبت سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر (کئی مرتبہ) بوسہ دئے (اور بار بار کہتے تھے وا خَلِیْلَاہُ! وا صَفِیّاہُ! وَانَبِیّاہُ! میرے دلی دوست آپ کے بعد مجھے کیسی تسلی آئے گی، بجز حضور کی یاد کے کوئی چیز سے تسلی نہیں ہوگی، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کا سبب بنا۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

مرنے والے کے پاس دعاءِ خیر کرنے کا بیان

9/2407۔ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جب تم کسی بیمار کے پاس (عیادت کے لئے) جاؤ (گو مریض کیسی ہی مایوس کن حالت میں ہو مگر تم تو) اس کے لئے دعاء خیر کرو (اور اس کی شفاء کے لئے دعاء کرو، فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں اور تم جو کچھ کہوگے اس پر آمین کہتے ہیں، مریض کے لئے اچھی دعاء کرو تا کہ تمہاری دعاء فرشتوں کے آمین کہنے سے قبول ہوجائے۔) اور اس کو شفاء ہوجائے ایسا ہی اگر تم کسی ایسے شخص کے پاس جاؤ کہ جس کی موت قریب آ گئی ہے اور وہ سکرات میں مبتلا ہے تو اس کے لئے بھی دعائے خیر کرو (اور اس کی شفاء کی بھی دعاء کرو اور اس کے سامنے مایوسی کے الفاظ نہ کہو)

فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں، تم جو دعاء کروگے اسی پر وہ آمین کہیں گے (ایسا ہی جب کوئی شخص مرجائے اور تم اس کے ورثاء کو پرسہ دینے کے لئے جاؤ تو مرنے والا کو کیسا ہی برا ہو، اس وقت اس کی برائیاں ظاہر مت کرو، مرنے والے کے لئے مغفرت کی دعاء کرو۔ فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں تم جو کچھ کہوگے اس پر آمین کہتے ہیں، تمہاری مغفرت کی دعاء سے شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اس کی مغفرت ہوجائے۔) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مرنے کے بعد مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کا حکم

10/2408 ۔ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسلمہ کے انتقال کے بعد ابوسلمہ کے گھر تشریف لائے اور ملاحظہ فرمائے کہ ابوسلمہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمائے (جب روح نکالنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو مرنے والا یہ سماں دیکھتا رہتا ہے اور) روح نکل جانے سے بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے (اور اس میں آنکھ بند کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی، اس لئے آنکھ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں، اس لئے حضور ابوسلمہ کی آنکھیں بند کردئے، اس سے معلوم ہوا کہ مردے کی آنکھیں بند کردیا کریں) حضور کے یہ الفاظ سن کر گھر والے سمجھے کہ ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس لئے رونا اور چیخنا شروع کئے (جب غم زیادہ ہوتا ہے تو اپنے کو کوسنے لگتے ہیں اور ابوسلمہ کے گھر میں بھی یہی ہورہا تھا اس لئے) حضور فرمائے (چیخنا، چلاّنا بے صبری کی علامت ہے ایسا نہ کرنا چاہیئے اور اپنے کو کوس لینا بھی نہیں چاہیئے اس لئے کہ) اس وقت فرشتے موجود رہتے ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہیں اسی پر آمین کہتے رہتے ہیں (جب تم اپنے کو کوسنے لگوگے تو فرشتوں کے آمین کہنے سے وہ بددعا تمہارے حق میں بھی قبول ہوجائے گی اس لئے کوسنے سے بچو۔) پھر اس کے بعد حضور ابوسلمہ کے لئے اس طرح دعاء کرنے لگے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِیْ الْمَهْدِیِّیْنَ، وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِیْ الْغَابِرِیْنَ، وَاغْفِرْلَنَا وَلَهُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، وَافْسَحْ لَهُ فِی قَبْرِهٖ وَ نَوِّرْ لَهُ فِیْهُ.

الٰہی! ابوسلمہ کی مغفرت فرمایئے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سب سے زیادہ ان کا درجہ بڑھایئے، الٰہی! باقی ماندہ لوگوں کو سنبھالنے والا چلا گیا، آپ ابوسلمہ کے خلیفہ ہوکر سب کو سنبھالئے اور ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی بھی مغفرت فرمایئے، اے تمام عالم کے پروردگار! اور ان کی قبر کو کشادہ کردے اور ان کی قبر میں نور بھردے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مصیبت کے وقت پڑھی جانے والی دعاء

11/2409 ۔ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق'' اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ '' (ہم تو اللہ ہی کے ہیں، ہم ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ ہی کے ملک ہیں، وہ ہم کو جس حال میں رکھے اس کو اختیار ہے اور وہ جو تصرف چاہے کر سکتے ہیں، یہ تصرف ایسا ہی ہے جیسے مالک کو اپنے مِلک میں تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے، اگر کوئی نقصان پہنچے تو ہم کو اس نقصان کی وجہ سے نہ کسی شکایت کا حق ہے اور نہ رنج کرنے کا اور پھر پہلے اور بعد کا فرق ہے وہ چیز پہلے گئی ہے اور ہم کو بھی ایسے ہی اس کے بعد اللہ ہی کی طرف جانا ہے، اس لئے کوئی رنج کا موقع نہیں) یہ مذکورہ آیت پڑھ کر اس طرح کرے:

اَللّٰهُمَّ اُجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا.

الٰہی! (مجھ پر نا قابل برداشت مصیبت آئی ہے میں اس مصیبت پر آپ کے لئے صبر کرتا ہوں) مجھے اس مصیبت پر صبر کرنے کا اجر وثواب دیجئے اور جو چیز مجھ سے جدا ہوگئی ہے مجھے اس کا نعم البدل عطا فرمایئے۔(اس سے بہتر نعمت عطا کیجئے)

تو اللہ تعالیٰ مصیبت پر اس کو ثواب دیتے ہیں اور جو چیز جدا ہوگئی ہے اس کا نعم البدل بھی ضرور عطا فرماتے ہیں (ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ یہ حدیث مجھے یاد تھی اور) جب (میرے شوہر) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا (کیا کہوں اس وقت مجھ پر کیسی مصیبت ٹوٹ پڑی ایسے وقت مجھے یہ حدیث مذکور یاد آ گئی، میں چاہتی تھی کہ اس حدیث میں جو دعاء مذکور ہے وہ دعاء کروں لیکن میرے دل میں پھر خیال آیا کہ ابو سلمہ بہترین مسلمان تھے ان کا کوئی نظیر نہیں) سب سے پہلے یہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اب ان کا نعم البدل مجھے کون ملے گا پھر خدائے تعالیٰ مجھے اس مذکورہ دعاء کرنے کے ارادہ پر عزم عطاء فرمایا، اور میں مذکور الصدر دعاء کی (کہ الٰہی) میں آپ کے نبی کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں میرے شوہر کے انتقال کرنے سے مجھ پر جو مصیبت آئی ہے مجھے اس کا ثواب دیجئے اور میرے شوہر کا نعم البدل عطاء فرمایئے) زمیں انتظار کر رہی تھی میرے شوہر کا نعم البدل مجھے کون ملے گا نہ شان نہ گمان کہ) اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل (مجھے اس طرح) عطاء فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیام بھیجا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

روح نکلنے کے بعد میت پر چادر اڑھانے کا بیان

12/2410 ۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جسم مطہر پر ایک یمنی دھاری دار چادر اڑھادی گئی تھی۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا چاہیئے

13/2411 ۔حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ان کی عیادت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمائے مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ طلحہ کا انتقال ہوجائے گا جب ان کا انتقال ہوجائے تو تم (ان کے انتقال کی) مجھے خبر دینا (میں ان کی نماز جنازہ میں شریک رہوں گا) اوران کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر والوں کے سامنے زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہیئے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

مومن کی روح اور کافر کی روح کے قبض کرنے کی کیفیت

14/2412 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آ گیا ہو (اور سکرات شروع ہوگئی ہو) تو اس کے پاس فرشتے آجاتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ مرنے والا مسلمان ہے اوراس کی زندگی اکثر نیکیاں کرتے ہوئے گزری ہے تو اس سے فرشتے کہتے ہیں: اے پاک روح! (توحید رسالت کے قائل ہونے سے اور نیکیاں کرنے کی وجہ سے تیرا جسم بھی پاک تھا) اپنے پاک جسم سے باہر نکل آ، (دنیا میں بھی تو نیک نام رہی اور فرشتوں میں بھی تیری تعریف ہورہی ہے) تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ (تونے دنیا میں جو پاک زندگی بسر کی ہے، اس کی وجہ سے عالم برزخ میں راحت وآرام کا سامان مہیا ہے، جنت میں جو تجھے ملے گا، اس کو کچھ نہ پوچھو طرح طرح کی نعمتیں اور) گل وریحان تیرے لئے

تیار ہیں (سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں اور تجھ سے ناراض نہیں ہیں، (جب تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گی اور اللہ تعالیٰ کو اپنے سے راضی اور خوش دیکھے گی تو اس نعمت کے مقابلہ میں ساری نعمتوں کو بھول جائے گی) مرنے والے کی روح کو اس طرح کی خوش خبریاں سنائی جاتی رہتی ہیں اور روح (یہ خوش خبریاں سن سن کر بہت خوش اور فرحان) جسم کو چھوڑ باہر نکل آتی ہے، پھر فرشتے اس نیک روح کو لے کر آسمانِ دنیا کی طرف چڑھتے ہیں، پھر آسمان دنیا کا دروازہ کھلایا جاتا ہے تو آسمان کے دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ روح لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں نیک شخص کی روح ہمارے ساتھ ہے (دربان اس کو پہنچان لیتے ہیں اور) خوش آمدید کہتے ہیں (اور آسمان اول کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں) مرحبا مرحبا! اے پاک روح (جب تک) تو پاک جسم میں تھی (اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار رہی اسی کے صلہ میں تیری یہ عزت ہورہی ہے) اور یہاں فرشتوں میں تیری تعریف ہورہی ہے، آ تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیرے لئے تیار ہیں (اور سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں اور تجھ سے ناراض نہیں ہیں، ہر آسمان میں اس روح کی اسی طرح آؤ بھگت ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ یہ نیک روح اس آسمان تک پہونچتی ہے جہاں اللہ تعالی کے خاص تجلیات ہوتے رہتے ہیں اور جب کوئی برا آدمی (جو نہ توحید کا قائل تھا اور نہ رسالت کا، جب اس کو سکرات شروع ہوجاتی ہے تو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں) اور اس مرنے والے سے یہ کہتے ہیں کہ (کفر اور شرک کے عقائد کی وجہ سے) تیری روح نجس تھی اور (کفر وشرک کے اعمال کرنے کی وجہ سے) جسم بھی نجس تھا تو اے نجس روح نجس جسم سے باہر نکل آ دیکھ تجھے (فرشتوں میں) کیسا برا سمجھا جارہا ہے اور تیرے لئے گرم کھولتا پانی اور پیپ ولہو قسم قسم کے عذاب تیار ہیں، اسی طرح سے عذاب کی خبریں جسم سے نکلنے تک یہ خبیث روح کو ستائی جاتی ہیں، خبیث روح اپنے جسم سے نکلنا تو نہیں چاہتی ہے، زبردستی فرشتے اس کو جسم سے نکال کر لئے ہوئے آسمان کی طرف جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے پر پہونچ کر آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں، دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کس کو تم اندر لانا چاہتے ہو تو روح لے جانے والے فرشتے اس بری روح کا نام اور پتہ بتاتے ہیں تو دربان کہتے ہیں کہ ایسی نجس اور خبیث روح کا آسمانوں میں کیا کام ہے؟ (کفر وشرک کی وجہ سے یہ بدنام ہے، سب فرشتوں میں اس پر لعنت کی جارہی ہے) ایسی نجس اور

خبیث روح کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا تو پھر اس کو آسمان پر سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ اپنی قبر کی طرف آجاتی ہے، (اور قبر کا عذاب بھگتتی رہتی ہے۔)

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

روح نکلنے کے بعد مومن اور کافر کی روحوں کے ساتھ جو معاملہ پیش آتا ہے اس کا بیان

پہلی حدیث

15/2413۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب مسلمان کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں (اور کئی فرشتے بھی اس روح کے ساتھ رہتے ہیں) اس حدیث کی راوی جو حضرت حماد ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کی روح میں خوشبو رہتی ہے، اور مشک کی طرح سے وہ مہکتی رہتی ہے، اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمانوں میں لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی اس پاک روح میں ماشاء اللہ کیا خوشبو ہے، اے روح تجھ پر اور تیرے اس جسم پر کہ جس میں تو تھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں! (دنیا میں تو نے خدا کی اطاعت کرتے ہوئے کیسی اچھی زندگی بسر کی ہے) پھر اس کے بعد فرشتے اس روح کو اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں (تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں) پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس پاک روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک عِلِّیِّیْنَ میں رکھو (تا کہ وہاں راحت وآرام پاتی رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے، حضرت حماد جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کافر کی روح میں (کفر وشرک کی وجہ سے) بدبو رہتی ہے (اور اس پر لعنت برستی رہتی ہے، اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمان دنیا کے دروازے تک لے جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی اس خبیث روح میں (کفر وشرک کی وجہ سے) نعوذ باللہ کیا بدبو ہے (اللہ تعالیٰ اس روح پر ایسے غضبناک رہیں گے کہ خود کچھ ارشاد نہیں فرمائیں گے، فرشتوں کے ذریعہ سے کہا جائے گا اس خبیث روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک سجّین میں رکھو (تا کہ وہاں قبر کے عذاب میں مبتلا رہے) (راوی کہتے ہیں) ابوہریرہ رضی

اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمائے (تو آپ پر کشف ہوگیا اور کافر کے روح کی بدبو آپ کو آنے لگی اس لئے) آپ اپنی مبارک ناک پر کپڑا رکھ لئے اور حضرت ابو ہریرہ بھی اسی طرح اپنی ناک پر کپڑا رکھ کر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناک پر کپڑا رکھنے کو۔) بتلائے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

16/2414۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے (اور سکرات شروع ہوجاتی ہے تو اس وقت مسلمان کی جو عزت ہوتی ہے وہ سننے کے قابل ہے، جسم تو دنیوی کفن میں لپٹا ہوا قبر میں رہتا ہے اور روح کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ اِس طرح کہ) رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لئے ہوئے آکر مرنے والے کے پاس بیٹھتے ہیں اور بڑے ادب سے کہتے ہیں: (اے پاک روح! دنیا میں چند روز اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہی، آج اس کا تجھے صلہ مل رہا ہے) اللہ سے تو راضی اور تجھ سے اللہ راضی! تیرے لئے رحمت کے سامان مہیا ہیں، طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیار ہیں، دنیا کے مصیبت کدہ کو چھوڑ کر ان نعمتوں کی طرف چلی آ (دیکھ تیرے لئے کیا کیا آؤ بھگت کئے جارہے ہیں اور سب سے بڑی نعمت تو تیرے لئے یہ ہے کہ) اللہ تعالی تجھ سے راضی اور خوش ہیں، ناراض نہیں ہیں (یہ خوش خبری سن کر) جب روح جسم سے نکلتی ہے تو مشک کی طرح عجیب خوشبو اس کی روح سے نکل کر پھیلتی ہے، فرشتے (بڑی تعظیم کے ساتھ) ہاتھوں ہاتھ مسلمان کی روح کو لئے ہوئے یکے بعد دیگرے آسمانوں کے دروازوں تک پہونچتے ہیں (آسمانوں پر اس کی جو عزت ہوتی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔) ہر آسمان کے فرشتے (اس کی روح کی خوشبو کو دیکھ کر بڑے تعجب سے) کہتے ہیں ماشاء اللہ کیا خوشبودار روح ہے! جو، زمین کی طرف سے آئی ہے، پھر (اللہ تعالی کے حکم سے علیّین میں، جہاں مسلمانوں کی روحیں جمع ہیں اس نئی آئی ہوئی روح کو لے جاتے ہیں جیسے تم لوگوں سے ایک زمانہ کا بچھڑا ہوا شخص واپس آکر ملتا ہے تو تم اس کی ملاقات سے کس قدر خوش اور شاداں ہوتے ہو، ویسے ہی (علیین میں جہاں مسلمان روحیں تھیں) یہ نئی روح آکر ملنے سے وہ سب ایسے ہی بے حد خوش ہوتے ہیں اور اس آئی ہوئی روح کو پہلے کی روحیں گھیر لیتی ہیں، اور دنیا میں جن جن کو وہ چھوڑ کر گئے ہیں، ان سب کے احوال پوچھتے ہیں، ان ہی

میں کی بعض روحیں کہتی ہیں (ابھی نئی روح دنیا چھوڑ کر) سکرات کی تکلیف اٹھا کر ابھی آئی ہے، اس کو آرام لینے دو، پہلے کی روحیں پھر اس نئی آئی ہوئی روح سے پوچھتی ہیں، اچھا یہ تو بتاؤ کہ فلاں شخص کو ہم چھوڑ کر آئے تھے وہ کیسا ہے، یہ روح کہتی ہے وہ تو میرے سے پہلے ہی مر گیا ہے کیا وہ نہیں آیا تو وہ روحیں کہتی ہیں افسوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (بری روحوں کو رکھنے کا جو مقام ہے جیسے دوزخ کو ہاویہ کہتے ہیں ایسے ہی برزخ میں بری روحوں کے رکھنے کی جگہ کو بھی ہاویہ کہتے ہیں) برزخ کے اس ہاویہ میں اس کو پہونچا دیا گیا ہے، اس لئے وہ ہمارے پاس نہیں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کی موت آجاتی ہے (اور سکرات شروع ہوتی ہے تو اس کی اہانت اور ذلت کا سامان اس طرح مہیا کیا جاتا ہے کہ) عذاب کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے پہونچتے ہیں تا کہ اس کی روح کو ٹاٹ میں لپیٹ کر لے جائیں، پھر فرشتے کافر کی روح سے اس طرح کہتے ہیں (تو نے دنیا میں کفر وشرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رکھا تھا تو تیرے لئے عالم برزخ میں عذاب مہیا کیا گیا ہے اور تجھے عذاب کی طرف آنا ناگوار ہوگا) کچھ بھی ہو تجھے عذاب کی طرف آنا ہی پڑے گا، آ دیکھ اللہ تعالیٰ تجھ پر کس قدر غضب ناک ہیں (یہ سن کر) کافر کی روح چارونا چار جسم سے نکلتی ہے اور اس وقت کافر کی روح میں مردار کی بدبو سے زیادہ بدبو ہوتی ہے (پھر اس روح کو فرشتے آسمانِ دنیا کے دروازہ تک لے جاتے ہیں، اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا ہے اس لئے) زمین پر واپس لاتے ہیں (اس کی بدبو سے) فرشتے (تنگ آ کر) کہتے ہیں (اس بدنصیب روح میں نعوذ باللہ) کس قدر بو ہے، پھر اس کو سجّین کی طرف لے جاتے ہیں، جہاں کافروں کی ارواح جمع ہیں (اور سجین میں اس کو رکھتے ہیں جہاں وہ برزخ کے عذاب میں مبتلا رہتی ہے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

17/2415۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ گئے اور قبر تک پہونچے، ابھی قبر کھد کر تیار نہیں ہوئی تھی (قبر تیار ہونے کا انتظار تھا) اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے اور ہم بھی آپ کے اطراف (انتہائی ادب اور سکون سے) بیٹھ گئے (کیا کہوں اس وقت صحابہ کی کیا حالت تھی، رعب و ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، سب کے سب سر

جھکائے ہوئے تھے، کوئی ادھر ادھر نہیں دیکھ رہا تھا، ایسے بے حس وحرکت تھے) معلوم ہو رہا تھا کہ سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (پرندے کی عادت ہے کہ وہ متحرک چیز پر نہیں بیٹھتا ہے، صحابہ بھی ایسے ہی بے حس وحرکت بیٹھے ہوئے تھے، صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی، اور حضور کی حالت مبارک کیا کہوں؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ انتہا درجہ کی فکر میں ہیں، جیسے متفکر شخص زمین کریدتا ہے ایسے ہی) حضور کے دست مبارک میں بھی ایک لکڑی تھی، اور آپ اس لکڑی سے زمین کرید رہے تھے، پھر سر مبارک کو اٹھائے (اور صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوکر) دو یا تین بار فرمائے صاحبو! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو (یہ قبر کسی کے لئے جنت کی کیاری ہے تو کسی کے لئے دوزخ کا گڑھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: جب مسلمان دنیا سے جا رہا ہو، اور آخرت اس کے سامنے ہوگئی ہو تو (اس کی شان اور عزت ظاہر کرنے کے لئے) آسمان سے ایسے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے نورانی ہوتے ہیں، اور جو آفتاب کی طرح چمکتے رہتے ہیں اور ان فرشتوں کے ساتھ جنت کا ریشمی کفن ہوتا ہے اور وہ جنت کی خوشبو دار چیزیں بھی لاتے ہیں (تاکہ اس کو خشبو میں بسائیں) پھر یہ فرشتے (کمالِ ادب سے) کسی قدر فاصلہ سے اس کے قریب بیٹھ جاتے ہیں (اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں) پھر ملک الموت اس مرنے والے کے سرہانے آکر بیٹھتے ہیں، اور (بہت نرمی سے اس مرنے والے کی روح سے) کہتے ہیں، اے پاک روح (دنیا میں تو اللہ کی فرمانبردار رہی) اب نکل آ (دیکھ اس کا صلہ تجھے یہ ملتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہیں (اور طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی ہے (جب سکرات شروع ہوئی تھی تو اس وقت سکرات کی تکلیف اور شدت رہی تاکہ روح پاک وصاف ہوجائے پھر ملک الموت سے یہ خوش خبری سن کر) روح خوش خوش جسم سے ایسے جلد نکلتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کا قطرہ آسانی سے نکلتا ہے، جسم سے نکلی ہوئی یہ روح ملک الموت کے ہاتھ میں بہت دیر تک نہیں رہتی ہے، آسمان سے آئے ہوئے فرشتے (جو اس روح کے اشتیاق میں تھے) پلک جھپکنے تک اس روح کو لے کر (نہایت ادب سے) جنت کا کفن پہناتے ہیں اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں، پھر اس روح سے ایسی خوشبو مہکتی ہے کہ زمین پر تو ایسی خوشبو کبھی نہیں پائی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ارشاد فرمائے کہ پھر فرشتے اس روح کو لئے ہوئے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں راستے میں فرشتوں کی جس جماعت پر سے اس روح کو لے کر یہ فرشتے گزرتے ہیں تو وہ فرشتے

پوچھتے ہیں کہ یہ کس شخص کی پاک روح ہے تو ساتھ والے فرشتے (بڑی تعظیم سے) جواب دیتے ہیں اور جس نام اور جس صفت سے دنیا میں یہ تعظیم سے پکارا جاتا تھا اس نام اور اس صفت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں پھر (اسی تعظیم کے ساتھ) روح کو لے جانے والے فرشتے اس روح کو لئے ہوئے آسمانِ دنیا تک پہونچتے ہیں اور اس روح کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو آسمانِ دنیا کے دروازے کے دربان اس دنیا سے آئی ہوئی روح اور اس کے ساتھ والے فرشتوں کے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں (اسی عزت کے ساتھ) اس کو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہونچاتے ہیں، ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جُلو میں چلتے ہیں (تا کہ اس کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا رہے) اسی طرح سارے آسمانوں سے گزرتے ہوئے اس روح کو ساتویں آسمان تک پہونچاتے ہیں (ساتویں آسمان میں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں، ان تجلیات سے) ارشاد ہوتا ہے اس (فرماں بردار مسلمان) کی روح کو علیّین میں لے جاؤ، علیّین میں اس کا نامۂ اعمال رکھواور اس روح کا اصلی مقام علیّین کو بناؤ اور اس روح کا تعلق قبر سے اور اس کے جسم سے (ایسا) رکھو (جیسے آفتاب آسمانوں میں ہے اور اس کا تعلق زمین سے اس طرح ہے کہ زمین پر روشنی اور گرمی پہونچاتا ہے، یا یوں سمجھئے کہ سونے والے کی روح جسم میں ہے اور ہر جگہ سیر کر آتی ہے، ایسے ہی مسلمان کی روح رہتی تو علیین میں ہے مگر اس کا تعلق قبر سے اور جسم سے ایسا ہوتا ہے کہ قبر پر آنے والے کو یہ روح پہچان لیتی ہے، قبر سے اور جسم سے ایسا تعلق اس لئے رکھو) کہ میں انسان کو خاک سے پیدا کیا ہوں اور انسان کے جسم کو اگر چیکہ خاک میں ملایا ہوں پھر خاک ہی سے قیامت کے دن اس کو اٹھاؤں گا (کیوں کہ جب میں انسان کو خاک سے پیدا کر کے اس کی روح کا تعلق خاک سے رکھ کر اس کو چلتا پھرتا انسان بنایا تھا اور جیسا کہ قیامت میں اس کی روح کا خاکی جسم سے تعلق رکھ کر اس کو میدان قیامت میں لا کھڑا کروں گا، ایسا ہی قبر میں بھی) اس کے خاکی جسم کے ساتھ روح کا تعلق رکھو (تا کہ قبر پر آنے والوں کو پہچان سکے اور منکر ونکیر جب آئیں تو ان کو جواب دے سکے) جب اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہو جائے گی اور خاکی جسم سے روح کا تعلق ہو جائے گا تو منکر ونکیر دو فرشتے اس کو آکر بیٹھائیں گے اور اس سے دریافت کریں گے ''مَنْ رَبُّکَ؟'' اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس کے سوائے میرا کوئی رب نہیں ہے، پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ (تم کس دین پر رہے ہو تو) یہ کہے گا کہ اللہ

کا دین یعنی اسلام میرا دین تھا اور میں اسلام پر رہا تھا پھر اس کی قبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف تک ایک راستہ ہوجائے گا پھر اس سے منکر ونکیر دریافت کریں گے اچھا کہو یہ صاحب کون ہیں، کیا یہ وہی ہیں جو تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے؟ (تو اس شخص پر نور ایمان سے واضح ہوجائے گا اور) وہ کہے گا (روحی فداہ! میری جان آپ پر سے قربان) یہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یہی میرے رسول اور نبی ہیں، پھر منکر ونکیر اس سے دریافت کریں گے کیسے تم کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی ہیں؟ تو مسلمان مردہ جواب دے گا، آفتاب آمد، دلیل آفتاب، آفتاب کے ہونے پر خود آفتاب دلیل ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی اور رسول ہونا آفتاب کی طرح بالکل واضح اور ظاہر ہے اور رسول اور نبیوں کے نبی ہونے پر جو پاکیزہ اوصاف دلیل تھے وہ سب پاکیزہ اوصاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے گئے، اس عقلی دلیل سے مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اور نبی ہیں اور پیغمبروں کو معجزات دئے گئے، کسی کو دو اور کسی کو چار، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر نبی کو نو معجزات دئے گئے تھے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساڑھے چار ہزار معجزے دئے گئے تھے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اور نبی ہیں یہ دوسری عقلی دلیل ہے، ایسا ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول اور نبی ہونے پر نقلی دلیل بھی ہے) ہم مسلمانوں کو قرآن دیا گیا (اور بہت تاکید سے فرمایا گیا کہ اگر کسی سے ہوسکے تو اس کی چھوٹی سورۃ کے جیسا بنا کر لاؤ، باوجود عرب فصیح اور بلیغ ہونے کے قرآن کے چھوٹے سورہ کے جیسا سورۃ بنانے سے عاجز ہوگئے، کوئی نہ بنا سکا) اس سے میں سمجھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے) کسی بشر کا کلام نہیں اور قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نبی کہا گیا ہے، اس نقلی دلیل سے) میں سمجھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً نبی اور رسول ہیں پھر (جب مسلمان مردہ یہ کہہ چکے گا تو اللہ تعالی اس کی اس طرح قدر افزائی کریں گے کہ اللہ تعالی کی طرف سے) اس طرح ندا کی جائے گی کہ میرا بندہ سچ کہا اس کا صلہ اس کو دیا جائے (کہ عالم برزخ میں جہاں اس کا مقام ہے) وہاں جنت کا اس کے لئے فرش بچھایا جائے اور اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے کہ وہ جنت میں جانے سے پہلے جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھاتا رہے اور جنت کی طرف سے اس کے لئے ایک دروازہ کھولا جائے (تاکہ وہ جنت میں اپنے مقام کو دیکھ کر بیحد مسرور رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد

فرمائے ہیں، کہ جنت کی طرف سے دروازہ کھلنے سے جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو اس کو آتی رہے گی، جس سے یہ بے حد محظوظ ہوتا رہے گا، تنگئ مقام بھی ایک قسم کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے) مسلمان مردے کے لئے (جب ہر طرح کا قبر میں آرام اور راحت جمع کر دی گئی ہے تو جہاں تک) اس کی نگاہ پہونچتی ہے، قبر میں (وہاں تک) اس کا مقام وسیع کر دیا جاتا ہے (تاکہ وسعتِ مقام کی وجہ سے وہ راحت حاصل کرتا رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان مردہ پھر کیا دیکھتا ہے کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے، کیا کہوں اس کا چہرہ کیسا ہوتا ہے، ایسا حسین کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا اور اس کا لباس بھی نہایت پاکیزہ اور صاف وستھرا رہے گا اور اس سے نہایت خوشبو مہک رہی ہوگی، ایسا شخص آکر مسلمان مردہ سے کہے گا، تم کو خوش خبری دیتا ہوں کہ تمہارے لئے ہر قسم کی راحت اور نعمت تیار ہے جس سے تم نہایت مسرور ہوں گے، کچھ تم کو خبر بھی ہے، یہ وہی دن ہے جس کی تم کو دنیا میں خبر دی گئی تھی، مسلمان مردہ اس آنے والے خوبصورت شخص سے پوچھے گا، صاحب! تم کون ہو؟ کیا چہرہ ہے تمہارا! جس سے بے حد مسرت حاصل ہو رہی ہے تم کو دیکھنے ہی سے طرح طرح کے خیر و برکات حاصل ہو رہے ہیں، وہ خوبصورت شخص جواب دے گا، (تم مجھے نہیں پہچانتے؟) میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس صورت میں متمثّل ہوکر آیا ہوں تاکہ تم کو خوش خبری دوں) مسلمان مردہ جب سنے کہ یہ خود اس کے ہی نیک عمل ہیں (تو اس کو ایک امید بندھے گی اور اس کو یاد آجائے گا کہ نیک اعمال سے جنت ملتی ہے، میرے نیک اعمال جب ایسے ہیں تو اب مجھے امید ہو رہی ہے جنت ملنے کی، اس لئے) دعا کرے گا، الٰہی! جلدی قیامت قائم کیجئے تاکہ مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ جنت ملے اور مجھے میرے اہل یعنی حور و غلمان ملیں اور مال یعنی جنت کے راحت و آرام کا سامان ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کے لئے دنیا چھوڑنے کا اور آخرت کی طرف چلنے کا وقت آتا ہے (اور سکرات شروع ہوجاتی ہے) تو اس کے پاس آسمان سے (عذاب کے) فرشتے آتے ہیں، ان کے سیاہ چہروں سے ہیبت اور خوف طاری ہوتا ہے اور یہ اپنے ساتھ ٹاٹ لیتے ہوئے آتے ہیں (اس مرنے والے کافر پر اللہ تعالیٰ بہت غضبناک رہتے ہیں، اس لئے فرشتوں کو اس سے نفرت رہتی ہے اور) اسی لئے آکر وہ دور بیٹھے رہتے ہیں (اور اس کی روح نکلنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں) پھر ملک الموت آجاتے ہیں اور اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ کہتے ہیں (کہ تو کفر و شرک کرکے دنیا میں کیا بری زندگی کیا، اس کے اثر

سے تیری روح نجس ہوگئی ہے اب) اپنے جسم سے نکل (اے نجس روح) دیکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر کس قدر غضبناک ہیں، اس بری خبر کے سننے سے روح کو جسم سے نکلنا بہت نا گوار ہوتا ہے، وہ جسم سے نکلنا نہیں چاہتی ہے اور جسم میں چھپتی پھرتی ہے تو) ملک الموت اس روح کو جسم سے بہت سختی کے ساتھ اس طرح کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کانٹے دار چیز کو تر کپڑے سے نکالا جائے تو کپڑا تار تار ہوجاتا ہے (ایسے ہی روح کو سختی کے ساتھ نکالنے کی وجہ سے جسم کو ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے) جو فرشتے روح نکلنے کے منتظر تھے وہ ملک الموت کے ہاتھ میں اس روح کو ایک پلک مارنے کے برابر (تھوڑی دیر) بھی نہیں رہنے دیتے ہیں، فوراً ملک الموت کے ہاتھ سے لے کر (ذلت واہانت ظاہر کرنے کے لئے) ٹاٹ میں لپٹتے ہیں، اس وقت اس روح سے ایسی بدبو پھیلتی ہے جیسے سڑے ہوئے مردار سے بدبو نکل کر دماغ کو پریشان کر دیتی ہے روئے زمین پر ایسی بدبو کسی میں نہیں ہوگی، جیسی بدبو اس روح میں ہوتی ہے اس بدبودار روح کو لئے ہوئے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں، زمین و آسمان کے بیچ میں جہاں جہاں فرشتوں کی جماعت ملتی ہے، اس نجس روح کی بدبو سے متاثر ہوکر یہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے؟ تو ساتھ والے فرشتے اس کافر کا نام بہت بری صفت کے ساتھ اس طرح لیتے ہیں جیسے دنیا میں کسی برے آدمی کا ذکر لوگ بری صفت سے کرتے ہیں، اور فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے (کہ جس نے اپنی ساری عمر کفر وشرک میں گزاری ہے) اس ذلت اور اہانت کے ساتھ) یہ روح ہر مقام سے گزرتی ہوئی آسمانِ دنیا تک پہونچائی جاتی ہے آسمان دنیا کا دروازہ کھلایا جاتا ہے مگر آسمان کے دروازے کے دربان دروازہ نہیں کھولتے ہیں (یہ اس روح کی انتہائی ذلت اور اہانت کا سبب ہوتا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما کر اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائے: "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ". (سورۂ اعراف، پ:8، ع:5، آیت نمبر:40)

کفار کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، کفار کا جنت میں جانا ایسے ہی محال (ناممکن) ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا (نہ تو اونٹ سوئی کے ناکہ میں گزر سکتا ہے اور نہ کفار جنت میں داخل ہوسکتے ہیں۔)

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اس خبیث کا نامۂ اعمال سجین میں رکھو اور سجین ہی کو اس خبیث روح کا مقام بناؤ جو زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں ہے (تا کہ وہ وہاں طرح طرح کے عذاب

بھٹکتی رہے) اس حکم کی تعمیل میں آسمان کے دروازے کے پاس سے اس کافر کی روح کو (نہایت ذلت کے ساتھ زمین کی طرف) پھینک دیا جائے گا (اور سجین میں اس کا اصلی مقام بنا کراس کافر کی روح کا تعلق قبر سے یا اس کے جسم کے کسی حصہ سے جہاں کہیں ہو، کر دیا جائے گا، تا کہ منکر ونکیر اس سے سوال کرسکیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشادفرما کراس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائے:

" وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ". (سورۂ حج، پ:17، ع:4، آیت نمبر:31)

شرک بہت بری بلا ہے، آسمان کا دروازہ مشرک کے لئے نہ کھلنا کیا کم ذلت ہے، پھر زمین کی طرف پھینک دیا جانا، اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی، راستہ میں فرشتوں سے طرح طرح کی اذیت اٹھاتے ہوئے سجّین میں جا گرنا اور وہاں طرح طرح کی ایذاء اٹھاتے رہنا یہ انتہائی ذلت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی، اس کافر کی روح کا تعلق اس کے جسد سے یا جسم کے کسی حصہ سے کر دیا جائے گا، پھر منکر ونکیر اس کے پاس موجود ہوں گے اور بٹھا کر سوال کریں گے، بتا تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کافر (حیران ہوگا کہ کیا جواب دوں، جب تک میں دنیا میں رہا، مسلمان جس ذات مبارک کو رب مانتے تھے، میں ان کو جھٹلاتا رہا اب میں کس کو رب کہوں، یہاں بھی اسی طرح کہتا ہوں) میں نہیں جانتا کہ رب کون ہے! پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے اچھا یہ بتا کہ تیرا دین کیا تھا (تو یہ کافر مردہ سمجھے گا میرا دین تو کفر وشرک سے بھرا ہوا تھا اگر میں اپنے دین کا نام لوں تو اپنے آپ کو اپنی زبان سے مجرم ٹھیرانا پڑے گا اس لئے) کافر مردہ کہے گا مجھے نہیں معلوم کہ میرا دین کیا تھا، پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے کہ تو دنیا میں سنا ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہوکر آئے تھے ان کی نسبت تیرا کیا خیال تھا (تو کافر مردہ خیال کرے گا کہ عالم برزخ میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول بالا ہے اگر میں ان کی رسالت کا انکار کروں تو اپنے منھ سے آپ ملزم ٹھیرتا ہوں اس لئے) کہے گا میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے؟ یہ جواب ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پکارے گا کہ اس خبیث کافر کو دنیا میں سب کچھ معلوم تھا، جھٹلاتا ہی رہا، اب بھی باوجود معلوم ہونے کے جھوٹ کہہ رہا ہے، اس جھوٹ کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ (تا کہ اس کو ایک آن بھی آرام نہ ملے) اور دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو، (تا کہ وہ دوزخ میں اپنا مقام دیکھتا

رہے تاکہ یہ بھی اس کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا رہے اور دوزخ کی طرف سے) دروازہ کھلنے سے نا قابل برداشت حرارت اور دوزخ کی آگ کی لؤ (اور دوزخ کی بدبو) اس کو پہونچتی رہے (تاکہ قبر کے عذاب پر یہ عذاب زیادہ ہوجائے) پھر اس کافر کی قبر ایسی تنگ کی جائے گی کہ جس کے دبوچنے سے کافر کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہوجائیں گی (کافر کے لئے بجائے خود یہ بھی ایک عذاب ہوگا) پھر کافر کیا دیکھے گا کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے نہایت بدشکل (کہ جس کا دیکھنا ہی بجائے خود عذاب ہے) کپڑے بھی اس کے (اس کی صورت کے جیسے) بدنما رہیں گے، اور بدبو اس سے اس قدر آرہی ہوگی (کہ جس سے دماغ پھٹا جارہا ہو) ایسا بدشکل شخص آکر کافر مردہ سے کہے گا طرح طرح کے عذاب کی تجھے خبر دی جاتی ہے (دنیا میں) جس دن سے تجھے ڈرایا جاتا تھا (اور جس کا تو انکار کرتا تھا) دیکھ آج یہ وہی دن ہے، کافر مردہ کہے گا (کہ میں خود عذاب میں ہوں تُو اور عذاب کی خبر دینے آیا ہے) تو کون ہے؟ تیری کیا منحوس صورت ہے کہ تیری صورت دیکھنا ہی عذاب معلوم ہوتا ہے، تو وہ بدشکل آنے والا کہے گا تو مجھے نہیں پہچانا، میں تیرا برا عمل ہوں (کم بخت تو نے دنیا میں کیا کیا کفر وشرک میں رہا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا، اگر کوئی کہے کہ تجھے یہ دن دیکھنا ہوگا تو تُو اس کو مذاق میں اڑاتا رہا، کبھی اس کو غصہ سے جھڑکتا رہا، کافر مردہ سمجھے گا کہ میرے اعمال مجھے دکھائے گئے ہیں، برے اعمال سے دوزخ ملتی ہے) خدا کرے کہ قیامت نہ آئے (تاکہ بُرے اعمال کے بدلہ میں دوزخ میں جانا نہ پڑے) ایک روایت تو یہاں ختم ہوئی۔

18/2416 ۔اور دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اور دوسری روایت میں اس طرح زیادہ ہے کہ جب مسلمان کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان میں جو ملائکہ ہیں وہ سب اس مسلمان مردہ کے لئے رحمت نازل ہونے کی دعاء کرتے ہیں اور (جیسے جیسے مسلمان کی روح آسمانوں کی طرف چڑھتی جاتی ہے آسمانوں کے دروازے (اس کی شان وشوکت دکھانے کے لئے جلدی جلدی) کھلتے جاتے ہیں (اور مسلمان کی روح تمام آسمانوں سے گزر جاتی ہے) (اس مسلمان کی روح کو فرشتے ایسی متبرک سمجھتے ہیں کہ) ہر آسمان کے دروازوں کے فرشتے دعاء کرتے ہیں کہ اس متبرک روح کو ہمارے دروازہ سے گزارئیے (تاکہ ہم اس روح سے برکت حاصل کریں) اور کافر مردہ کی روح کو (عالم ملکوت سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا، دنیا ہی میں رات دن پھنسی ہوئی تھی تو اس کو دنیا چھوڑنا بڑا دشوار ہوگا، اس لئے روح تو جسم میں رہنا چاہے گی اور فرشتے

اس کو کھینچنا چاہیں گے اس کشاکشی میں) فرشتے (اس سختی کے ساتھ اس روح کو کھینچیں گے کہ جسم کی رگیں تار تار ہو جائیں گی (یہ بھی اس کافر کی روح کے لئے ایک عذاب بنے گا) جب اس سختی سے روح نکالی جاتی ہے تو زمین اور آسمان کے درمیان میں جو فرشتے ہیں وہ سب اس کافر کی روح پر لعنت بھیجتے ہیں اور آسمان دنیا کے ہر دروازہ کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ الٰہی! اس خبیث روح کو ہمارے پاس سے نہ گزاریئے (تا کہ اس کی خباثت ہم پر اثر نہ کرے، فرشتوں کی دعاء قبول ہوتی ہے اور) اس کے لئے آسمان دنیا کے تمام دروازے بند کردئے جاتے ہیں۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں اور طیالسی نے اپنی مسند میں اور عبید بن حمید نے اپنی مسند میں اور ہناد بن السری نے کتاب الزہد میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے صحیح طرق سے اس کی روایت کی ہے اور میرک نے کہا ہے کہ امام احمد کی حدیث حسن ہے۔

تمہید

مومن کی روح جنت میں سیر کرتی رہے گی

روحِ انسانی عالمِ ملکوت کی رہنے والی مثل فرشتوں کے ہے جیسے فرشتے ایک ہی وقت میں کئی جگہ دکھائی دے سکتے ہیں اور جیسے ملک الموت ہر مرنے والے کے پاس دکھائی دیتے ہیں، ایسا ہی روح انسانی بھی کئی جگہ دکھائی دے سکتی ہے، مگر جب جسم انسانی میں روح مقید ہوتی ہے تو اس سے یہ صفت نکل جاتی ہے، کئی جگہ نظر نہیں آ سکتی ہے مگر اولیاء اللہ کے جسم میں جو روح ہوتی ہے اس روح میں اس کی اصلی صفت پائی جاتی ہے کہ باوجود جسم میں ہونے کے ایک وقت میں کئی جگہ نظر آ سکتی ہے، جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی وقت میں سات دعوتوں میں نظر آئے، جسم سے نکلنے کے بعد روح میں اس کی اصلی صفت لوٹ آتی ہے، کچھ اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر مسلمان کی روح ایک وقت میں کئی جگہ رہ سکتی ہے، اسی لئے روح کا اصلی مقام علیین ہے قبر سے بھی اس کا تعلق رہتا ہے، قبر پر آنے والوں کو پہچانتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی ہے، اس جسم خاکی کے ساتھ روح جنت میں نہیں جاسکتی، ہاں قیامت کے بعد جسمِ خاکی میں ہوکر روح جنت میں داخل ہوگی۔ بغیر جسم خاکی کے اب بھی روح جنت میں جاسکتی ہے، جیسے اس حدیث میں:

19/2417 ۔ عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان کی روح پرندے کے خول میں (ایسا ہی) بیٹھ کر (جیسا ہم ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں) جنت میں سیر کرے گی اور وہاں میوہ خوری کرے گی (علیین میں بھی رہے گی اور قبر سے بھی اس کا تعلق رہے گا (پھر جب قیامت قائم ہوگی تو یہی روحِ انسانی جسمِ خاکی میں ہوکر جسم خاکی کے ساتھ جنت میں جائے گی۔ اس کی روایت امام مالک اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کتاب البعث والنشور میں کی ہے۔

(4/76)بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَ تَكْفِيْنِهٖ
(اس باب میں میت کو غسل دینے کا اور کفن پہنانے کا بیان ہے)

ف: میت کو غسل دینے کا طریقہ

جب قبر تیار ہو رہی ہو اور کفن آ گیا ہو تو پہلے کسی تخت یا کسی بڑے تختہ کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ خوشبودار چیز کی دھونی دیدو، تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مردہ کو اس پر لٹا دو اور کرتہ چاک کر کے نکال لو اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ڈال دو، اس لئے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کا حصہ چاہے مردہ ہو یا زندہ کا دیکھنا حرام ہے، اور پائجامہ وغیرہ اس طرح نکال لو کہ ناف سے گھٹنے تک ڈالا ہوا کپڑا سرک نہ سکے، اگر نہلانے کی کوئی الگ جگہ ہے کہ وہاں سے پانی بہہ کر باہر نکل جاوے گا تو خیر ورنہ تخت کے نیچے گڑھا کھدوالو کہ سارا پانی اسی میں جمع رہے، اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں، اس سے صرف غرض یہ ہے کہ پانی کے پھیلنے سے آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردہ کے پیشاب اور پاخانہ کی جگہ اس طرح دھولو کہ رانوں اور پیشاب پاخانہ کی جگہ اپنا ہاتھ نہ لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو بلکہ اپنے ہاتھ پر کوئی کپڑا لپیٹ لو اور جو کپڑا میت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک پڑا ہے، اس کے اندر کپڑا لپٹا ہوا اپنا ہاتھ ڈال کر دھودو، پھر اس کو وضوء کرادو، لیکن نہ کلّی کراؤ نہ ناک میں پانی ڈالو اور نہ پہونچوں تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ صرف وضوء کے فرائض اداء کردو، یعنی پورا چہرہ دھلاؤ، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت پھر سر کا مسح کراؤ، پھر دونوں پیر دھلا دو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مردہ کو بجائے کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے کے مردہ کو غسل دینے والا شخص باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرتا جائے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی پھیرے تو یہ جائز ہے، ضروری نہیں ہے اور اگر مردہ کو نہانے کی ضرورت تھی یا مردہ حیض و نفاس کی حالت میں مرجائے تو غسل دینے والا باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرنا چاہئے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی پھیرے اور یہ ضروری ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا جو جنابت اور حیض و نفاس کے غسل میں فرض ہے، یہ فرض تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی دانتوں اور مسوڑھوں پر اور ناک میں پھیرنے سے اداء ہو جاتا ہے، اس طرح وضوء کرانے کے بعد مردہ کے ناک، منھ اور کانوں میں روئی بھر دو تا کہ نہلاتے وقت ناک، منھ اور کانوں میں پانی نہ جائے، پھر مردہ کے سر کو گل خیرو سے یا کسی اور چیز جیسے صابن سے ملکر سر کو دھو دو، پھر مردہ کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈالکر گرم کیا ہوا نیم گرم پانی تین دفعہ سر سے پیر

تک ڈالو، یہاں تک کہ پانی بائیں کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے وہاں تک پہونچ جائے، پھر مردہ کو سیدھی کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک اتنا پانی ڈالو یہاں تک کہ پانی سیدھی کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے پہونچ جائے اس کے بعد مردہ کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ، اگر کچھ پاخانہ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھوڈالو، پاخانہ نکلنے سے وضوء اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا، وضوء اور غسل نہ دہراؤ، اس لئے کہ پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے کسی چیز کے نکلنے سے زندوں کا وضوء یا غسل ٹوٹتا ہے مردہ کا نہیں ٹوٹتا، پھر مردہ کو دوبارہ بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور کافور ملایا ہوا نیم گرم پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالو، مردہ پر تین دفعہ پانی ڈالنے کا جو ذکر آیا ہے وہ مسنون طریقہ ہے، صرف ایک دفعہ پانی ڈالنا واجب ہے، اگر تین دفعہ پانی ڈالنے سے بھی طہارت پوری نہ ہو تو پانچ دفعہ پانی ڈال سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو سات دفعہ تک بھی پانی مردہ پر ڈال سکتے ہیں، سات دفعہ سے زیادہ پانی کا ڈالنا جائز نہیں ہے، پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ دو۔

میت کو کفنانے کا طریقہ

جب مردہ کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو اور مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر سجدہ کے وقت جو اعضاء زمین پر ٹکتے ہیں، یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور پیر، ان سب پر کافور مل دو اور جو لوگ کفن میں عطر لگاتے ہیں یا عطر کا پھایا کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت (ردالمختار میں ایسا ہی مذکور ہے۔12) ہے، جتنا شرع میں آیا ہے، اس سے زائد مت کرو اور بالوں میں کنگھی مت کرو اور ناخن بھی نہ کترو اور کہیں کے بال بھی نہ نکالو، سب اسی طرح رہنے دو۔ بہتر یہ ہے کہ مردہ کے قریبی رشتہ دار مردہ کو نہلائیں، اگر وہ نہ نہلا سکیں تو کوئی دین دار نہلائے، اگر نہلاتے وقت مردہ میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے، اگر خدانخواستہ مردہ کا چہرہ بگڑ گیا ہو اور کالا ہو گیا ہو تو یہ بھی نہ کہے اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے، یہ سب ناجائز ہے۔ عالمگیری، درمختار، ردالمختار، عمدۃ الرعایہ، ملتقی اور مرقات۔

میت اگر مرد ہو تو اس کے کفن کے کپڑوں کی تعداد

مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، ایک ازار، دوسرے قمیص یعنی کفنی، تیسرے لفافہ یعنی چادر، ازار سے مراد وہ چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پیر تک لانبی ہو، اور لفافہ سے مراد بھی ایسی چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پیر تک لانبی ہو۔ مگر لفافہ ازار سے سر اور پیر دونوں جانب اس قدر زیادہ طویل ہو کہ ہر دو جانب دھجی سے باندھ دیا جا سکے اور قمیص یعنی کفنی جو بغیر کلی اور آستین کے ہوتی ہے اور جو مردہ کے کندھے سے لے کر اس کے قدم تک لانبی ہوا کرتی ہے، اس کفنی کے سامنے والا حصہ سینہ سے لے کر قدم تک پہونچتا ہے اور نچلا حصہ گردن اور پیٹھ سے ہوتا ہوا قدموں تک پہونچتا ہے اس کفنی کے بیچ میں سے اتنا حصہ چاک کر دو کہ جس میں سے مردہ کا سر باہر نکل سکے۔

مردہ اگر عورت ہو تو اس کے کفن کے کپڑوں کی تعداد

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے تین کپڑے تو وہی ہیں جن کا ذکر اوپر مرد کے لئے ہو چکا ہے، یعنی ازار، قمیص یعنی کفنی اور لفافہ اس کے علاوہ عورت کے لئے دو اور کپڑے زیادہ ہیں، سینہ بند اور سر بند، یعنی اوڑھنی، سینہ بند وہ کپڑا ہے جو بغل کے نیچے سے لے کر رانوں تک پہنچتا ہے جس میں پستان، پیٹ اور پیٹھ لپیٹی جاتی ہے، اور سر بند وہ کپڑا ہے جو تین ہاتھ لانبا ہو، جو سر پر سے ہوتے ہوئے سینہ پر ڈالا جاتا ہے۔

مردہ مرد ہو تو کفنانے کا طریقہ

جب مردہ کو غسل دے چکو اور اس کا جسم کسی کپڑے سے پونچھ دو تو مردہ کے ستر پر سے بھیگا تہہ بند نکال کر ایک دوسرا سوکھا تہہ بند لپیٹ دو اور مردہ کو تختہ سے آہستہ اٹھا کر اس تختہ پر لٹا دو، جس پر کفن پہلے ہی سے بچھا دیا گیا ہو، کفن بچھانے سے پہلے کفن کو تین یا پانچ دفعہ لوبان یا عود سے دھونی دے دو، کفن بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کو لٹانے سے پہلے تخت پر اول لفافہ بچھا دو، پھر ازار اور ازار کے اوپر کفنی کا نچلا حصہ بچھا کر کفنی کے بالائی حصہ کو سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، اس کے بعد مردہ کو تختہ سے اٹھا کر کفن بچھے ہوئے تخت پر لٹاؤ اور کفنی کے بالائی حصہ کو جس کو چاک کر کے سر کی طرف لپیٹ کر رکھا گیا ہے، اس کو کھول کر سرہانے کی طرف سے اس طرح گلے میں ڈالو کہ کفنی پیروں تک آ جائے اور مردہ کا سر کفنی کے چاک کئے ہوئے حصہ سے باہر نکل جائے اور مردہ کے ستر کو ڈھانکنے کے لئے جو دوسرا سوکھا تہہ بند ڈالا گیا تھا، اس کو اب اس طرح نکال دو کہ ستر کھلنے نہ پائے، اس کے بعد ازار کا بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو اور ازار کا سیدھا کنارہ مردہ کے بائیں طرف ڈال دو، تاکہ سیدھا کنارہ اوپر آ جائے، ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو اور لفافہ کا سیدھا کنارہ بائیں طرف ڈال دو اور تین دھجیاں لو، ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زاید ہے، اس پر باندھ دو اور دوسری دھجی سے پیروں کی طرف جو لفافہ زاید ہے، اس کو باندھ دو اور تیسری دھجی کمر پر باندھ دو، تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

میت عورت ہو تو اس کو کفنانے کا طریقہ

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھا دو، پھر ازار، اس کے اوپر قمیص، پھر مردے کو اس کے اوپر لے جا کر رکھو، پہلے مردہ کو قمیص اس طرح پہناؤ کہ قمیص کے چاک کئے ہوئے حصہ سے سر باہر آ جائے اور قمیص کے اوپر کا حصہ قدموں تک چلا جائے، اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصہ کر کے سینہ پر اس طرح ڈالو کہ ایک حصہ سینہ کے دائیں طرف اور دوسرا حصہ سینہ کے بائیں طرف آ جائے، اس

کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈالو، اور سر بند کو نہ تو لپیٹو اور نہ باندھو، پھر سینہ بند قمیص کے اوپر سے لپیٹ دو پھر ازار کا بایاں کنارہ لے کر مردے کے سیدھے طرف ڈالو اور ازار کا سیدھا کنارہ لے کر مردہ کے بائیں طرف ڈالو، تا کہ سیدھا کنارہ اوپر کی طرف آ جائے ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردے کے سیدھے طرف ڈالو، اور لفافہ کا سیدھا کنارہ مردہ کے بائیں طرف ڈالو، اور تین دھجیاں لو، ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زائد ہے، اس کو باندھ دو اور دوسری دھجی سے پیروں کی طرف جو لفافہ زائد ہے، اس کو باندھو، اور تیسری دھجی کمر پر باندھ دو تا کہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

میت عورت ہو تو اس کو غسل دینے کا طریقہ

1-2/2418-2419 ۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہوگیا، ہم چند عورتیں ان کو غسل دے رہے تھے، ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمائے کہ ان کو تین بار یا پانچ بار اور مناسب سمجھو تو زیادہ سے زیادہ (سات بار) بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی سے غسل دینا اور آخری مرتبہ کافور ملے ہوئے پانی سے نہلانا، جب تم غسل دینے سے فارغ ہو جاؤ تو غسل سے فارغ ہونے کی مجھے اطلاع دینا (حضور کے حکم کی تعمیل کر کے) غسل سے فارغ ہونے کی ہم حضور کو اطلاع کر دئے تو حضور اپنا تہہ بند ہماری طرف پھینک کر فرمائے کہ (عورتوں کے کفن کے پانچ کپڑے ہوتے ہیں، جن میں سے ایک ازار بھی ہوتی ہے) میرے اس تہہ بند کو ازار کے طور پر استعمال کرو تا کہ میرا یہ تہہ بند ان کے جسم کو لگا ہوا رہے اور اس کی برکت (جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12) شامل حال رہے، بزرگوں کی عادت یہ ہے کہ ایک داؤنی (اوڑھنی) دیتے ہیں کہ اس کو رکھ چھوڑیں اور کفن میں اس کا استعمال کریں، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فعل سے ماخوذ ہے۔اس لئے مریدنیوں کو داؤنی دینا درست ہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

3/2420 ۔اور عبدالرزاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں اور اس کے سر میں کنگھی کر رہی تھیں تو ام المومنین ان عورتوں سے ارشاد فرمائیں کہ تم اس مردہ کو جو کنگھی کر رہی ہو (تمہارے پاس

اس کا کیا ثبوت ہے) کس بناء پر تم کنگھی کر رہی ہو، جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا)

4/2421 ۔اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں اور اس کے سر میں کنگھی کر رہی تھیں تو ام المومنین نے ان عورتوں سے ارشاد فرمائیں کہ تم اس عورت کو کیوں کنگھی کر رہی ہو، تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا۔)

ف: ان دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے، اس لئے کہ بالوں میں کنگھی کرنا زینت کے لئے ہوا کرتا ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں، یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔12

مردہ کو تین کپڑوں میں کفنانا چاہیئے

پہلی حدیث

5/2422 ۔ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ تو ام المومنین فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا، اور یہ کپڑے سحولی تھے یعنی ڈھلے ہوئے تھے۔(اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔)اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

6/2423 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا جو یمن کے مقام بخران کے تھے منجملہ تین کپڑوں کے ایک حلّہ تھا (حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں، ایک چادر اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا جس میں آپ انتقال فرمائے تھے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد نے کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

برکت کے لئے میت کو متبرک چیز دینے کا بیان

7/2424۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی (جومنافقوں کا سردار تھا) جب اس کی نعش قبر میں رکھ دی گئی (تو عبداللہ بن ابی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کئے: حضور میرے والد عبداللہ بن ابی دفن کئے جارہے ہیں، حضور تشریف لے چلیں تا کہ آپ کی برکت سے اس کی مغفرت ہوجائے، عبداللہ بن ابی کے فرزند کے کہنے سے) حضور عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لے گئے، عبداللہ بن ابی کو قبر کے گڑھے میں ڈالدیا گیا تھا، حضور کے حکم سے پھر باہر نکالا گیا تو حضور اپنے گھٹنوں کا ٹیکہ دے کر اس کو بٹھائے اور اپنا مبارک تھوک اس کے منھ میں ڈالے (تا کہ منکر ونکیر کے سوال کے وقت آسانی ہو) پھر عبداللہ بن ابی کو اپنا قمیص پہنائے (تا کہ قمیص کی برکت سے عذاب قبر سے محفوظ رہے، قمیص دینے میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے بعد سب کافروں کے ساتھ قید ہوکر مدینہ منورہ میں لائے گئے تو حضرت عباس کے جسم پر کرتہ نہیں تھا، حضرت عباس طویل القامت تھے کسی کا کرتہ حضرت عباس کو نہیں آیا، عبداللہ بن ابی بھی طویل القامت تھا اس کا کرتہ عباس کو آیا اس لئے) عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ حضرت عباس کو پہنایا تھا (عبداللہ بن ابی کا یہ احسان حضرت کو یاد تھا، اس کا احسان اتارنے کے لئے اپنا کرتہ عبداللہ بن ابی کو پہنائے، اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ عبداللہ بن ابی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے خوش ہوجائیں، یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کہ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی آپ کے یہ کریمانہ اخلاق اور کریمانہ برتاؤ تھا، اس لئے اللہ تعالی کا ارشاد ہوا ہے ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ''۔(سورۂ قلم، پ:29، ع:1، آیت نمبر:4) بے شک اے رسول آپ بڑے حسنِ اخلاق والے ہیں، اس کو کریمانہ اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہزار کافر اس کریمانہ برتاؤ کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا چاہیے

پہلی حدیث

8/2425۔ سماک رضی اللہ عنہ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت

جابرفرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور وہ تین کپڑے یہ تھے ایک 1 قمیص، دوسرے 2 ازار، اور تیسرے 3 لفافہ۔اس کی روایت ابن عدی نے کامل میں کی ہے۔

دوسری حدیث

9/2426۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا منجملہ ان تین کپڑوں کے ایک حلہ تھا جو یمن کا تھا، (حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں ایک چادر یعنی لفافہ اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا۔اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآ ثار میں مرسلاً کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اس کی روایت اسی طرح اپنی مصنف میں کی ہے۔

ف: ان مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، جن میں کا ایک کپڑا قمیص ہونا چاہئے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔12

میت کو کیسا کفن دینا چاہئے

پہلی حدیث

10/2427 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم اپنے مسلمان بھائی کو کفن دو تو (وہ کفن نہ تو بالکل گھٹیا ہو، اور نہ ریشم اور زر کا ہو بلکہ سوت کا) پاک وصاف سفید اور خوشنما ہو، اور سنت طریقہ کے موافق پورا پورا ہو۔ (جیسے آج کل ہر کہیں دیا جارہا ہے جو کفن کے لئے اچھا اور بہتر کپڑا ہے۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

11/2428 ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مردہ کے لئے قیمتی کفن نہ دیا کرو، کیونکہ کفن جلد خراب ہوجاتا ہے ۔(پھر قیمتی کپڑا لے کر مال کے اسراف کرنے سے کیا فائدہ اور کفن سے غرض تو مردہ کا ستر ڈھانکنا ہے اور یہ غرض متوسط درجہ کے کفن سے بھی پوری ہوجاتی ہے۔)

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔12

تیسری حدیث

12/2429 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان (مَردوں) کو چاہئے کہ وہ سفید لباس پہنا کریں (اس لئے کہ سفید لباس میں ایک قسم کی وجاہت ہونے سے) یہ بہترین لباس ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید لباس پسند کرنے سے سفید لباس پہننا مستحب ہے اور اس میں ثواب بھی ہے) اور مُردوں کو کفن بھی سفید ہی دیا کرو، اور اثمد جو سرمہ ہے بہترین سرمہ ہے (رات کو سوتے وقت اس سرمہ کی تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگایا کرو، اس طرح سرمہ لگانا سنت ہے) اس سے پلک کے بال جمتے ہیں، اور بینائی بھی تیز ہوتی ہے، اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف مُردوں کو کفن دیا کرو تک روایت کی ہے۔

مرتے وقت مرنے والے کے کپڑے پاک وصاف ہونا چاہئے

13/2430 ۔ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے انتقال کا جب وقت آیا تو وہ نئے کپڑے (جو پاک وصاف ستھرے اور خوشنما تھے) منگوا کر پہن لئے (اس لئے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، ظاہراً نئے ستھرے کپڑے پہننے سے باطن کی بھی طہارت اور صفائی ہوجاتی ہے، اسی لئے حضرت ابوسعید خدری آخر وقت میں ظاہر کی صفائی سے باطن کی صفائی کا ارادہ فرمائے، حضرت ابوسعید خدری جو کپڑے پہنے یہ ان کا کفن نہیں تھا، انتقال کے بعد یہ کپڑے اتار کر کفن پہنایا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد ہوا ہے کہ مُردوں کے لئے پرانے کپڑے کافی ہیں اور نئے کپڑے زندوں کے لئے ہیں، یہ ارشاد کفن کے متعلق ہے، حضرت ابوسعید کا نئے کپڑے پہننا کفن نہیں تھا اس لئے دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا) حضرت ابوسعید خدری انتقال کے وقت نئے کپڑے پہن کر یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ میدان حشر میں جب لوگ آئیں گے تو مرتے وقت جن کپڑوں میں تھے وہی کپڑے پہنے ہوئے آئیں گے۔ (اسی لئے میں نئے اور صاف ستھرے کپڑے پہن رہا ہوں، اب رہی دوسری حدیث میں جس میں مردوں کا قبروں سے برہنہ اٹھنے کا ذکر ہے، تو یہ قبروں سے اٹھنے کے وقت کا واقعہ ہے لیکن جب میدان حشر میں آئیں گے تو انہی کپڑوں میں ہونگے جن کو مرتے وقت پہنے تھے، اسی طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے،

اور ابوداؤد نے اس حدیث سے جو مسئلہ استنباط کیا ہے اس کو اس حدیث کے باب کے عنوان میں اس طرح لکھا ہے، مرتے وقت مرنے والے کے کپڑے پاک وصاف ہونا چاہئے۔

مرد کے لئے دو کپڑوں کا کفن بھی کافی ہے اور یہ کفن کفایہ ہے

14/2431۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکرات شروع ہوئی تو میں (اس وقت کی حالت کے لحاظ سے عام لوگوں کے احوال کے اعتبار سے آپ کے سامنے) یہ شعر پڑھی:

أَعَاذِلُ مَايُغْنِيُ الثَّراءُ عَنِ الْفَتَى　　اِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

اے ملامت کرنے والے (یہ وقت نہ نصیحت کرنے کا ہے نہ ملامت کرنے کا) مال ودولت کچھ کام نہیں آتا ہے جب سکرات شروع ہوتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے)۔

یہ شعر سن کر حضرت ابوبکر صدیق ارشاد فرمائے بیٹی عائشہ! (یہ شعر مرے حال کے مناسب نہیں ہے میرے پاس مال ودولت ہی نہیں، پھر یہ کہنا کہ سکرات کے وقت مال ودولت کام نہیں آتا ہے بے موقع ہے) میرے مناسب تو یہ آیت ہے، اس کو پڑھو: (سورۂ ق، پ: 26، ع:2، آیت نمبر:19)

"وَجَآئَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ". (انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ) سکرات سے بچے رہنا چاہتا ہے (یہ خیال کچھ کام نہیں آیا) آخر سکرات کا وقت آپہونچا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ (ہمیشہ میری زاہدانہ زندگی رہی ہے، اب بھی میں زاہدانہ حالت کے ساتھ قبر میں جانا چاہتا ہوں) نئے کپڑے تو زندوں کے واسطے ہیں (مردہ کو اپنا ستر چھپا کر قبر میں جانا ہے، گو مرد کے کفن کے لئے تین کپڑوں کی ضرورت ہے مگر میری زاہدانہ حالت کے لحاظ سے یہ مناسب ہے کہ) میرے انہی دو کپڑوں کو ذرا دھلوا نہی دو کپڑوں کا مجھے کفن دیدو۔ (یہ کفن کفایہ ہے کہ کفن کے لئے دو کپڑے بھی کافی ہو سکتے ہیں۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کتاب الزھد میں کی ہے، اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تمہید

مُحرم اگر اِحرام کی حالت میں مرجائے تو وہ آخرت کے لحاظ سے محرم رہے گا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ احرام کی حالت میں مرنے والے محرم قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اپنی قبروں سے اٹھیں گے، مگر ایسے محرم کا احرام دنیوی احکام کے لحاظ سے ختم ہوجاتا ہے وہ مثل دوسرے مردوں کے بن جاتا ہے، یہی مذہب حنفی ہے، محرم کا احرام کی حالت میں مرنے سے دنیوی لحاظ سے اس کا جو احرام ختم ہوجاتا ہے، اس پر کئی دلائل ہیں، پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ:

محرِم کے کفن کا بیان

15/2432 ۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھا، اونٹنی نے اس کو گرادیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور اس کا انتقال ہوگیا، اس کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے نہلاؤ، اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو۔ (یہ اس کے لئے کفن کفایہ ہے، اس حدیث میں حضور کا ارشاد ہوا ہے بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے اس کو نہلاؤ۔ محرم ایسی چیز کا استعمال نہیں کرسکتا کہ جس سے میل کچیل دور ہو، بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے بھی میل کچیل دور ہوجاتا ہے، اگر احرام کی حالت میں مرنے والے کا احرام باقی رہتا تو حضور اس کو بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے نہلانے کا حکم نہیں دیتے، جب آپ حکم دیئے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کا احرام باقی نہ رہا۔

محرم کے حالت احرام میں مرجانے سے اس کے احرام کے ختم ہوجانے پر دوسری دلیل

16/2433 ۔دراقطنی کی وہ حدیث ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ محرم اگر حالت احرام میں مرجائے تو (مثل دوسرے مردوں کے) اس محرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکو اور اس کو یہود کے مردوں کے مشابہ مت بناؤ (اس لئے کہ یہود اپنے مردوں کے چہرہ اور منھ کو کھلا رکھتے ہیں۔ اس حدیث میں حالتِ احرام میں مرنے والے محرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا جو حکم ہوا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا احرام ختم ہوگیا اگر احرام باقی رہتا تو اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا حکم نہ دیا جاتا، اس لئے کہ محرم کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانکا جاتا ہے۔

محرم کے حالتِ احرام میں مرجانے سے اس کا احرام ختم ہوجانے پر تیسری دلیل

17/2434 ۔امام مالک کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ محرم اگر احرام کی حالت میں مرجائے تو (اس کو محرم مت سمجھو اس کا احرام ختم ہوگیا ہے) دوسرے مردے جو محرم نہیں ہیں ان کو کفناتے وقت جیسے ان کا سر ڈھانکتے ہیں اور خشبو لگاتے ہیں ایسا ہی محرم مردہ کا بھی سر ڈھانکو اور اس کو خوشبو لگاؤ۔

محرم کے حالتِ احرام میں مرجانے سے اس کے احرام کے ختم ہونے پر چوتھی دلیل

18/2435 ۔امام مالک ہی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے فرزند واقد کا جب حالتِ احرام میں انتقال ہوا تو حضرت ابن عمر اپنے فرزند واقد کو کفناتے وقت ان کے چہرہ اور سر کو ڈھانکے اور فرمائے کہ اگر ہم حالت احرام میں نہ ہوتے تو اے واقد تم کو خوشبو بھی لگاتے (اس لئے کہ تمہارا احرام ختم ہوگیا ہے اور تم اب محرم نہیں رہے۔)

محرم کے حالتِ احرام میں مرجانے سے اس کا احرام ختم ہونے پر پانچویں دلیل

19/2436 ۔وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ انسان جب مرتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے تمام اعمال ختم ہوجاتے ہیں (مثلاً اگر وہ محرم ہے تو اس کا احرام مرنے سے ختم ہوجاتا ہے، اس لئے اور مردوں کی طرح کفناتے وقت اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنا چاہئے اور اس کو خوشبو بھی لگانا چاہئے) وہ تین اعمال جو مرنے سے ختم نہیں ہوتے بلکہ باقی رہ جاتے ہیں وہ یہ ہیں: ایک صدقہ جاریہ (جیسے رفاہ عام کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ اور پل وغیرہ بنایا، اس صدقہ جاریہ کا ثواب منقطع نہیں ہوتا، اس کو ملتا رہتا ہے) دوسرے علم دین، (لوگوں کو سکھایا، یا تصنیف

وتالیف کیا) جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، اس کا ثواب بھی منقطع نہیں ہوتا (اس کو ملتا رہتا ہے) تیسرے نیک اولاد جو اس کے لئے دعاء خیر کرتے رہتے ہیں (اور اس کو ثواب ملتا رہتا ہے، یہ ثواب بھی منقطع نہیں ہوتا ہمیشہ باقی رہتا ہے۔)

کفن کفایہ کا بیان

20/2437۔عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (کہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرد کو ایک کپڑے میں بھی کفنایا جاسکتا ہے مگر ایک کپڑے سے) بہتر کفن حلہ ہے (اور حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں، ایک چادر اور دوسرے تہہ بند، یہ بھی کفن کفایہ ہوگا پوری سنت کی ادائی کے لئے تین کپڑے کفن میں ہونا چاہئیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ (یوں تو قربانی ہر اس بکرے کی ہوسکتی ہے جو قربانی کی شرط کے موافق ہو) مگر قربانی کے لئے بہتر سینگ مڑا ہوا مینڈھا ہے۔(اس لئے کہ گوشت اس میں زیادہ ہوتا ہے۔) اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

21/2438۔اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

کفن کی ضرورت کا بیان

پہلی حدیث

22/2439۔خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے (وطن چھوڑ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ آئے تو ہماری ہجرت رائیگاں نہیں گئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو (دنیا اور آخرت میں) ہجرت کا اجر دینا اپنے ذمہ لے لئے ہم میں سے بعض حضرات تو ایسے ہوئے جن کے لئے آخرت کا اجر تو تیار ہے، مگر وہ دنیا کا کوئی اجر نہیں لے سکے ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں (کہ ان کو دنیا کا کچھ اجر نہ ملا، دنیا کا کچھ اجر نہ ملنے کا آپ اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ) جب حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو ان کو پورا کفن تک نہ ملا، کفن کے لئے صرف ایک چادر تھی، کیا کہوں وہ بھی کیسی تھی، اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم ان کا سر ڈھانکتے تو پیر باہر نکل جاتے تھے، اور جب پیروں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا (ہم حیران تھے کہ کیا

کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (سر کی عظمت پیش نظر رکھ کر) سر ڈھانک دو، اب رہے پیر تو پیروں کو اِذخر (جو خوشبودار گھاس ہے) اس سے چھپادو (اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مردہ کے تمام جسم کو چھپانا واجب ہے، اگر تمام جسم چھپانا واجب نہ ہوتا تو پیروں کو گھاس سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی، بغیر گھاس سے چھپائے دفن کرسکتے تھے گھانس سے چھپانے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ مردہ کا تمام جسم چھپانا واجب ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفنِ ضرورت کے لئے ایک کپڑے میں کفنانا جائز ہے، اور یہ کفنِ ضرورت ہے) حضرت خباب یہ بھی فرمائے بعض صحابہ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کے لئے آخرت کا اجر کیا کہے کہ کیسا ہے؟ (نہ آنکھ دیکھے نہ کان سنے ایسی ایسی نعمتیں ان کے لئے تیار ہیں، آخرت کی ان نعمتوں کے ساتھ دنیا سے بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز کیا ہے وہ ان نعمتوں سے نفع اٹھارہے ہیں، اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر اداء کرکے) اس سے بھی ثواب حاصل کررہے ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: شرح منیہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک ہی کفن میں دو آدمیوں کو کفنانا جائز نہیں ہے اگر کفن ایک ہو، اور میت ایک سے زائد ہوں تو ایک ہی کفن کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں، اور جتنا حصہ کفن کا جس میت کے حصہ میں آئے اسی میں اس کو کفنایا جائے، اور باقی بدن کا جو حصہ کھلا رہے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپایا جائے۔

شرح منیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک قبر میں ایک سے زائد میت کو دفنانا جائز نہیں ہے، اگر ایسی ہی مجبوری ہو، اور ایک ہی قبر میں دو یا دو سے زائد مردوں کو دفنانے کی ضرورت پڑے تو قبر میں دونوں کے درمیان مٹی سے کٹہ بنا کر دفن کیا جائے، تاکہ دونوں جسم ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔12

دوسری حدیث

23/2440۔ سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہما اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے، افطار کے وقت آپ کے لئے کھانا لایا گیا (تکلف کا کھانا دیکھ کر فرمائے ہماری تو یہ حالت ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم کو مل رہی ہیں) (یہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) اور ایک مصعب بن عمیر بھی تھے کہ جن کے سامنے نعمتوں کا کھانا آنا تو کیا کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کو کفن تک پورا نہ ملا (پھر کسرِ نفسی سے فرمائے) حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے (ان

کے کفن کی کیا حالت بیان کروں) اتنا چھوٹا کفن تھا کہ جب اس سے سر چھپاتے تو پاؤں باہر ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا، راوی حدیث ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا حال تھا کہ جب وہ شہید ہوئے (تو ان کو بھی پورا کفن نہ (یہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) ملا ان کے کفن کی بھی وہی حالت تھی کہ سر چھپاتے تو پیر کفن سے نکل جاتے، اور پیر چھپاتے تو سر کھل جاتا تھا، تو سر کو چھپا کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی۔) حالانکہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہونے کے لحاظ سے) مجھ سے بہتر تھے (اب ہماری حالت سنئے) خوب دنیا ملی (جس کی وجہ طرح طرح کے کھانے کھا رہے ہیں) خدانخواستہ کہیں ہماری نیکیوں کا یہ بدل تو نہیں ہے، خدا ایسا نہ کرے (ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دنیا کی یہ نعمتیں ہم کو دے رہا ہو، اور آخرت میں بھی سب صحابہ کے ساتھ آخرت کی نعمتیں سرفراز کرے) حضرت عبدالرحمٰن یہ کہہ کر اس درد سے رونے لگے (باوجود اس کے کہ روزہ دار تھے، بھوک تھی) رونے کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

شہید کو بغیر غسل کے اسی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے

24-25/2441-2442۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ ان سے ہتھیار علحدہ کئے جائیں اور جو سامان چمڑے کا ان کے جسم پر ہے (جیسے پوستین اور موزے وغیرہ) یہ بھی ان سے علحدہ کیا جائے (اور بغیر غسل (ایسا ہی بخاری کی ایک روایت میں مذکور ہے۔12) دیئے کے) ان کے خون آلود کپڑوں ہی میں ان کو دفن کیا جائے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور حاکم، امام احمد، دارقطنی، طبرانی، بیہقی)

ابوداؤد اور ابن ماجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان پر نماز جنازہ ادا فرمائے (اس سے ثابت ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوتے ہیں ان پر نمازِ جنازہ تو پڑھی جائے مگر غسل نہ دیا جائے اور ان سے ان کے ہتھیار اور چمڑے کا سامان علحدہ کر کے ان ہی کے خون آلودہ کپڑوں میں ان کو دفن کیا جائے۔

(5/77)بَا بُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا
(اس باب میں جنازہ کے ساتھ کیسے چلنا اور جنازہ پر نماز کس طرح اداء کرنا چاہئے، اس کا بیان)

ف: فصل اوّل، جنازہ کے ساتھ چلنے کا بیان

میت اگر بچہ ہوتو اس کو ہاتھوں پر لے جائیں، یعنی بچہ کی میت کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے، کچھ چلنے کے بعد پھر دوسرا آدمی اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لے، اسی طرح ایک دوسرے سے اپنے اپنے ہاتھوں پر بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت بڑی ہو اور ہاتھوں پر لے جانے کے قابل نہ ہو تو اس کو ڈولہ میں رکھ کر لے جائیں اور ڈولہ کے چاروں کونوں کو چار آدمی اپنے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلیں اور ڈولہ کو مزدور کی طرح پیٹھ کے بالائی حصہ پر جو' گردن کے نیچے ہے، مثل مال و اسباب کے لادھ کر لے جانا مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کو بغیر عذر کے کسی گاڑی کے یا جانور وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو، جیسے قبرستان بہت دور ہے تو ایسی صورت میں جنازہ کو کسی سواری پر رکھ کر لے جانا بلا کراہت جائز ہے۔

جنازہ کے ساتھ چلنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خالی نہ چلیں بلکہ اس کو اس طرح کندھا دیتے چلیں کہ پہلے ڈولہ کے سامنے کے سیدھے جانب ڈنڈے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، اس کے بعد پچھلے حصہ کے سیدھے جانب کے ڈنڈے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، پھر ڈولہ کے سامنے کے بائیں جانب کے ڈنڈے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، اور پھر ڈولہ کے پچھلے حصہ کے بائیں جانب کے ڈنڈے کو بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، اسی طرح جنازہ کے ساتھ کم سے کم چالیس قدم چلنا مستحب ہے، جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر اس قدر تیز بھی نہ چلیں کہ نعش کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے، جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو چاہئے کہ ایسا ہی جنازہ کندھوں سے اتارنے کے پہلے نہ بیٹھیں، اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو بیٹھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، جو لوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں، بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے، جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں، ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلیں، اگرچیکہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے، مگر سب کے سب جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے اور جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہوں تو جنازہ کے پیچھے چلیں، یہ مسائل عالمگیری، بحر رائق، درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہیں اور بحر رائق درمختار اور ردالمحتار میں یہ بھی

لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جو لوگ چل رہے ہوں، ان کو بہت خاموش چلنا چاہئے، ان کو ذکر، دعاء اور قرآن اور اشعار نہ تو آواز سے پڑھنا چاہئے اور نہ آہستہ اور اگر چاہے تو ذکر اور دعاء دل میں کرتے ہوئے چلیں۔ اور یہی مذہب حنفی ہے۔

فصل دوّم۔ جنازہ نماز پڑھنے کا بیان

ارحم الراحمین سے میت کے لئے دعاء مغفرت کرنے کے لئے نماز جنازہ مقرر کی گئی ہے اور نمازیں وقت آنے سے جیسے واجب ہوجاتی ہیں ایسا ہی جنازہ کی نماز مرنے والے کے مرنے کی خبر سننے سے واجب ہو جاتی ہے اور جس کو مرنے والے کی موت کی خبر نہ ہو، اس پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوتی، واجب تو ہر اس شخص پر ہو جاتی ہے جس کو موت کی خبر ہوئی ہو، مگر بعض کے اداء کرنے سے بقیہ مسلمانوں کے ذمہ سے نماز جنازہ ساقط ہوجاتی ہے اور اگر کوئی بھی نمازِ جنازہ اداء نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں۔ ایک تو وہ شرطیں ہیں، جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری شرطیں وہ ہیں جن کا میت سے تعلق ہے، میت کی نماز پڑھنے والوں سے متعلق جو شرطیں ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ اور نیت، مگر اور نمازوں کے لئے وقت مقررہ بھی شرط ہے کہ جس نماز کا جو وقت مقرر ہے اس کو اسی وقت پڑھنا چاہئے، لیکن نمازِ جنازہ کے لئے ایسا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، طلوع، غروب اور استواء کے سوا جب جنازہ آجائے اسی وقت نمازِ جنازہ پڑھ لینا چاہئے، دوسری نمازوں اور نمازِ جنازہ میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ دوسری نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے تیمّم کرکے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ وضوء کرکے ان نمازوں کی قضاء پڑھنا چاہئے بخلاف نمازِ جنازہ کے کہ اس کے فوت ہونے کا خوف ہو تو باوجود تیمّم کے شرائط نہ پائے جانے کے تیمّم کرکے نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں، اگر نمازِ جنازہ جنگل میں ہو رہی ہو اور نماز پڑھنے والے جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر وہ کھڑے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر پیر جوتوں سے نکال کر جوتوں پر کھڑے رہ کر نماز پڑھ رہے ہوں تو ایسی صورت میں صرف جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے اور جو لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے ان کی نماز نہیں ہوتی۔

اب دوسری قسم سنئے:

نمازِ جنازہ اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جبکہ میت میں یہ شرطیں پائی جائیں، ایک شرط تو یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، کافر اور مرتد پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے، مسلمان اگرچہ کہ فاسق ہو، اس پر نماز ِجنازہ پڑھنا صحیح ہے، ایسا ہی جو مسلمان خودکشی کرلیا ہو، اس پر بھی نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح ہے اس لئے کہ نمازِ جنازہ کے لئے میت کا مسلمان ہونا کافی ہے اس کے افعال پر نظر کرنا صحیح نہیں ہے، ایک بچہ جس

کے ماں باپ کافر تھے پھر اس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہوگئے یا ان میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو بچہ کو بھی مسلمان سمجھا جائے گا اور اگر وہ مرجائے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو، اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے اور جو بچہ زندہ پیدا ہوا اور اس کے زندہ پیدا ہونے کی علامتیں یہ ہے کہ پیدا ہوکر روئے یا اس کا کوئی عضو حرکت کرتا ہوا دکھائی دے یا اسی قسم کی کوئی علامت پائی جائے جو اس کے زندہ پیدا ہونے پر دلالت کرے پھر وہ مرجائے تو اس پر نمازِ جنازہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق دوسری شرط یہ ہے کہ میت کا بدن، کفن اور جس جگہ میت کو نماز پڑھانے کے لئے رکھا گیا ہو، یہ سب نجاستِ حقیقی (پیشاب و پائخانہ) سے پاک ہوں، ایسا ہی میت نجاستِ حکمی جیسے منی اگر مرنے سے نکلی ہو تو اس سے بھی پاک ہو، اسی لئے میت کو غسل دیا جائے تا کہ میت نجاست سے پاک ہوجائے، یوں بھی اگر میت نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی سے پاک بھی ہو تو میت کو غسل دینا واجب ہے، ہاں اگر غسل دینے کے بعد میت سے نجاست حقیقی یعنی پائخانہ وغیرہ نکل آئے تو پھر اس کو دوبارہ غسل دینا ضروری نہیں ہے، اسی حالت میں نمازِ جنازہ اس پر جائز ہے ،نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق تیسری شرط یہ ہے کہ میت کا ستر ڈھنکا ہوا ہو، اگر میت برہنہ ہو تو اس پر نماز جنازہ درست نہیں۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق چوتھی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو، اور اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نمازِ جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق پانچویں شرط یہ ہے کہ میت زمین پر ہو، اور اگر میت ڈولہ میں ہو تو ڈولہ زمین پر رکھا ہوا ہو، اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اس حالت میں اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو نمازِ جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق چھٹی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والوں کے سامنے موجود ہو اور اگر میت وہاں موجود نہ ہو کہیں اور ہو اور لوگ اس پر غائبانہ نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ یہی مذہب حنفی ہے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض

نمازِ جنازہ میں فرض دو ہیں، ایک فرض تو یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے، نمازِ جنازہ میں دوسرا فرض قیام ہے، یعنی نمازِ جنازہ پڑھنے والے کھڑے ہوکر نماز اداء کریں، اگر نماز پڑھنے والے بغیر عذر کے بیٹھ کر نمازِ جنازہ اداء کریں تو نماز صحیح نہ ہوگی، ہاں اگر عذر ہو اور کھڑا ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نمازِ جنازہ اداء کرسکتا ہے۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت ہیں (1) ایک ثناء پڑھنا (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

درود پڑھنا (3) میت کے لئے ماثورہ دعاء پڑھنا اگر ماثورہ دعاء کے سوا کوئی اور الفاظ میں دعاء کی جائے بھی تو جائز ہے۔ جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔

نمازِ جنازہ کے مستحبات

نمازِ جنازہ کے مستحبات یہ ہیں۔ (1) ایک تو یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی تین صفیں کی جائیں اگر تعداد کم بھی ہو تو تب بھی ان کی تین صفیں بنائی جائیں، مثلاً نماز پڑھنے والے سات ہوں تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور پہلی صف میں تین شخص ہوں اور دوسری صف میں دو اور تیسری میں ایک، اس طرح تین صف بنائے جائیں۔

دوسری نمازوں میں پہلی صف افضل ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے لیکن نمازِ جنازہ میں تیسری صف افضل ہے اور اس کا ثواب زیادہ ہے اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علحدہ علحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کو امام کے سامنے اس طرح رکھیں کہ سب کے سینے امام کے مقابل رہیں اور سب کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تو تب بھی جائز ہے، اگر مختلف جنازے جمع ہوں بعض ان میں مردوں کے بعض عورتوں کے اور بعض بچوں کے ہوں اور ان پر ایک ہی نماز پڑھی جائے تو ان کو اس ترتیب سے رکھا جائے کہ پہلے امام کے سامنے مردوں کے جنازے ہوں، ان کے بعد لڑکوں کو اور ان کے بعد بالغہ عورتوں اور ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کو۔

جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا جمعہ کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو، یہی مذہب حنفی ہے، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اگر جنازہ مسجد میں ہو اور لوگ مسجد ہی میں نماز جنازہ پڑھ رہے ہوں یہ تو ناجائز ہے ہی، اور اگر جنازہ مسجد کے باہر میدان میں ہو اور نماز پڑھنے والے کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ میدان میں ہوں اور ان کی صف کا کچھ حصہ مسجد میں آ گیا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے، ہاں جو مسجد قبرستان میں خاص نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہو اور اس میں پنج وقتہ نماز وغیرہ نہیں پڑھی جاتی تو اس میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

نمازِ جنازہ میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا تاکہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔ جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے اور نمازیں بھی فاسد ہوتی ہیں، فرق اس قدر ہے کہ دوسری نمازوں میں بالغ نمازی کے قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، بخلاف نمازِ جنازہ کے۔ اس میں اگر بالغ نمازی قہقہہ لگائے تو نہ وضوء ٹوٹتا ہے اور نہ نمازِ جنازہ فاسد ہوتی ہے، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اور نمازوں میں عورت اگر مرد کے محاذی اس طرح ہو کہ مرد کے

سیدھے طرف یا بائیں طرف یا سامنے کھڑی ہوجائے اور محاذاۃ کے تمام شرائط پائے جائیں تو مرد کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، بخلاف نمازِ جنازہ کے اس میں عورت اس مذکورہ طریقہ سے مرد کے محاذی کھڑی ہوجائے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

نمازِ جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے محاذی کھڑا ہوجائے اور امام اور مقتدی سب یہ نیت کریں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اللہ کے لئے اور اس میت کی دعاء مغفرت کرنا چاہتے ہیں، یہ نیت کرکے دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے لئے کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے زیر ناف باندھ لیں، اس پہلی تکبیر کے بعد آہستہ ثناء پڑھیں اور نماز جنازہ کی مسنون ثناء کے الفاظ یہ ہیں:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ۔

اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے، آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں آپ کا نام بڑا برکت والا ہے، آپ بہت عالی شان ہیں (مخلوق کی کیسی ہی تعریف کی جائے، آخر وہ مخلوق کی ہی تعریف ہے) آپ کی تعریف سب کی تعریف سے بہت زیادہ عظمت والی ہے، آپ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

اس کے بعد پھر دوسری بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں بلکہ ہاتھ ویسا ہی بندھا ہوا زیر ناف رہنے دیں، اس دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی آہستہ پڑھیں، جو ہر نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے، پھر تیسری بار اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں بلکہ ہاتھ ویسے ہی زیر ناف رہنے دیں، اس تیسری تکبیر کے بعد جو ماثورہ دعائیں آئی ہیں، ان میں سے کوئی ایک دعاء آہستہ پڑھیں، پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہیں اور اس بار بھی کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں اور بغیر کچھ پڑھے کے سیدھے اور بائیں طرف سلام پھیر دے۔

اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہونچے کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہوچکی ہیں تو جس قدر تکبیریں ہوچکی ہیں ان تکبیروں کے لحاظ سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا، اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک نہ ہوجائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب امام ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہے، تو یہ بھی اللہ اکبر کہہ کر شریکِ نماز ہوجائے، یہ ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہنا اس کے لئے تکبیرِ تحریمہ ہوگا۔ پھر امام سلام پھیر دے اور یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو اداء کرلے اور ان تکبیروں کو جب یہ اداء کرے گا تو ان تکبیروں کے بعد کچھ نہ پڑھے، صرف ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہنا کافی ہے، (درمختار، ردالمحتار، ہدایہ، عالمگیری، عمدۃ الرعایہ، ملتقی۔ 12)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ''وَلا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا''. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ توبہ، پ:10، ع:11، آیت نمبر:84، میں) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپ ہرگز اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھئے۔ (آپ کی نماز تو سچے مسلمانوں کے جنازہ پر ہوا کرتی ہے۔)

جنازہ کو کس طرح لے چلنا چاہئے

1/2443۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب جنازہ لے کر چلو تو جلدی جلدی قدم بڑھا کر لے چلو (مگر ایسا نہ دوڑو کہ جنازہ کو ڈولہ میں حرکت ہونے لگے، جلدی جلدی اس لئے لے جاؤ کہ) اگر میت نیک اور صالح ہے تو اس کے لئے راحت وآرام کا جو سامان تیار ہے، میت کو وہاں جلد پہونچا دینا بہتر ہے اور اگر میت ایسی نہیں ہے (بلکہ بد ہے اور بدی میں اس کی عمر گزری ہے۔) تو سمجھو کہ ایک بدبودار مردہ ہے جلد سے جلد اس کو کندھوں سے اتار دینا نہایت مناسب ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نیک و بد میت کی تمنا

2/2444۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب جنازہ تیار کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو قبر میں اس کے لئے راحت وآرام کا جو سامان مہیا کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے تو مردہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد وہاں پہونچ جائے، اس لئے مردہ جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے دوستو! جلدی جلدی مجھے لے چلو (تاکہ میں اپنی قبر میں جو میرے راحت وآرام کا مقام تیار کیا گیا ہے جلد سے جلد وہاں پہونچ جاؤں) اگر مردہ نیک نہیں ہوتا ہے اور برائی کرتے ہوئے اس کی عمر گزری ہے تو اس کے سامنے قبر کی تکلیفیں اور مصیبتیں پیش ہو جاتی ہیں تو جنازہ اٹھانے والوں سے مردہ کہتا ہے لوگو! مجھے کہاں لے جا رہے ہو (ہائے ہائے! افسوس مجھے لے جا کر عذاب کے گڑھے میں ڈالنا چاہتے ہو، کیا کروں؟ کیسے بچوں، مردہ کی اس حسرتناک اور عبرتناک) پکار کو انسان کے سوائے سب سنتے ہیں۔ (اگر انسان اس پکار کو سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر جائے اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے۔) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا ہوا رہنا منسوخ ہے

پہلی حدیث

3/2445 ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرمائے ہیں کہ (جب تم کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اور جنازہ آ رہا ہو یا جنازہ سامنے سے گزر رہا ہو تو اس کے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہم کو حکم دئے تھے کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوجائیں، ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم بعد میں دیکھے کہ جنازہ آتا ہوا (دیکھ کر بیٹھے ہوئے رہتے تھے اور ہم کو بھی بیٹھے ہوئے رہنے کا حکم دیتے تھے۔

اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے۔

4/2446 ۔اور امام مالک اور ابوداؤد کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے رہتے تھے پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے۔

5/2447 ۔اور امام محمد رحمہ اللہ کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے ہوجایا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ آپ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے۔امام محمد اسی طرح روایت کرکے فرمائے ہیں کہ: ہم اسی حدیث کو لئے ہیں اور اسی پر ہمارا عمل درآمد ہے کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہونا چاہئے، بیٹھے ہوئے رہنا چاہئے، جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا رہنا پہلے کا عمل ہے، پھر بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس پر عمل نہ رہا،اس لئے جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا رہنا منسوخ ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے، ردالمحتار میں بھی شرح المنیہ کے حوالہ سے ایسا ہی لکھا ہے۔

دوسری حدیث

6/2448 ۔محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما تھے، ان دونوں حضرات کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو حضرت حسن بن علی جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور حضرت ابن عباس

جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہوئے بلکہ بیٹھے ہوئے ہی رہے، (حضرت ابن عباس کو بیٹھا ہوا دیکھ کر) حضرت حسن بن علی ارشاد فرمائے: ابن عباس آپ کیوں کھڑے نہیں ہوئے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کا جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے (یہ تو مسلمان کا جنازہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر کے آپ کو ضرور کھڑا رہنا چاہئے تھا) تو حضرت ابن عباس فرمائے: آپ جو فرمائے ہیں وہ بالکل سچ ہے (یہودی کا جنازہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کھڑے ہوئے تھے وہ پہلے کا واقعہ ہے) پھر (بعد میں جنازہ آتا ہوا دیکھ کر) حضور (کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے) بیٹھے ہوئے ہی رہتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے رہنا منسوخ ہو گیا)۔

اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

7/2449۔ ابن سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارے سامنے سے ایک دوسرا جنازہ گزرا اور ہم اس جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت علیؓ ہم سے فرمائے کہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کیوں کھڑے ہو گئے، تو میں نے عرض کیا کہ ہماری نظر صحابۂ کرام پر رہتی ہے، جیسے وہ حضرات کرتے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، صحابہ کرام کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوا کرتے ہیں، اس لئے ہم بھی کھڑے ہو گئے ہیں، چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی مسلم یا یہودی یا نصرانی کے جنازہ کو آتا ہوا دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو، اس لئے کہ تم جنازہ (کی تعظیم) کے لئے نہیں کھڑے رہے ہو بلکہ جنازہ کے ساتھ جو فرشتے رہتے ہیں ان (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہوتے ہو (یہ ابو موسیٰ صحابی ہیں ان کے اس ارشاد کو سن کر ہم کھڑے ہوئے ہیں) یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک مرتبہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے (اور جنازہ کو دیکھ کر فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب تک کسی بارے میں صریح حکم نازل نہ ہو، آپ اہل کتاب کی مشابہت اختیار فرمالیا کرتے تھے اور جس امر میں اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت

ہوجاتی تھی، اس کو آپ ترک فرمادیتے تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا اہل کتاب کی مشابہت سے تھا کہ اہل کتاب جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے، پھر جب آپ کو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی ممانعت کی گئی تو باوجودیکہ اس میں فرشتوں کی تعظیم تھی مگر ممانعت کی وجہ سے آپ جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا ترک فرمادئے، اس لئے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا منسوخ ہوگیا۔) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

جنازہ کندھوں سے اتارنے تک کوئی نہ بیٹھے

8/2450۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ چلو تو جب تک جنازہ کندھوں سے نہ اتاردیں مت بیٹھا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

9/2451۔ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ایسا ہے کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ ہوں تو جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھا کرو۔

10/2452۔ اور ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے تو جب تک کہ جنازہ کندھوں سے اتار کر قبر میں نہ رکھ دیا جاتا تو آپ اس وقت تک زمین پر نہیں بیٹھا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو دیکھ کر کہنے لگا، (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جیسے آپ جنازہ کو قبر میں رکھنے تک نہیں بیٹھا کرتے ہیں، عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی عالم سے یہ سن کر (جنازہ قبر میں رکھنے کا انتظار نہیں فرماتے تھے بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی) بیٹھ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہود کی مخالفت کر کے بیٹھنے کے لئے جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار نہ کرو بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی بیٹھ جایا کرو۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار کر کے کھڑے رہنا بھی مکروہ ہے۔

میت کے ساتھ نماز سے لے کر دفن تک شریک رہنے کا ثواب

11/2453 ۔ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلا اور اس سے اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے بلکہ صرف ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے، پھر اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھا اور اس کے دفن کرنے میں بھی شریک رہا (لوگ اس کے اس عمل کو معمولی سمجھتے ہوں گے نہیں اس کا یہ عمل ایسا ہے کہ جس کا) ثواب اس کو دو قیراط ملا ہے اور ہر قیراط کے ثواب کی مقدار اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتی ہے اور اگر کوئی صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس ہوگیا اور دفن میں شریک نہ رہا (تو یہ بھی کچھ کم نہیں) صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس ہونے والے کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے جو اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نماز جنازہ غائبانہ درست نہیں

12/2454 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک روز صحابہ کرام کے ساتھ مسجد نبوی-جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12 - میں تشریف فرما تھے، یکا یک حضور کو کشف ہوا کہ حبش کے شاہ نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے اسی وقت حضور) شاہ نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دیئے اور صحابہ کرام سے فرمائے کہ شاہ حبش نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے عیدگاہ چلو (باوجودیکہ حضور نجاشی کی موت کا کشف ہونے کے وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھ کر) صحابہ کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے اور عیدگاہ میں نمازِ جنازہ اداء فرمائے اگر نماز جنازہ مسجد میں اداء کرنا جائز ہوتا تو مسجد ہی میں حضور نجاشی کی نماز جنازہ اداء فرماتے، اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔) جب حضور سب صحابہ کو لے کر عیدگاہ میں نجاشی کی نمازِ جنازہ اداء فرمارہے تھے تو حضور پہلے صفیں درست فرمائے، (بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ اداء فرمارہے تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضور کو کشف ہوگیا تھا اور نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے آ گیا تھا اور حضور جنازہ کو دیکھ کر نماز پڑھا رہے تھے، اب رہا یہ شبہ کہ صحابہ جو مقتدی تھے ان کو نجاشی کا جنازہ نظر نہیں آ رہا تھا تو پھر صحابہ کی نماز جنازہ کیسے اداء ہوئی، اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ کا ہونا ضروری ہے، مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آ نا ضروری نہیں،

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آنا ضروری نہیں ہے۔ امام کا جنازہ کو دیکھنا کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو امام تھے، جنازہ کا نظر آنا کافی تھا، اس لئے نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجاشی کا جنازہ نظر آرہا تھا جو کہا گیا ہے اس پر دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ واحدی کی کتاب اسباب النزول سے نقل کیا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نجاشی کا جنازہ بطور کشف ظاہر ہو گیا تھا اور حضورؐ جنازہ کو آنکھوں سے دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرمائے ہیں اور حضور غائبانہ نماز جنازہ نہیں ادا فرمائے ہیں۔

نجاشی کے جنازہ کا حضور کو جو کشف ہوا تھا، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اور مواقع پر بھی حضور کو ایسا کشف ہوا ہے، جیسا کہ علامہ واقدی نے اپنی مغازی میں لکھا ہے کہ جب ملکِ شام میں جنگ موتہ ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کے پورے منظر کا کشف ہو گیا تھا، آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرما رہے تھے کہ میں مُوتہ کا میدان جنگ اس وقت دیکھ رہا ہوں، دیکھو زید بن حارثہ اس وقت سپہ سالار ہو گئے ہیں اور پرچم اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں، زید بن حارثہ کا جنازہ اس وقت میرے سامنے ہے یہ فرما کر حضورؐ حضرت زید کی نماز جنازہ پڑھے اور دعاء مغفرت فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ تم بھی ان کی مغفرت کی دعاء کرو۔ دیکھو وہ جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔ پھر حضور فرمائے دیکھو اب پرچم کو جعفر بن ابی طالب سنبھالے ہیں اور بہت گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے، وہ بھی کفار سے لڑتے ہوئے کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے ہیں، ان کا جنازہ بھی میرے سامنے ہے۔ یہ فرما کر حضورؐ حضرت جعفر کی نمازِ جنازہ ادا فرمائے اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ تم بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرو، وہ بھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور میدانِ جہاد میں ان کے جو دونوں بازو کاٹ دئے گئے تھے، اللہ تعالی نے اس کے بدلے ان کو دو بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کے ذریعہ جنت میں وہ جہاں چاہیں اڑ رہے ہیں، حضور کا نجاشی کے جنازہ کو دیکھ کر نمازِ جنازہ ادا فرمانے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اور بھی صحابہ مثلاً قراء وغیرہ جو دور دراز مقام پر شہید ہوئے یا وفات پائے ان کے جنازوں کا حضور کو کشف نہیں ہوا تھا، اس لئے آپ ان کی نمازِ جنازہ ادا نہیں فرمائے اور اگر آپ ان کی نمازِ جنازہ ادا فرماتے تو غائبانہ نمازِ جنازہ ہوتی، اس لئے آپ ان صحابہ کی غائبانہ

نمازِ جنازہ اداء نہیں فرمائے، اس وجہ سے کہ آپ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ حضور کو صحابہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا بے حد خیال تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی انتقال کر جائے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا اس لئے کہ میرا ان پر نمازِ جنازہ پڑھنا ان کے لئے رحمت کا باعث ہے، اس کے باوجود (حضور کا ان صحابہ پر جو دور دراز مقام پر وفات پائے ہوں، غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔) راوی کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیں درست فرمالئے تو چار تکبیروں کے ساتھ (نجاشی کی) نماز جنازہ اداء فرمائے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کی چار ہی تکبیریں ہیں اور یہی مذہب حنفی ہے)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

13/2455 ۔اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے، صاحبو! (مجھے کشف سے ظاہر ہوا ہے کہ) تمہارے بھائی نجاشی کی وفات ہوگئی ہے، چلو ان کی نماز جنازہ اداء کریں۔ یہ ارشاد فرما کر حضور بھی اٹھے اور صحابہ بھی اٹھے اور صحابہ کی صفیں درست فرما کر حضور چار تکبیرات کے ساتھ نجاشی کی نمازِ جنازہ اداء فرمائے، صحابہ فرماتے ہیں ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے رکھا ہوا ہے اور حضور جنازہ دیکھ کر نماز اداء فرما رہے ہیں۔

14/2456 ۔اور ابوعوانہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے، صحابہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور کی اقتداء میں نجاشی کی نمازِ جنازہ اداء کر رہے تھے تو ہم کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ (نجاشی کا جنازہ غائب نہیں ہے بلکہ) ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔

15/2457 ۔اور طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ابو امامہؓ فرماتے ہیں ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (ایک دن) جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمائے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کا انتقال ہوگیا ہے، کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین سمیٹ دی جائے (اور معاویہ بن معاویہ مزنی کا جنازہ آپ کے سامنے ہو جائے) اور آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں، حضور ارشاد فرمائے بہت اچھا، تو جبرئیل

علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر اپنے پر مارے (اور زمین سمیٹ گئی اور معاویہ بن معاویہ مزنی) کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاویہ مزنی کی نماز جنازہ پڑھائے اور آپ کے پیچھے (صحابہ کرام کے علاوہ) فرشتوں کی دو صفیں بھی نماز جنازہ میں شریک تھیں، اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمائے کہ معاویہ مزنی کو اتنا بڑا مرتبہ کس وجہ سے ملا، تو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائے کہ معاویہ مزنی کو یہ مرتبہ اس وجہ سے ملا ہے کہ وہ سورہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' سے (اس قدر) محبت رکھتے تھے کہ اس سورت کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں پڑھا کرتے تھے۔ (ابن حبان، ابوعوانہ اور طبرانی کی ان تینوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی دور دراز مقام پر وفات پانے والے صحابہ کی نماز جنازہ اداء فرمائے ہیں تو جنازہ حضور کے سامنے ہو جاتا تھا اور حضور جنازہ کو دیکھ کر نمازِ جنازہ اداء فرماتے تھے اور ایسے صحابہ جو دور دراز مقام پر وفات پائے اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے نہ آتا، تو آپ ان کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں اداء فرمائے۔)

نماز جنازہ کو چار تکبیرات کے ساتھ اداء کرنا سنت ہے

پہلی حدیث

16/2458۔سلمان المؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب ابوشریحہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی نماز جنازہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پڑھائے نماز جنازہ کو چار تکبیرات سے اداء فرمائے، ہم دریافت کئے نماز جنازہ کو آپ چار تکبیرات سے کیوں اداء فرمائے (اور لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی پانچ تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ اداء کرتے ہیں اور کوئی چھ تکبیرات کے ساتھ) تو حضرت زید بن ارقم جواب دئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ اداء فرماتے دیکھا ہوں۔ (اور اسی وجہ سے میں بھی چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ اداء کیا ہوں۔) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

17/2459۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) آپ کی وفات تک صحابہ کرام کا یہ عمل رہا ہے کہ بعض صحابہ نمازِ جنازہ پانچ تکبیرات کے ساتھ اداءفرماتے اور بعض چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نمازِ جنازہ اداءفرماتے تھے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی اسی طرح اختلاف رہا کہ بعض صحابہ پانچ تکبیرات کے ساتھ بعض صحابہ چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ اداءفرماتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو (دور فاروقی میں بھی) اسی طرح اختلاف کے ساتھ نماز جنازہ اداء ہوتی رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (صحابہ کرام کو جمع فرمائے) اور ان سے کہے کہ آپ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں، اگر آپ نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں ایسا ہی اختلاف کرتے رہیں گے تو آپ کے بعد آنے والے مسلمان بھی اسی طرح نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتے رہیں گے، لوگ ابھی ابھی جاہلیت کے دور سے گزر کر اسلام کی روشنی میں آئے ہیں، ابھی ان کے دھنوں میں اختلافات کا اثر باقی ہے (ایسا ہی ان کو نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتا ہوا چھوڑنا مناسب نہیں) اس لئے آیئے آپس میں مشورہ کرکے کسی ایک بات پر اتفاق کرلیں، ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی ہمارے اتفاق کرنے کی وجہ سے آپس میں اتفاق کرلیں گے، آؤ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نماز جنازہ کتنے تکبیرات سے اداءفرمائے ہیں، اسی کو اختیار کرنا چاہیئے، اس کے سوائے پہلے جو عمل رہا ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے، سب مل کر بہت غور کئے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری جنازہ پر چار تکبیرات کے ساتھ نماز پڑھائے ہیں۔(جب یہ معلوم ہوا کہ آخری جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ اداءفرمائے ہیں تو سب صحابہ کا اجماع نماز جنازہ میں چار تکبیرات پر ہوا۔)

اس حدیث کی روایت امام محمد نے کی ہے اور امام احمد اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تیسری حدیث

18/2460۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ہر مسئلہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل کو دیکھا جاتا ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر میں جن جنازوں پر نماز جنازہ پڑھے ہیں، ان میں چار تکبیرات ہی ادا فرمائے ہیں، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ چار تکبیرات ہی سے نماز جنازہ پڑھائے ہیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تو اس میں بھی حضرت ابن عمر چار تکبیرات ہی ادا کئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ چار ہی تکبیرات فرمائے ہیں، اور اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما چار تکبیرات ہی اداء فرمائے ہیں اور جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ فرشتے اداء کئے ہیں تو اس میں بھی فرشتے چار تکبیرات کہے ہیں۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر سب کا اجماع (جیسا کہ مرقات میں امام نووی، امام بغوی اور امام ابن البر سے اجماع نقل کیا گیا ہے۔12) ہوا ہے۔)

اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں کی ہے اور طبرانی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی آیت نہیں پڑھنا چاہئے

19/2461۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں (سورۂ فاتحہ یا) قرآن کا کوئی سورہ یا کوئی آیت (کسی تکبیر کے بعد) کبھی نہیں پڑھے ہیں۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

20/2462۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (اور نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت کا پڑھنا مقرر فرمائے ہیں۔) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا آیت کا پڑھنا مقرر نہیں فرمائے ہیں، اور ابن بطال نے کہا ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے تھے اور جو کوئی پڑھے اس پر انکار کیا کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے، اور ابن بطال نے یہ بھی کہا ہے کہ تابعین میں سے عطاء، طاوس، سعید بن المسیب، ابن سیرین، سعید بن جبیر، شعبی اور الحکم یہ سب حضرات بھی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا

کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس پر انکار کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے۔

اور ابن منذر نے کہا ہے کہ اسی کے قائل مجاہد، حماد اور ثوری ہیں اور وہ بھی یہی فرمائے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہ پڑھی جائے اور امام مالک نے فرمایا ہے کہ ہمارے شہر مدینہ منورہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر بالکل عمل نہیں ہے (مذہب حنفی بھی یہی ہے)

یہ پورا مضمون عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور شرح نقایہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

نمازِ جنازہ میت کی دعاء ہے مغفرت کے لئے اس لئے اس میں قرآن نہیں پڑھنا چاہیئے

21/2463 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھو تو (نماز جنازہ میں) مردہ کے لئے بہت خلوص سے دعاء مغفرت کرو۔) نمازِ جنازہ میت کی دعاء مغفرت کے لئے ہی ہے، اس میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی اور سورت کا پڑھنا نہیں ہے، جیسے اور نمازوں میں ہے۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک دعاء

22-23-24/2464-2465-2466 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھاتے تو (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا

الٰہی! (یہ مردہ جس کا یہ جنازہ ہے، آپ کے فضل وکرم سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے حاضر ہو رہا ہے، الٰہی! اس کو بھی، ایک اس کو ہی نہیں بلکہ) ہمارے سب زندوں اور مُردوں کو آپ بخش دیجئے (اس لئے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اس لئے آپ کی عام مغفرت چاہیئے، سب آپ کی مغفرت پر نظر لگائے ہوئے ہیں۔)

وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا — اور جو حاضر ہیں ان کی بھی اور جو غائب ہیں ان کی بھی آپ مغفرت فرما دیجئے (کسی کو اپنی مغفرت سے محروم نہ کیجئے، آپ کریم ہیں آپ کے کرم سے ایسی ہی امید لگائے ہوئے ہیں۔

وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا — ایسے ہی ہمارے چھوٹے اور بڑے یعنی جوان اور بوڑھے سب کی مغفرت فرما دیجئے (سب کو آپ سے مغفرت کی امید ہے، جو بہت چھوٹے ہیں ان کے تو گناہ ہی نہیں، اس لئے ان کے لئے مغفرت کی دعاء نہیں کی گئی۔)

وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا — ہاں جو بالغ مرد ہیں یا عورتیں ہیں (ان کو بھی اپنی رحمت سے مایوس نہ کیجئے) سب کی آپ مغفرت فرما دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامُ — (یوں تو آپ کی رحمت عام ہے مگر عاجزوں پر خاص طور سے آپ رحم فرماتے ہیں، اس وقت یہ مردہ بہت عاجز ہوکر آپ کے سامنے آرہا ہے، اس پر آپ کی رحمت ہورہی ہے، اس لئے دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی رحمت سے یہ دعاء کریں) الٰہی! ہم جب تک زندہ رہیں ہم کو اپنے احکام کا فرماں بردار رکھئے۔

وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ — اور جب ہم مر رہے ہوں (اس وقت عمل کا موقع نہیں اس وقت صرف تصدیق قلبی کی ضرورت ہے اس لئے ہم کو مرتے وقت کامل تصدیق قلبی عطا کیجئے۔ آپ پر اور آپ کے رسول پر کامل ایمان لے کر آپ کے پاس حاضر ہوجائیں

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ — الٰہی! (اس مردہ کی وجہ سے ہم پر جو مصیبت آئی ہے) ہم (بے صبری کرکے) ثواب سے محروم نہ رہیں، ہم کو صبر کی توفیق دیجئے تاکہ ہم صبر کرکے اس مصیبت کا ثواب پائیں۔

وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ — اس مرنے والے کے بعد فتنہ میں نہ پڑجائیں (غم کی وجہ سے آپ کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کریں بلکہ ہم اس مرنے والے کی موت سے عبرت لیں، خود بھی مرنے کی تیاری میں لگ جائیں۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک اور دعاء

25-26/2467-2468۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھائے (اور میں بھی اس وقت حاضر تھا، تیسری تکبیر کے بعد مردہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دعاء فرمائے، کیا کہوں وہ کیسی دعاء تھی، مجھے خوب یاد ہے کہ) اس دعا کے الفاظ یہ تھے: الٰہی! اس مردہ کی (جس کا یہ جنازہ ہے اس کے گناہوں کو مٹا کر) مغفرت فرما دیجئے (اس کے نیکیاں قبول کر کے) اس پر رحمت نازل فرمایئے: وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.

(اس کو عذاب سے بچا کر) عافیت میں رکھئے (اور اس سے جو جو قصور اور کوتاہیاں ہوئی ہے، ان کو نظر انداز کر کے) معاف فرمایئے، (جیسے کریم مہمان نوازی کرتا ہے، ایسا ہی آپ تو سب سے زیادہ کریم ہیں) اس کی بہت عزت کے ساتھ مہمان نوازی کیجئے اور اس کی قبر کو بہت وسیع کر دیجئے۔ (الٰہی! جب ہم کسی کپڑے کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پانی برف اور اولے سے دھویا کرتے ہیں، ایسا ہی) آپ اس کے تمام گناہوں کو قسم قسم کی مغفرت سے بالکل پاک وصاف کر دیجئے، جیسے سفید کپڑے کو خاص اہتمام سے دھویا جاتا ہے تاکہ اس میں کوئی دھبّہ نہ رہے، ایسا ہی اس کے تمام گناہوں کو صغیرہ ہوں یا کبیرہ، حقوق اللہ ہوں، یا حقوق العباد اپنے فضل وکرم سے ایسا معاف کر دیجئے کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے، (اب یہ اپنے گھر کو اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ کے پاس آ رہا ہے) تو اس کے گھر سے بہتر آپ اپنے پاس اس کو گھر دیجئے اور اس کے خادموں سے بہتر اس کو خادم دیجئے اور اس کی بیوی سے بہتر اس کو بیوی دیجئے (تاکہ یہ دنیا کی کسی چیز کو یاد نہ کرے، ہم کو آپ کی رحمت سے بڑی امید ہے۔) اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیجئے (تو سب کچھ اس کو مل جاتا ہے۔)

راوی حدیث عوف بن مالک کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعاء کرتے

ہوئے سنا تو میں آرزو کرنے لگا کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا تو اچھا تھا۔(کہ یہ دعاء میرے لئے کی جاتی۔)اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

نماز جنازہ کی ایک اور دعاء

27/2469۔واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ(ایک دن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھارہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے(تیسری تکبیر کے بعد) آپ جو دعاء پڑھے ہیں اس کو خوب سنا ہوں آپ یہ دعاء فرمارہے تھے: **اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَ حَبْلِ جِوَارِکَ.**

الٰہی! یہ مردہ جس کا یہ جنازہ ہے،فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے اور یہ مسلمان ہوکر آپ کی پناہ میں آ گیا ہے۔(اور اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ اس کو امن دیدئے ہیں۔)حبل اللہ یعنی قرآن پر ہمیشہ عمل کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو اپنی حفاظت میں لے لئے تھے۔

فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ. (اور ہر مسلمان کو قبر کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے کا آپ وعدہ کئے ہیں یہ بھی مسلمان ہے۔) اس کو بھی آپ قبر کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔) آپ جو وعدہ کرتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ **وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ.**

اور آپ حق ہیں یعنی سچے ہیں اور آپ کا ہر وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ (اے اللہ! یہ مردہ نادم اور شرمندہ ہوکر آپ کے سامنے آرہا ہے) آپ اس کی مغفرت فرمادیجئے اور اس پر رحمت نازل کیجئے(آپ کی کیا شان کہوں آپ کے سامنے جو نادم ہوکر آتا ہے) آپ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور آپ اس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک اور دعاء

28/2470۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں(تیسری تکبیر کے بعد) کبھی اس طرح سے بھی دعاء فرمائے ہیں: **اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا.**

الٰہی! اس(مردہ) کو(جس کا یہ جنازہ ہے) آپ ہی پرورش کرتے رہے، آپ ہی اس کو پیدا کئے۔(یہ کچھ نہیں تھا آپ ہی اس کو وجود دئے۔) **وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ.**

آپ ہی اس کو گمراہی سے بچا کر اسلام کی ہدایت دئے۔ **وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا.**

(کیا کیا دئے سب دئے، جب اس کی عمر پوری ہوگئی تو) اس کی روح کو آپ ہی قبض کئے،

وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَا شُفَعَاءَ؛ فَاغْفِرْلَهُ. (کوئی چیز اس کی آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے) اس کا ظاہر اور باطن سب آپ پر ظاہر ہے، (ہم کیا کہیں سب کچھ آپ کو معلوم ہے (ہم صرف حکم کی تعمیل کر کے) شفیع بن کر آپ کے سامنے (دعاء مغفرت کرنے) آئے ہیں، آپ اس کی مغفرت فرما دیجئے (آپ دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں، آپ حاجتوں کے پورا کرنے والے ہیں، آپ اس کے لئے ہماری دعاء قبول کیجئے۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔12

نماز جنازہ مسجد کے باہر میدان میں اداء کرنا سنت ہے

29/2471۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے (خواہ جنازہ اور نماز پڑھنے والا دونوں مسجد میں ہوں یا نماز پڑھنے والا مسجد میں اور جنازہ مسجد کے باہر ہو یا جنازہ مسجد میں ہو اور نماز پڑھنے والا مسجد کے باہر ہو، ہر حالت میں) نماز پڑھنے والے کو نماز جنازہ کا ثواب نہیں ملے گا۔ (البتہ نمازِ جنازہ اداء ہو جائے گی۔) (بحر رائق میں ایسا ہی مذکور ہے 12)۔

اس کی روایت ابوداؤد، امام احمد اور طحاوی نے کی ہے۔

اور بنایہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے، اور یہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

30/2472۔ اور ابن ماجہ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ''فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ'' یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور عنایہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح لائے ہیں ''فَلَا اَجْرَ لَهُ'' یعنی نمازِ جنازہ مسجد میں اداء کرنے والے کو نماز کا کوئی اجر نہیں ملے گا، یعنی اجر و ثواب کی وجہ سے نماز نماز ہے، اگر اجر و ثواب نہ ملے تو وہ نماز نماز نہیں۔

31/2473۔ اسی لئے طیالسی اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں '' فَلَا صَلَاةَ لَهُ '' آیا ہے یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو اجر و ثواب نہیں ملتا، اس لئے ایسی نماز نماز ہی نہیں، ہاں نمازِ جنازہ کی فرضیت جو اس کے ذمہ تھی اداء ہو جائے گی، اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہوتا تو نجاشی شاہِ حبش کے انتقال کا کشف ہونے کے وقت حضور مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضور شاہِ حبش کی نماز

ِ جنازہ مسجد ہی میں اداء فرماتے حضور ایسا نہ کرکے مسجد کے باہر تشریف لے جاکر نجاشی کی نماز جنازہ اداءفرمائے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ نمازِ جنازہ مسجد میں اداء نہیں فرمایا کرتے تھے، حالانکہ مسجدِ نبوی بہت بڑی فضیلت کی جگہ ہے بلکہ حضور نماز ِ جنازہ پڑھانے کے لئے مسجد سے باہر ایک خاص مقام پر تشریف لے جاکر نمازِ جنازہ اداء فرمائے۔

32/2474۔اور امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں فرمایا ہے کہ نمازِ جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے

امام محمد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ کا یہ عملدرآمد معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے باہر ایک خاص مقام ہے جہاں نمازِ جنازہ اداء کی جاتی ہے اور یہ وہی مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ اداء فرمایا کرتے تھے، اسی لئے ہمارے فقہاء نے ان تمام روایتوں سے اخذ کیا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔

نمازِ جنازہ میں امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو

پہلی حدیث

33/2475 ۔ابو غالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کی نماز پڑھارہے تھے، میں بھی آپ کی اقتداء کیا ہوا تھا، میں دیکھا ہوں کہ حضرت انس میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

34/2476۔ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو امام نماز جنازہ پڑھا رہا ہو، اس کو چاہیئے کہ میت اگر عورت ہو تو اس کے سینہ کے مقابل کھڑا رہے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

(ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میت مرد ہو یا عورت امام کو چاہیئے کہ اس کے سینہ کے مقابل

کھڑا رہے، یہی مذہب حنفی ہے۔)12

قبر پر نماز جنازہ کن صورتوں میں اداء کی جاسکتی ہے

35/2477 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی عورت (مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور) مسجد نبوی کی خدمت کرتی اور مسجد کو جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ ہوسکی، ایک دن حضور اس کو یاد فرمائے اور ارشاد فرمائے کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: حضور! اس کا تو انتقال ہوگیا ہے اس پر حضور فرمائے کہ تم نے مجھے اس کے موت کی اطلاع کیوں نہیں دی، صحابہ اس کے موت کے واقعہ کو غیر اہم سمجھ کر حضور کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھے تھے، اس لئے اطلاع نہیں دئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے اچھا مجھے اس کی قبر بتلادو تو حضور کو اس کی قبر بتلادی گئی، آپ اس کی قبر کے پاس جاکر (اور اس کی قبر کے مقابل) کھڑے ہوکر (دوبارہ) نمازِ جنازہ اداء فرمائے اور ارشاد فرمائے، یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں۔ میری نماز سے ان قبروں میں رہنے والوں کے لئے اللہ تعالی روشنی پیدا کردیتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور اس حدیث کے الفاظ مسلم کی روایت کے موافق ہیں اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ دفن کے پہلے میت پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو تو پھر اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز جنازہ کا اداء کرنا جو فرض ہے، وہ ایک دفعہ کے اداء کرنے سے یہ فرض اداء ہو چکا، اگر پھر دوبارہ نماز جنازہ اداء کی جائے تو وہ نفل ہوگی اور نماز جنازہ میں نفل ثابت نہیں ہے اور یہی مذہب حنفی ہے، ہاں اگر سلطان یعنی بادشاہِ وقت یا ولی کو اگر نمازِ جنازہ نہ ملی ہو، یا بغیر اجازت ولی کے غیر مستحق امام نے نماز پڑھادی ہو تو ولی یا سلطان دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے نمازِ جنازہ پڑھائے بغیر دفن کیا گیا ہے تو میت کے سڑنے سے پہلے جس کی مدت تین دن ہے، قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا چاہئے، اگر میت کو نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کردیا گیا ہے تو اس پر کسی کو نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، البتہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق امام نے نماز جنازہ پڑھادی اور میت کو دفن بھی کردیا گیا تو ایسی صورت میں صرف ولی کو دوبارہ قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نعش پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو، اگر ولی کی اجازت کے ساتھ مستحق امام نے کسی میت کی نماز جنازہ پڑھادی اور میت کو دفن بھی کردیا گیا تو ایسی صورت میں کسی شخص کو خواہ وہ ولی ہو یا سلطان یعنی بادشاہ وقت ہو، قبر پر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ

ہر حالت میں قبر پر دوبارہ نمازِ جنازہ اداء فرمائیں، اس لئے کہ حضور کی نماز امت پر رحمت اور برکت کا سبب ہے اور قبروں کو نورانی بنانے کا باعث ہے اور یہ حضور کی خصوصیات سے ہے اور صدر کی حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوبارہ قبر پر جو نماز پڑھنے کا واقعہ مذکور ہوا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔

(یہ مضمون درمختار، فتاویٰ عالمگیری، ملتقی، شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے۔)12

نمازِ جنازہ میں کم از کم چالیس 40 آدمیوں کے شریک رہنے کی فضیلت

36/2478۔ کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادہ کا انتقال مقامِ قدید یا مقام عسفان میں ہوا تو حضرت ابن عباس مجھ سے فرمائے کریب! باہر جا کر دیکھو کہ (نمازِ جنازہ کے لئے) کتنے لوگ جمع ہیں، کریب کہتے ہیں کہ میں باہر جا کر دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع تھے، میں نے لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع حضرت ابن عباس کو دیدی، حضرت ابن عباس مجھ سے دریافت فرمائے کہ کیا تمہارے خیال میں وہ جو لوگ جمع ہیں چالیس ہوں گے، میں نے عرض کیا جی ہاں (چالیس ہوں گے) یہ سن کر حضرت ابن عباس فرمائے اچھا جاؤ میت کو باہر لے آؤ، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب کسی مسلمان کے جنازہ پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو جب وہ نمازِ جنازہ پڑھ کر دعاءِ مغفرت کریں تو ان کی دعاءِ مغفرت اللہ تعالی ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔(اسی لئے میں نے لوگوں کے جمع ہونے کو دریافت کیا، کیوں کہ ہر چالیس مسلمانوں میں ایک اللہ کا ولی ہوا کرتا ہے۔جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔

(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ جنازہ میں سو آدمیوں کے شریک رہنے کی فضیلت

37/2479۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس میت کی نمازِ جنازہ کثرت سے مسلمان پڑھیں جن کی تعداد (کم از کم چالیس ہو اور زیادہ سے زیادہ) سو 100 (یا اس سے زیادہ ہو، سب کے سب اس میت کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کے لئے دعاء مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء

قبول فرماتا ہے اور اس میت کی مغفرت ہوجاتی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نمازِ جنازہ تین صفوں کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

38/2480 ۔ مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے، اور اس کی نماز جنازہ مسلمان تین صف ہوکر اداء کریں تو اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمہ واجب کرلئے ہیں کہ اس میت کی مغفرت فرمادیں اور اس کو جنت میں داخل کریں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

39/2481 ۔اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ہے کہ اس حدیث پر مالک بن ھبیرہ بہت سختی سے عمل فرماتے تھے، جب کسی میت کی نماز جنازہ آپ پڑھاتے اور نمازی کثرت سے ہوتے تو نمازیوں کو تین صف میں تقسیم کرتے تھے، اور اگر نمازیوں کو تعداد بہت کم ہوتی تو پھر بھی نمازیوں کو تین صف ہی میں بانٹتے تھے تاکہ اس حدیث پر عمل ہو۔

مسلمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں
پہلی حدیث

40/2482۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) ایک جنازہ پر سے گزر ہوا (صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے،) تو صحابہ میت کی بہت تعریف کرنے لگے (صحابہ کو میت کی تعریف کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اس میت کے لئے واجب ہوگئی، اس کے بعد صحابہ کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) ایک دوسرے جنازہ پر سے گزر ہوا (صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے) تو صحابہ میت کی برائیاں کرنے لگے (صحابہ کو میت کی برائیاں بیان کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اس میت کے لئے واجب ہوگئی، حضور کو یہ فرماتے ہوئے سن کر عمر رضی اللہ عنہ عرض کئے: (یارسول اللہ! ہماری سمجھ میں نہیں آیا، حضور دونوں کے لئے واجب ہوئی، واجب ہوئی، فرمائے تو) کیا چیز واجب ہوئی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: پہلی میت کی تم جو تعریف کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت جنت کی مستحق ہے (اللہ اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت دے گا، اس لئے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) اور

دوسری میت کی تم جو برائیاں بیان کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت دوزخ کی مستحق ہے وہ دوزخ میں جائے گی) اس لئے کہ برائیوں کا بدلہ دوزخ ہے۔) صاحبو! تم زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ بنائے گئے ہو (اجتماعی طور پر جو بات تمہارے دل میں آئے، اور جو تمہاری زبان سے نکلے وہ حق ہوتی ہے، اسی لئے میں کہا ہوں کہ پہلے مردہ کی نیکیوں کی وجہ سے تم جو تعریف کئے اس سے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور دوسرے مردے کی جو تم برائیاں بیان کئے، اس کے لئے میں کہاں ہوں، اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی۔ اس لئے کہ تم اللہ کے گواہ ہو۔)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

41/2483۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ مسلمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں (اجتماعی طور سے جو اُن کے منھ سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔) اور حاکم بھی اسی طرح روایت کئے ہیں۔

42/2484۔ اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اجتماعی طور پر مسلمان جو کچھ کہتے ہیں وہ اس لئے حق ہوتا ہے کہ بظاہر تو مسلمان کہتے ہیں، حقیقت میں فرشتے ان کی زبان سے کہلواتے ہیں (اسی لئے ان کا اجتماعی قول حق ہوتا ہے۔) اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔

دوسری حدیث

43/2485۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس مسلمان میت کے لئے اس کے نیک ہونے کی چار مسلمان گواہی دیں تو (یہ علامت ہے کہ وہ مسلمان جنت کا مستحق ہے اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے) اس کو جنت دے گا، (اس لئے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم عرض کئے حضور اگر تین مسلمان میت کے نیک ہونے کی گواہی دیں تو کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ بھی جنت کا مستحق ہوگا اور جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر ہم عرض کئے: یا رسول اللہ کہ اگر دو 2 مسلمان ایسی گواہی دیں (تو اس کا کیا حکم ہے) حضور ارشاد فرمائے: تب بھی یہی حکم ہے (کہ وہ مسلمان جنت میں داخل کیا جائے گا) پھر ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دریافت ہی نہیں کیا کہ اگر ایک مسلمان کسی مسلمان میت کے نیک ہونے پر گواہی دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(اس لئے کہ گواہی کا نصاب کم سے کم دو مسلمان ہیں۔) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

کسی مردہ کو برا نہ کہو

44/2486۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی مردہ کو برا نہ کہو (تم کو کیا معلوم کہ اگر وہ توبہ کرکے مرا ہے تو وہ توبہ کی وجہ سے جنتی ہوگیا اور تم برا سمجھ کر اس کو برا کہتے ہیں، یہ بے فائدہ بات ہے اور تم سے اس کا مواخذہ ہوگا اور اگر وہ کفر یا فسق کی حالت میں مرا ہے اور توبہ نہیں کیا تو جو) اس کو سزا ہونا ہے وہ ہو رہی ہے، اپنے کئے کا بدلہ پا رہا ہے (تمہارا اس کو برا کہنے سے کیا فائدہ ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ بے فائدہ کام نہ کرے اور بے فائدہ بات نہ کہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مردہ کی خوبیاں بیان کرو برائیاں نہ بیان کرو

45/2487۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو، اور ان کی برائیاں بیان نہ کیا کرو۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: یوں تو ہر شخص کو چاہئے کہ مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرے، اور مردوں کی برائیاں بیان کرنے سے رُکا رہے، خاص کر مردوں کو جو غسل دینے والے ہیں، اگر ان پر مردہ کی اچھی حالت ظاہر ہو، مثلاً مردہ کی چہرہ پر نور برس رہا ہو، یا مردہ کے پاس سے خاص خوشبو آرہی ہو، یا بغیر دقت کے مردہ غسل دینے والے کے قابو میں ہوجائے اور غسل دینے والا جو کچھ کرنا چاہے وہ آسانی سے کرسکتا ہو تو اس طرح کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور مردہ کی ایسی خوبیاں ظاہر کرنا مستحب ہے، اور اگر غسل دینے والا مردہ کے پاس کوئی برائیاں دیکھے، مثلاً مردہ سے بدبو آرہی ہے یا مردہ کا چہرہ یا اس کا جسم سیاہ ہوگیا ہو، یا چہرہ کچھ کا کچھ ہوگیا ہے تو ایسی برائیاں دیکھ کر غسل دینے والا کسی پر ظاہر نہ کرے، مردہ کی حالت دیکھنے والا خواہ غسل دینے والا ہو یا اور کوئی اس پر مردہ کی ان برائیوں کو لوگوں پر ظاہر کرنا حرام ہے۔(یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔)12

شہداء پر نمازِ جنازہ پڑھنا چاہئے

پہلی حدیث

46/2488۔عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداءِ اُحد پر (چار تکبیرات سے) نماز جنازہ اداء فرمائے، اور یہ نماز جنازہ بعینہ ایسی تھی جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام دوسرے میتوں پر (چار تکبیرات کے ساتھ ہمیشہ نماز جنازہ اداء فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کی تخریج متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

47/2489۔ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداءِ اُحد پر نماز جنازہ اداء فرمائے ہیں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے۔

48/2490۔ اس باب میں حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

49/2491۔ اور امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

50/2492۔ اور دارقطنی نے بھی اس حدیث کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔

تیسری حدیث

51/2493۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ اُحد میں) جب صحابہ کرام میدان جنگ سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس ہونے والوں میں (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے (حضور حمزہ کو تلاش کرنا چاہے اور دریافت فرمائے کہ دیکھو حضرت حمزہ کہاں ہیں) تو ایک صاحب عرض کئے کہ میں نے حضرت حمزہ کو فلاں درخت کے پاس دیکھا ہے، حضرت اس درخت کے پاس پہونچے تو وہاں حضرت حمزہ کو دیکھے کہ مُثلہ کئے ہوئے ہیں، ناک، کان اور دوسرے اعضاء کٹے ہوئے ہیں، اس منظر کو دیکھ کر حضور کا سینہ غم سے بھر آیا، اور حضور رونے لگے (حضور کی یہ حالت دیکھ کر) ایک انصاری اٹھے اور حضرت حمزہ کو ایک چادر سے چھپادیئے (تا کہ وہ منظر دکھائی نہ دے) پھر حضرت حمزہ نمازِ جنازہ پڑھائے جانے کے لئے) لائے گئے تو حضور ان کی نمازِ جنازہ اداء فرمائے، (اور حضرت حمزہ کو اسی طرح رکھا گیا، ان پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی گئی) دوسرے شہداء کو میدان جنگ سے لا لا کر حضرت حمزہ کے بازو رکھا جاتا اور

حضور ان پر نمازِ جنازہ اداء فرماتے جاتے، نماز جنازہ کے بعد یہ جنازے اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لاکر حضرت حمزہ کے بازو رکھے جاتے، پھر حضور ان پر نماز جنازہ اداء فرماتے، یہاں تک کہ تمام شہدائ پر حضور نماز جنازہ اداء فرمائے (اور اس وقت تک حضرت حمزہ کا جنازہ برابر اسی مقام پر رہا، یہ دیکھ کر راوی سمجھے کہ دوسرے شہدا کے ساتھ حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ بھی بار بار اداء ہوئی، حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت حمزہ کی نماز ایک ہی مرتبہ اداء ہوئی، اس لئے نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھنا ثابت نہیں، اور یہی مذہب حنفی ہے) جب سب شہیدوں کی نمازِ جنازہ اداء ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (اگرچہ غزوۂ احد میں اور بھی شہید ہوئے ہیں مگر) حضرت حمزہ (جس بے دردی سے شہید کئے گئے اس وجہ سے) میدانِ قیامت میں حضرت حمزہ اللہ تعالی کے حکم سے سیدالشہداء پکارے جائیں گے۔

اس کی روایت حاکم نے کی ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اگرچہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔12

شہدائ پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان اور متعدد میتوں پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت

52/2494۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آپ کے جنازہ کو میدان میں نماز پڑھائے جانے کے لئے لاکر رکھا گیا اور حضور ان پر صحابہ کے ساتھ نمازِ جنازہ اداء فرمائے اور نماز کے بعد حضرت حمزہ کا جنازہ حضور کے سامنے اسی طرح رکھا رہا، اس کے بعد) شہدائے اُحد کے جنازے دس دس کی تعداد میں حضرت حمزہ کے جنازہ کے بازو رکھے جاتے رہے، اور حضور ان شہداء پر نماز پڑھاتے رہے اور نماز کے بعد ان شہداء کے جنازے اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لاکر حضرت حمزہ کے بازو رکھے جاتے اور حضور ان پر نماز پڑھاتے (اسی طرح آخیر تک) حضرت حمزہ کا جنازہ حضور کے سامنے رکھا رہا (لیکن حضرت حمزہ پر بار بار نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، صرف ابتدا میں ایک ہی بار حضرت حمزہ کی نماز

جنازہ اداء کی گئی)۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔
اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔12

شہداء پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت
پہلی حدیث

53/2495۔شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر ایمان لایا، اور آپ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ رہا کرتا تھا پھر عرض کیا (اب میں اپنا وطن چھوڑ کر ہمیشہ اسی طرح آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں) حضور (اس کی اجازت دیدیئے اور چونکہ یہ نو وارد تھے اور ابھی ابھی سلام لائے تھے، اس لئے ایک صحابی کو حکم ہوا کہ ان کو دینی تعلیم دیا کریں اور ان کی خبر گیری کرتے رہیں اس اثناء میں ایک غزوہ کا موقعہ آیا (اور وہاں فتح حاصل ہوئی) اور غنیمت ملی اور غنیمت میں چند غلام باندی ہاتھ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلام باندی سب کو تقسیم کردئے اور ان اعرابی کا بھی جو حضور کے ساتھ رہا کرتے تھے حصہ نکالے اور اس حصہ کو ان کے ساتھیوں کے حوالے کردئے (تاکہ وہ ان اعرابی کو دیدیں) وہ اعرابی اپنے ساتھیوں کے جانور چرایا کرتے تھے، جب وہ (چراہ گاہ سے) لوٹے تو ان لوگوں نے ان کا حصہ جو رکھا ہوا تھا ان کے حوالے کردیا، ان اعرابی نے کہا یہ کیا ہے؟ اور مجھے یہ کیوں دیا جارہا ہے؟ ان کے ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے تم کو عطا فرمایا ہے، وہ اعرابی اپنا حصہ لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کئے: حضور! یہ مجھے دیا گیا ہے، یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: یہ تمہارا حصہ ہے، جس کو مال غنیمت سے میں نے تمہیں دیا ہے، ان اعرابی نے عرض کیا: (حضور یہ جو کچھ مجھے ملا ہے یہ خادم نوازی ہے مگر) میں حضور کے ساتھ یہ حصہ لینے کے لئے نہیں رہا ہوں! میں اس واسطے حضور کے ساتھ ہوں کہ میرے حلق پر (جہاد میں کفار کی) تیر لگے اور میں شہید ہوکر جنت میں چلا جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اگر تم سچے ہو اور (یہ دل سے کہہ رہے ہو) تو تمہارے کہنے کو اللہ تعالی سچ کر دکھائے گا، چند دن نہیں گزرے کہ پھر جہاد کا موقع آیا، کیا

دیکھتے ہیں کہ میدان جنگ سے ان اعرابی کی نعش کو اس حالت میں اٹھا کر لائے ہیں (کہ جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا ہے) حلق پر جہاں انھوں نے اشارہ کیا تھا وہیں تیر لگی ہے (اور وہ شہید ہو گئے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ کیا یہ وہی شخص ہے کہ جس نے تیر حلق پر لگ کر شہید ہونے کی تمنا کی تھی، صحابہ عرض کئے: حضور! جی ہاں یہ وہی شخص ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: (ہم سے اس نے جو کچھ کہا) پھر اللہ سے بھی وہی کہا تھا اس لئے اللہ تعالی اس کے کہے کو سچ کر دکھایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جبہ شریف میں اس کو کفنائے اور اس کو سامنے رکھ کر (صحابہ کے ساتھ) اس پر نمازِ جنازہ اداء فرمائے (نمازِ جنازہ میں اس کے لئے آپ جو دعائیں فرمائے ہیں وہ تو آہستہ ہوئیں منجملہ ان دعاؤں کے) ایک جو ظاہر میں دعاء سنی گئی وہ یہ تھی: اے اللہ! یہ آپ کے (مقبول اور مخلص) بندے ہیں، یہ اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر کے آپ ہی کے لئے آئے ہیں اور آپ ہی کے راستہ میں جہاد میں شریک ہوئے ہیں، کفار کے ہاتھ سے مارے جا کر یہ شہید ہوئے ہیں، میں ان کی شہادت پر گواہ ہوں، (آپ ان کی شہادت قبول فرمایئے، ان کی دعاء کا باقی حصہ پورا کر کے ان کو جنت میں داخل کیجئے۔)

اس حدیث کی روایت نسائی اور طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دوسری حدیث

54/2496۔ سعید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں مکحول رضی اللہ عنہ سے سنا ہوں کہ انھوں نے عبادہ بن اوفی نمیری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے (یا نہیں) تو عبادہ رضی اللہ عنہ جواب دیئے کہ (ہم کو اس میں شک کیوں ہے) شہداء پر نماز جنازہ (ضرور پڑھنی چاہئے۔)

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: مذکورہ احادیث سے اور ان کے سوا اور دوسرے احادیث سے شہداء کو غسل دینا کہیں ثابت نہیں ہے اور مذکورہ ہر حدیث سے شہداء پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہو رہا ہے، اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا کیا عمل رہا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملک شام میں کثرت سے جہاد ہوئے ہیں وہاں مسلمان شہید ہوئے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق صحابہ متفق تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام اسی چیز پر عمل کیا کرتے تھے جس پر حضور کے زمانہ میں عمل درآمد رہا ہو، صحابہ کا شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے سے

معلوم ہوا کہ حضور کے آخر زمانہ تک برابر شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی اسی وجہ سے صحابہؓ شہداء پر نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے کہ شہداء پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔
(یہ مضمون طحاوی سے ماخوذ ہے۔)12

جنازہ کے پیچھے چلنے کا ثبوت

پہلی حدیث

55/2497 ۔ طاؤس رضی اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک جب کبھی جنازہ کے ساتھ چلے ہیں تو جنازہ کے پیچھے ہی چلے ہیں۔
اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دوسری حدیث

56/2498 ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جنازہ متبوع ہے یعنی جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیئے، اس کو تابع نہ بنایا جائے یعنی جنازہ کے آگے آگے نہیں چلنا چاہیئے، جو شخص جنازہ کے آگے چلتا ہے اس کا شمار جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں نہیں ہوتا۔ (اور اس کو جنازہ کے ساتھ چلنے کا پورا پورا ثواب نہیں ملتا۔ اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

57/2499 ۔ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں میں ایک جنازہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنازہ کے آگے پیدل چل رہے تھے اور حضرت علی جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے، اور میرا ہاتھ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا، حضرت علی مجھ سے فرمائے سنو! عبدالرحمٰن جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے والے پر ہوتی ہے، یہ دونوں حضرات یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو خوب جانتے ہیں جس طرح میں جانتا ہوں، لیکن یہ دونوں حضرات ازدحام کی وجہ سے لوگوں میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر (باوجود جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو جاننے کے پھر بھی جنازہ کے آگے آگے اس لئے چل رہے ہیں تاکہ لوگوں

کو معلوم ہو جائے کہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے، اگرچہ کہ جنازہ کے آگے چلنے میں گو ویسی فضیلت نہیں ہے، جیسے پیچھے چلنے میں ہے۔)

اس حدیث کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور ابن شیبہ نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، آثارالسنن میں ایسا ہی کہا ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

چوتھی حدیث

58/2500۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہے کہ جنازہ کے ہمراہ چلتے وقت جنازہ کے پیچھے چلا کرو، کیونکہ فرشتے جنازہ کے آگے چلا کرتے ہیں، اس لئے بنی آدم کو پیچھے چلنا چاہئے۔

اس کی روایت ابوبکر بن ابی شیبہ نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

پانچویں حدیث

59/2501۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ کے ساتھ چلنے کے لئے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، حضرت ابن عمر دیکھے کہ جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی چل رہی ہیں، آپ فوراً ٹھیر گئے، پھر فرمائے کہ ان عورتوں کو جنازہ کے ساتھ چلنے سے روک دو، اس لئے کہ عورتیں زندہ اور مردہ دونوں کے لئے فتنہ ہیں (جب عورتیں رک گئیں تو) حضرت ابن عمر چلنا شروع کئے اور جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، نافع کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: حضرت ارشاد فرمائے، جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہئے، کیا جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے؟ تو آپ فرمائے کہ کیا تم مجھے نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں جنازہ کے پیچھے چل رہا ہوں۔ (اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے۔ اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

60/2502۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ربیعہ بن یزید رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ اگر کسی جنازہ کے ساتھ عورتیں ہوتیں تو حضرت (اسود میرا ہاتھ پکڑتے اور ہم جنازہ کے آگے آگے چلتے اور جب جنازہ کے ساتھ عورتیں نہ ہوتیں تو ہم جنازہ کے

پیچھے چلتے تھے۔(اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے، اگر کوئی عذر ہو تو جنازہ کے آگے بھی چل سکتے ہیں۔)اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

61/2503۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے وہ تمام شاگرد جو تابعین تھے، جنازہ کے آگے چلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

جنازہ کے ساتھ عذر کے موقع پر دائیں بائیں اور آگے چلنے کی اجازت

ف: واضح ہو کہ جس طرح جنازہ کے آگے چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، اسی طرح جنازہ کے دائیں اور بائیں جانب چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو جس طرح جنازہ کے آگے چل سکتے ہیں، اسی طرح جنازہ کے دائیں جانب اور بائیں جانب بھی چل سکتے ہیں۔(عمدۃ الرعایہ، طحاوی۔)12

بغیر عذر کے جنازہ کے ساتھ سواری پر چلنے کی ممانعت

پہلی حدیث

62/2504۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص (عذر کی وجہ سے) جنازہ کے ہمراہ سواری پر چل رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

63/2505۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نکلے حضور ملاحظہ فرمائے کہ کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ سوار ہیں تو فرمائے کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے شرم نہیں آتی کہ فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم لوگ سواریوں پر ہو۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

64/2506۔امام ترمذی نے فرمایا: اسی طرح کی ایک موقوف روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ف: واضح ہو کہ جنازہ کے ساتھ بغیر عذر کے سواری پر چلنا، خواہ جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے ہر حالت میں مکروہ ہے، ہاں اگر عذر ہو تو سواری پر جنازہ کے پیچھے چل سکتے ہیں، آگے نہیں چلنا چاہئے (درمختار، عالمگیری، مرقات۔)

تدفین کے بعد سواری پر واپس ہونے کی اجازت

65/2507۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن دحداح کو دفن کر کے واپس آنے لگے تو ایک گھوڑا بغیر زین کے خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور اس پر سوار ہو گئے اور ہم حضور کے اطراف پیادہ چلتے ہوئے آ رہے تھے، (اس سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد سوار ہو کر واپس آ سکتے ہیں۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

66/2508۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی بچہ (مرا ہوا پیدا ہو،) اس میں زندگی کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوں اور اس نے کوئی آواز نہ کی ہو تو ایسے بچہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ وہ کسی کے مال کا وارث ہوگا اور نہ اس کے مال کا کوئی وارث ہوگا۔

اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے شرط کے موافق صحیح ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا سنت ہے

67/2509۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ جو شخص جنازہ کے ہمراہ چلے اس کو چاہئے کہ جنازہ کے چاروں طرف کندھا دے، اس لئے کہ جنازہ کے چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے اس کے بعد بھی اگر وہ چاہے تو اسی طرح (چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے) چلے (اور یہ مستحب ہے) اور اگر چاہے تو (دوسرے کے حوالہ کر کے) علحدہ ہو جائے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور اس کی سند مرسل ہے اور جید ہے، اور بیہقی اور طیالسی نے اس کی روایت ابوعبیدہ سے کی ہے۔

68/2510۔اور ابن ابی شیبہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔

69/2511۔اور عبدالرزاق کی روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے جنازہ کے چاروں جانب کندھا دیا، انھوں نے اپنا فرض اداء کیا۔

ف: صدر کی اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والی حدیثوں میں جنازہ کے چاروں طرف کندھا دینے کا ذکر ہے، واضح رہے کہ میت کے چاروں جانب کندھا دینے کی تفصیل اسی باب میں یعنی باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا کے فائدہ میں گزرچکی ہے۔ملاحظہ کیا جائے۔12

جنازہ کے ساتھ گھر سے ساتھ رہنا اور دفن کے بعد سرہانے مٹی ڈالنا چاہئے

70/2512۔ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کا جو ثواب ہے وہ اس وقت پورا ملتا ہے جب کہ جنازہ کے ساتھ میت کے گھر سے چلیں اور جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو صرف جنازہ کے ساتھ چلنا ہی مسنون نہیں ہے بلکہ جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے اور دفن کے بعد جب قبر پر مٹی ڈالنے کا وقت آئے تو مٹی ڈالنے میں بھی شریک رہے اور (سرہانے کی طرف سے تین پسّو) مٹی ڈالے۔(یہ مستحب ہے۔)

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے اور حدیث کی سند مرسل اور قوی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا چاہئے

71/2513۔علی ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے میں نے آپ کو جنازہ کے چاروں کونوں پر کندھا دیتے ہوئے دیکھا۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینے سے گناہ معاف ہوتے ہیں

72/2514۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی شخص نے جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ اس کی روایت طبرانی اوسط میں کی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا سنت ہے

73/2515 ۔منصور بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لئے) سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار کونوں کو کندھا دیا جائے۔

اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔

مسلمانوں کے کم سن بچے بعد وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگرانی میں رہتے ہیں

پہلی حدیث

74/2516 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم عمری میں مرجاتی ہے، جنت میں ایک پہاڑ ہے جہاں ان نابالغ بچوں کو رکھا جاتا ہے، ان بچوں کی پرورش اور نگرانی حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما الصلوۃ والسلام فرماتے رہتے ہیں: (قیامت تک وہ بچے ایسا ہی پرورش اور نگرانی میں رہیں گے، اور جب قیامت قائم ہوگی تو پھر) حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ان بچوں کو ان کے ماں باپ کے حوالہ کردیں گے۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، گو بخاری اور مسلم اپنی صحیح میں اس حدیث کو نہیں بیان کئے ہیں۔

ف: صدر کی حدیث اور اسی قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور مسلمانوں کے نابالغ بچے جو کمسنی میں مرجاتے ہیں، ان سے قبر میں منکر ونکیر کا سوال نہیں ہوتا۔ درمختار میں ایسا ہی مذکور ہے۔

دوسری حدیث

75/2517 ۔ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم سنی میں مرجاتی ہے ان کو جنت میں رکھتے ہیں اور ان کی نگرانی اور پرورش حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے رہتے ہیں۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے، کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، گو بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

تمہید

کم سن بچوں کی نمازِ جنازہ میں ان کی مغفرت کا ذریعہ بننے کی دعاء کی جاتی ہے

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچے جو مر جاتے ہیں ان سے قبر میں منکر ونکیر کا سوال نہیں ہوتا ہے، ان مردہ بچوں کی روحوں کو جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رکھتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی مغفرت ہوجاتی ہے تو جو دعاء مغفرت بالغ مسلمانوں کے لئے کی جاتی ہے، ان بچوں کے لے وہ دعاء کرنے کا موقع اب نہیں رہا، اس لئے بچوں کے لئے کوئی دوسری دعاء ان کے مناسب کرنا چاہیئے۔

76/2518۔اسی لئے بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں کہ بچے جب مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعاء کہی جائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّ فَرَطًا وَّ اَجْرًا.

اے اللہ! اس مردہ بچے کو ہمارے صبر کا صلہ (یہ معنی مجمع البحار اور مرقات سے لئے گئے ہیں۔) بنا دیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لئے مقدمۃ الجیش بنایئے (تاکہ یہ ہماری شفاعت کرکے ہمارے جنت میں جانے کا انتظام کرے اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج وغم ہوا ہے،) یہ بچہ ہم کو اس کا ثواب دلانے کا ذریعہ بنے۔

77/2519۔اس دعاء کو بخاری نے تعلیقاً اس طرح روایت کئے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّ فَرَطًا وَّذُخْرًا وَّ اَجْرًا.

اے اللہ! اس مردہ بچہ کو ہمارے صبر کا صلہ (یہ معنی مجمع البحار اور مرقات سے لئے گئے ہیں۔) بنا دیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لئے مقدمۃ الجیش بنایئے (تاکہ یہ ہماری شفاعت کرکے ہمارے جنت میں جانے کا انتظام کرے) اور اس بچہ کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنایئے (جو وہاں ہمارے لئے بروقت کام آوے) اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج اور غم ہوا ہے، یہ بچہ ہم کو اس کا ثواب

دلانے کا ذریعہ ہو۔

جنازہ کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے

78/2520 ۔ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرمائے ہیں کہ امام (تنہا) کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر رہیں (ایسا ہی امام تنہا نیچی جگہ پر کھڑا ہو اور مقتدی اونچی جگہ پر ہوں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ امام اور مقتدی دونوں کی جگہ یکساں ہو، اونچی نیچی نہ ہو) نمازِ جنازہ میں جنازہ مثل امام (جیسا کہ مرقات میں ابن الہمام کے حوالے سے مذکور ہے۔12) کے ہے، امام کی طرح جنازہ بھی نہ اونچی جگہ پر ہو اور نہ نیچی جگہ پر، (بلکہ جنازہ اور جنازہ کی نماز پڑھنے والے سب کے سب یکساں ایک ہی سطح پر رہیں۔)اس حدیث کی روایت دارقطنی نے مجتبیٰ کے کتاب الجنائز میں کی ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

ف: جب معلوم ہوا کہ جنازہ مثل امام کے ہے تو جس طرح امام کا بعض مقتدیوں کے سامنے حاضر رہنا ضروری ہے ایسا ہی جنازہ کا بھی نماز جنازہ اداء کرنے والوں کے سامنے رہنا ضروری ہے، اگر جنازہ بالکل غائب رہے تو اس پر نماز جنازہ جائز نہیں ہے، جیسے امام اور چند مقتدیوں کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے ایسے ہی جنازہ اور نماز جنازہ اداء کرنے والوں میں سے چند کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے، اس لئے اگر جنازہ سواری پر ہو، یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو ایسی صورت میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، اسی طرح اگر نماز جنازہ پڑھنے والے آگے کھڑے ہوں اور جنازہ پیچھے رکھا ہو تو ایسی صورت میں بھی نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے کہ جنازہ مثل امام کے ہے اور جنازہ کا امام کی طرح مقتدیوں کے سامنے رہنا ضروری ہے۔(یہ پورا مضمون ابن الہمام کے حوالہ سے مرقات میں مذکور ہے۔)

(6/78)بَابُ دَفْنِ الْمَیّتِ
(اس باب میں مردوں کے دفن کرنے کا بیان ہے)

ف: میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح میت کو غسل دینا اور میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، اسی طرح جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو میت کو فوراً دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہے لے جانا چاہئے۔

میت کی قبر کم سے کم میت کے نصف قد کے برابر یا ناف سے زیادہ یا میت کے پورے قد کے برابر گہری کھودی جائے اور اس گہرائی کا اندازہ سطح زمین سے لگایا جائے، چبوترے کا لحاظ نہ کیا جائے اور قبر کی لمبائی میت کے قد کے لحاظ سے رکھی جائے، بغلی قبر بہ نسبت صندوقی قبر کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو بغلی قبر نہ کھودی جائے، صندوقی قبر ہی کھودنا بہتر ہے، ضرورت کے وقت یہ بھی جائز ہے کہ میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کردیں، خواہ وہ صندوق لکڑی کا ہو، یا پتھر کا یا لوہے کا ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے، جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں، قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت تعداد میں ہونا مسنون نہیں ہے۔ میت کو قبر میں اتارنے والے یہ دعاء پڑھیں: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' ہم اللہ کے نام سے قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں (گو کسی قوم کا یہ طریقہ ہو یا نہ ہو) ہم اس مردہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے موافق قبر میں اتارتے ہیں، میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر کروٹ کر کے قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے، میت کو قبر میں رکھنے کے بعد وہ گرہیں جو کفن منتشر نہ ہونے کے لئے دی گئی تھیں، ان میں سے سر کی طرف والی اور پیر کی طرف والی گرہیں کھول دی جائیں، تاکہ منکر ونکیر کے سوال کے وقت مردہ آسانی سے بیٹھ سکے۔ (جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔12)

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر بغلی قبر ہو تو کچی اینٹوں یا بانس سے بند کردیں، پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے، ہاں جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے (اگر صندوقی قبر ہو تو اس کے لئے کنچہ بنا کر پتھر کے کڑیوں سے بند کردیا جائے۔) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

مردہ کے دفن کے وقت پردہ نہ کرنا چاہئے اور اگر پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ

سخت ہوتو چادر مثل سائبان کے پکڑ سکتے ہیں، جب میت کو قبر میں رکھ چکیں، تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہی مٹی اس پر ڈال لیں، کسی اور جگہ سے مٹی لاکر ڈالنا مکروہ ہے جبکہ قبر ایک بالشت اونچی ہو رہی ہو اور اگر بالشت سے کم اونچی ہو تو ایک بالشت اونچی کرنے کے لئے کہیں اور سے مٹی لاکر ڈال سکتے ہیں، قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر تین دفعہ قبر میں ڈالے، پہلی دفعہ کہے "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" (مٹی سے ہم تم کو پیدا کئے) اور دوسری مرتبہ کہے "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" (اور مرنے کے بعد پھر مٹی ہی میں تم کو لائیں گے) اور تیسری مرتبہ "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" (پھر قیامت میں تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے۔) دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرنا اور میت کے لئے دعاء مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچانا مستحب ہے۔

جب قبر پر مٹی ڈال چکیں تو قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے، قبر کا مربع اور مسطح بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کے کوہان کی طرح ابھری ہوئی ہو جس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیئے، قبر پر کوئی چیز بطور یادگار کے لکھنا جائز ہے، بشرطیکہ ضرورت ہو۔

عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی قبر تیار کروالے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اس پر ثواب ملے گا، یہ سب مسائل درمختار، شامی، عالمگیری، البحرالرائق، ملتقی شرح وقایۃ اور عمدۃ الرعایۃ سے ماخوذ ہیں۔)12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: "فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ". (سورۂ مائدہ، پ:6، ع:5، آیت نمبر:31)

تمہید
مردہ کو دفن کرنے کا فطری طریقہ

روح المعانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن جریر کے حوالہ سے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو ہر بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تو اَم پیدا ہوتے تھے پھر دوسرے بطن سے بھی اسی طرح ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے، پہلے بطن کے لڑکے کا نکاح دوسرے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کے لڑکے کا نکاح پہلے بطن کی لڑکی سے کیا جاتا تھا، اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت میں اس قسم کا نکاح حسب ضرورت وقت جائز رکھا گیا تھا اور ایک ہی بطن کے لڑکے اور لڑکی میں نکاح جائز نہیں تھا، اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت حوّا علیہا السلام کے (واضح ہو کہ ایک وقت میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتے، ان کی شریعت میں یہ دونوں آپس میں بھائی بہن کہلاتے تھے، اس حساب سے آدم علیہ السلام کو دو بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ایک کا نام ہابیل رکھا گیا اور دوسرے کا نام قابیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے مطابق ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا، قابیل کی بہن زیادہ حسین تھی تو قابیل نے اپنی بہن سے جو اس کے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی، اسی سے نکاح کرنا چاہا اور یہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے خلاف تھا، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے قابیل کو سمجھایا کہ یہ جائز نہیں ہے ایسا نہ کرنا ،مگر قابیل نے حضرت آدم کی بات نہ مانی، جو بہن اس کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اسی سے نکاح کرنے پر مصر رہا، بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے قطع حُجّت کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں اللہ کے نام کی نذر کرو، جس کی نذر قبول ہوجائے وہ عورت اسی کی رہے گی، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اسی کی نذر قبول ہوگی اس لئے مذکورہ فیصلہ فرمایا گیا، تاکہ قابیل کو بحث وتکرار کی گنجائش نہ رہے یہ مطلب نہ تھا کہ قابیل کے لئے وہ عورت حلال ہوجائے گی۔

غرض دونوں نے اپنی اپنی نذر حاضر کی، ہابیل تو ایک عمدہ دنبہ لایا اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور رکھ دیا، دونوں منتظر تھے دیکھیں کہ کس کی نذر قبول ہوتی ہے اتنے میں آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نذر کو جلا دیا، اور اس وقت نذر قبول ہونے کی یہی علامت تھی، جب قابیل اس فیصلہ میں بھی ہارا تو ہابیل کی جان کے درپے ہوا، یہاں تک کہ ہابیل کو قتل کرڈالا، لیکن قابیل کو یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس نعش کو کیونکر چھپاؤں تاکہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کی اطلاع نہ ہو، یہاں تک کہ کوّے کے ذریعہ سے ہابیل کے دفن کرنے کا طریقہ بتلایا گیا، اس لئے اللہ تعالیٰ۔

(سورۂ مائدہ، پ:6، ع:5، آیت نمبر:31) میں فرماتے ہیں۔

" فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْئَةَ اَخِيْهِ ".

پھر آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا وہاں بھیجا کہ وہ (چونچ اور پنجوں سے) زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کوّے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا تا کہ وہ کوّا قابیل کو سکھائے کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طرح چھپا دے۔ (قابیل نے کوّے سے سیکھ کر ہابیل کو اسی طرح دفن کر دیا ہابیل پہلا مردہ ہے جو زمین پر مرا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دفن کا طریقہ کوّے کے ذریعہ سے سکھا یا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے کے بعد مردہ کو جن جن طریقوں سے چھپایا جاتا ہے ان طریقوں سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ فطری اور اللہ تعالیٰ کا پسند کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: " فَاَقْبَرَهٗ "

(پ:30،سورۂ عبس، ع1،آیت نمبر:21) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اللہ تعالیٰ انسان کو ایک وقت خاص تک زندہ رکھ کر اس کو مار دیتا ہے) پھر اس کو قبر میں لے جاتا ہے۔

بغلی قبر کی فضیلت اور قبر پر نشان رکھنے کا جواز

1/2521 ۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میرے لئے بغلی قبر کو کھودنا اور میری قبر پر (نشانی کے واسطے) کچی اینٹیں رکھ دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کو بغلی کھودا گیا تھا اور قبرِ شریف پر کچی اینٹیں جمائی گئی تھیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

صندوقی قبر کھودنے کا بیان

پہلی حدیث

2/2522 ۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات ہوئی تو لوگوں نے آپس میں کہا کہ مدینہ میں دو شخص قبر کھودتے ہیں ایک صاحب بغلی قبر کھودتے ہیں اور دوسرے صاحب صندوقی (دونوں کو بلاؤ) ان میں سے جو پہلے آجائے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف (اپنے طریقہ کے موافق) تیار

کرے، الغرض دونوں کو اطلاع کی گئی، اتفاق سے بغلی قبر تیار کرنے والے صاحب پہلے آ گئے اور آپ کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی۔اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

دوسری حدیث

3/2523 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (ہمارے مدینہ کی زمین بہت سخت ہے بغلی قبر کے قابل ہے، اس لئے) ہم مدینہ والوں (جیسا کہ اشعۃ اللمعات اور عرف شذی میں مذکور ہے۔12) کے لئے (اور جہاں کہیں کی زمین سخت ہو، ان کے لئے) بغلی قبر ہی مناسب ہے اور ہمارے مدینہ کے سوا (جہاں کی زمین نرم ہے جیسے مکہ کی یا اور جگہ کی ان کے لئے) صندوقی قبر ہی مناسب ہے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

4/2524 ۔اور امام احمد نے جریر بن عبداللہ سے اس کی روایت کی ہے۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ:

قبر میں میت کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا مکروہ تحریمی ہے

5/2525 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس قبر میں میت کے نیچے (چادر یا) کوئی (اور) چیز بچھانے کو مکروہ سمجھتے تھے (اس لئے درمختار میں لکھا ہے کہ مردہ زمین پر رہنا چاہیئے، قبر میں مردہ کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا مکروہ تحریمی ہے، اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے مشہور ہے کہ قبر شریف میں چادر بچھائی گئی تھی، یہ حضور کا خاصہ ہے، حضور چونکہ حیات النبی ہیں، حضور کے نیچے قبر شریف میں چادر بچھائے جانے سے دوسروں کی قبر میں چادر بچھانے پر دلیل نہیں لی جاسکتی۔)

قبر کو کوہان نما بنانے کا بیان

پہلی حدیث

6/2526 ۔سفیان التمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف (ایک بالشت اونچی) کوہان نما ہے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

7/2527۔سفیان التمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) اس حجرہ شریف میں داخل ہوا کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف ہے میں نے دیکھا کہ (حجرہ شریف میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں تینوں کی تینوں (ایک بالشت اونچی) کوہان نما ہیں۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے۔

قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت بنانے کا بیان اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

8/2528۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بے ضرورت) قبر کو گچ سے پختہ کرنے کی ممانعت فرمائے ہیں۔(اگر کوئی ایسی ضرورت ہو مثلاً کسی سے قبر کے مسمار کرنے کا خوف ہو، تو قبر کو گچ سے پختہ بنا سکتے ہیں، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، (مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَعِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ) جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی پسندیدہ ہے، ضرورت کی وجہ سے قبر کو گچ کرنا صالحین مسلمان پسند کئے ہیں، اس لئے گچ کی قبر بنانا اللہ تعالیٰ کے پاس بھی پسندیدہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر عمارت بنانے سے بھی منع فرمائے ہیں (اگر عمارت سے مراد یہ ہے کہ عین قبر پر ہی کوئی عمارت بنائیں جیسے بعض کفار قبر پر لاٹ بناتے ہیں تو ایسی عمارت بنانا اس حدیث سے ممنوع ہے، اور اگر قبر پر عمارت بنانے سے مراد یہ ہے کہ قبر کے اطراف کوئی عمارت مثل گنبد کے بنائی جائے اور وہ بے ضرورت ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے اور اگر گنبد وغیرہ کسی ضرورت سے بنائی جائے جیسے صالحین مشائخ، علماء اور سادات کے مزار پر اس غرض سے بنائی جاتی ہے کہ جو لوگ ان کے مزار پر زیارت کے لئے آتے ہیں، وہ دھوپ سے اور بارش سے محفوظ رہیں اور اطمینان سے بیٹھ کر ان سے فیض لیا کریں تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ صالحین مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں، اس لئے اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر بیٹھنے سے بھی منع فرمائے ہیں، اس لئے کہ اس میں مردہ کی اہانت اور ذلت ہوتی ہے اور مردہ کی اہانت جن کاموں سے ہوتی ہے وہ سب منع فرمائے ہیں)۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبر پر بیٹھنے کی وعید

9/2529۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چنگاری پر بیٹھ جائے اور اس سے اس کے کپڑے جل کر اس کی کھال تک آگ پہونچ جائے تو یہ ایسا مضر نہیں جیسے قبر پر بیٹھنے سے اس کا مضر اثر بیٹھنے والے کے قلب تک پہونچتا ہے، یہ آگ پر بیٹھنے کے ضرر سے زیادہ مضر ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تصویر کے رکھنے کی اور قبر بہت اونچی بنانے کی ممانعت

10/2530۔ ابوالھیّاج اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے سنو ابوالھیّاج مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کام کے لئے بھیجے تھے، میں اس کام کے لئے تم کو بھی بھیجنا چاہتا ہوں اور وہ کام یہ ہے کہ جہاں کہیں تم کسی جاندار کی تصویر دیکھو (خواہ وہ مجسمہ ہو یا ہاتھ سے کھینچی ہوئی ہو، یا فوٹو – جیسا کہ مجمع البحار میں مذکور ہے۔12 – ہو)

اس کو توڑ دو، مٹادو (اور باقی نہ رہنے دو) ایسا ہی جہاں تم دیکھو کہ قبر (حد سے زیادہ) اونچی بنائی گئی ہے تو اس کو پست کر کے ایک بالشت کے موافق بلند رہنے دو۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبروں پر بیٹھنے اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

11/2531۔ ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (قضاء حاجت کے لئے) قبروں پر مت بیٹھو (اس لئے کہ یہ مکروہ (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) تحریمی ہے، اگر قضاء حاجت کے لئے نہیں بلکہ یوں ہی قبروں پر بیٹھا یا قبروں کو کھدلتا ہوا چلا) تو یہ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ (اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے – جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12 – اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (اس لئے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبر گہری کھودنے کا بیان اور ضرورت پر ایک قبر میں کئی مردوں کو دفنانے کا جواز

12/2532۔ ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد کے ختم ہونے کے بعد (جب شہیدوں کو دفن کر رہے تھے اس وقت) ارشاد فرمائے قبریں کھودو اور کشادہ کھودو اور گہری کھودو (کم سے کم قبر کمر کے برابر گہری ہو، جتنا زیادہ گہری کھودو گے بہت اچھا ہے، چاہے سینہ (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے) تک ہو یا قد کے برابر ہو) اور قبر کو پاک وصاف بناؤ (کہ زمین ہموار رہے، مٹی اور کوئی چیز اس میں نہ رہے) بہتر تو یہ ہے کہ ایک قبر میں ایک ہی مردہ دفنایا جائے، اگر ضرورت ہو تو) ایک قبر میں دو، دو، تین تین بھی دفن کرو (مگر دو مردوں کے بیچ میں مٹی یا اینٹوں سے آڑ بنائی جائے) (ردالمختار۔12) (جب کئی مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا پڑے تو ان میں سب سے زیادہ جس کا علم وعمل تھا اسی کو قبر میں پہلے اتاریں اور اس کو قبلہ کی طرف پہلے رکھیں، مثلاً) جس کو قرآن زیادہ یاد ہو، اس کو پہلے قبر میں اتار کر (قبلہ کی طرف پہلے) رکھیں (پھر اس سے کم جس کو قرآن یاد ہو، اس کے بعد اس کو رکھیں، ایسے ہی ترتیب وار مردوں کو ایک قبر میں ضرورۃً رکھ سکتے ہیں۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔12

مردوں کو دفن کے لئے دوسرے مقامات پر منتقل کرنے کی ممانعت

پہلی حدیث

13/2533۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہوئے اور ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے کہ) میری پھوپھی میرے والد کو وہاں سے منتقل کر کے ہمارے قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے آئیں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ واپس لے جاؤ (تاکہ ان کو وہیں دفن کردیا جائے۔) اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میت کو جہاں مرا ہو، اسی مقام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے، دوسرے مقام میں اس کو منتقل نہیں کرنا چاہئے، اگر منتقل کئے بھی تو ایک دو میل سے کم فاصلہ میں منتقل کرنا چاہئے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے اور ایک دو میل سے زائد دور دفن کے لئے لے جانا

مکروہ ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کو جہاں یہ شہید ہوئے تھے، وہیں دفن کرنے کا حکم دئے اور دفن کے بعد قبر کو کھود کر میت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا ہر حالت میں نا جائز ہے، ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوئی ہو تو البتہ میت کا دفن کے بعد نکالنا جائز ہے، مثلاً وہ زمین جس میں اس کو دفن کیا گیا ہے وہ دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (یہ مضمون عالمگیری اور ردالمختار سے لیا گیا ہے۔)12

دوسری حدیث

14/2534۔ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ (جو مشاہیر تابعین سے ہیں) ان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حُبشی مکہ مکرمہ کے اطراف کے مواضعات میں سے ایک موضع ہے، یہاں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے اور اسی موضع میں ان کا انتقال ہو گیا، تو ان کا جنازہ مقامِ حُبشی سے مکہ معظّمہ لایا گیا اور وہ مکہ معظّمہ میں دفن کئے گئے، جب امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حج کے لئے) مکہ معظّمہ آئیں تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کے لئے ان کی قبر پر تشریف لائیں اور (بہت درد کے ساتھ) یہ اشعار پڑھیں۔

وَكُنَّا كَنَدْمَانَىْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّى وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

جذیمہ (یہ تفصیل اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) عراق اور عرب کا بادشاہ تھا اس کے دو وزیر تھے، ایک کا نام مالک اور دوسرے کا نام عقیل تھا، جذیمہ کے یہ دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے، ان کی آپس میں مدت دراز تک ہم نشینی اور خلوصی محبت کی وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اب یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے، لیکن نعمان نے ان کو قتل کر دیا، اس واقعہ کو تمیم بن نویرہ شاعر نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں تشبیہاً اس طرح بیان کیا ہے کہ جس طرح جذیمہ بادشاہ کے دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے، اسی طرح ہم بھی آپس میں ان دو وزیروں کی طرح ہم نشین اور محبت رکھنے والے تھے، ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا، تمیم بن نویرہ شاعر کہتا ہے کہ اے مالک ہم باوجود ایک مدت دراز تک ساتھ رہنے کے تیرے قتل کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت دراز ایک خواب تھا اور ہم اس طرح جدا ہو گئے کہ کبھی ایک ساتھ نہ رہے تھے، اب اسی واقعہ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حسب حال پا کر اپنے بھائی کے

فراق میں مذکورہ دو شعر پڑھیں کہ: اے بھائی ہم اور تم جذیمہ بادشاہ کے ہم نشین وزیروں کی طرح تھے اور آپس میں ایک مدت دراز تک اس طرح رہے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب یہ جدا نہ ہوں گے، لیکن جب جدائی کا وقت آیا تو باوجود اتنی طویل مدت تک ساتھ رہنے کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم اگر میں تمہاری موت کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام حبشی میں دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی) (اس لئے جو شخص جہاں انتقال کرے اس کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے۔) اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ عام عورتوں کی عدت ان کے شوہروں کی وفات کے بعد (4) ماہ دس دن ہے، اسی لئے وہ عدت گزرنے کے بعد کسی سے بھی نکاح کر سکتے ہیں، بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی عدت ان کے وفات تک ہے کہ امہات المومنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تا حیات کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اس لئے اپنے بھائی سے حضرت عائشہ فرمارہی ہیں کہ میں عدت (جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) میں ہوں، اگر میں تمہارے انتقال کے وقت تمہارے جنازہ میں شریک رہتی تو دوبارہ تمہاری زیارت کے لئے نہ آتی، کیونکہ زمانہ عدت میں بلا ضرورت شدید کے کہیں جا نہیں سکتے، ہاں ایسی ہی کوئی خاص ضرورت ہو تو جا سکتے ہیں، چوں کہ میں تمہارے انتقال کے وقت (تمہارے دیدار سے محروم رہی) اس لئے اب زیارت کے لئے آ گئی ہوں (تا کہ یہ آخری دیدار کے قائم مقام ہو جائے۔)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارنا اور قبر میں قبلہ رخ لٹانا مسنون ہے

15/2535 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتار کر رکھا گیا، اس طرح کہ قبر کے قبلہ کی جانب جنازہ رکھا گیا اور جنازہ کو لے کر قبر میں رکھنے والوں کا رُخ بھی قبلہ کی طرف تھا (پھر قبر میں) آپ کو سیدھی کروٹ کر کے قبلہ رخ لٹایا گیا۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا مسنون ہے

پہلی حدیث

16/2536 ۔ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد بریدہ رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی تھی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو قبر شریف میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا اور قبر شریف پر کچّی اینٹیں جمائی گئی تھیں۔

اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

17/2537 ۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا اور قبر شریف کے پائتیں جنازہ کو رکھ کر قبر میں سر کے جانب سے نہیں اتارا گیا ہے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کی روایت مراسیل میں کی ہے۔12

تیسری حدیث

18/2538 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (جب عبداللہ ذوالبجادین) رضی اللہ عنہ جو اصحاب صفّہ میں سے تھے ان کا انتقال ہوا تو ان کو رات میں دفن کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اُترے (دفن میں سہولت کے لئے) آپ کے واسطے چراغ روشن کیا گیا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام (میت کو قبر میں) قبلہ کی جانب سے اتارے اور فرمائے (عبداللہ!) اللہ تعالی تم پر رحمت نازل فرمائے، تم بڑے نرم دل اور خوف خدا سے بہت رونے والے اور قرآن شریف کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والے تھے اور جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کی نمازِ جنازہ پڑھے تھے تو چار تکبیرات کے ساتھ نماز اداء فرمائے تھے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

چوتھی حدیث

19/2539 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما (یہ سب حضرات) میت کو قبر میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا کرتے تھے۔اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔12

پانچویں حدیث

20/2540۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب یزید بن المکفف کو قبر میں اتارے ہیں تو قبلہ کی جانب سے اتارے ہیں۔

اس کی روایت عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابن حزم نے محلّی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

چھٹی حدیث

21/2541۔ابن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نمازِ جنازہ پڑھانے اور دفن کرنے کے لئے ابن الحنیفۃ رضی اللہ عنہ کا جب انتخاب ہوا تو حضرت ابن الحنیفۃ حضرت ابن عباس کی نمازِ جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ اداء فرمائے اور ان کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔12

میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے

22/2542۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب میت کو قبر میں اتارا جاتا تو آپ یہ دعاء پڑھتے ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ '' (ہم اللہ کے نام سے اس میت کو قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں) یا اللہ یہ تنہا آپ کے پاس آرہا ہے اس لئے ہم اس کو آپ کی پناہ میں دے رہے ہیں آپ اس کی ہر جگہ مدد فرمایئے (اس نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے موافق بسر کی ہے، اس لئے اب) ہم اس کو رسول اللہ کے دین کے موافق ہی دفن کر رہے ہیں۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

قبر میں مٹی ڈالنے، قبر پر پانی چھڑکنے اور قبر کا نشان رکھنے کا بیان

23/2543 ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سرہانے کی طرف سے) اپنے دونوں دست مبارک کو ملا کر دونوں ہاتھوں سے تین پسّو مٹی (اگر بغلی قبر ہو تو اینٹوں سے بند کرنے کے بعد اور اگر قبر صندوقی ہو تو کڑیاں رکھنے کے بعد) قبر میں ڈالے ہیں۔(امام احمد کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی دفعہ پسّو سے مٹی ڈالتے وقت ''**مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ**'' (مٹی سے ہم تم کو پیدا کئے) پڑھے اور دوسری دفعہ پسّو سے مٹی ڈالتے وقت فرمائے ''**وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ**'' (اور مرنے کے بعد دوبارہ تم کو ہم مٹی ہی میں لے جائیں گے) اور تیسری دفعہ پسو سے مٹی ڈالتے وقت فرمائے ''**وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى**'' (پھر قیامت میں ہم تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے) اور راوی کہتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم (کے دفن کے بعد ان) کی قبر پر (اپنے دست مبارک سے) پانی چھڑکے اور قبر پر اپنے دستِ مبارک سے کنکریاں جما دیں (تاکہ-جیسا کہ مرقات میں لکھا ہے-12 نشانی رہے۔)

اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے اور امام شافعی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

سرہانے کی جانب سے مٹی ڈالنا مسنون ہے

24/2544 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھائے، پھر میت کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے اور میت کو قبر میں رکھ دیا گیا اور جب مٹی ڈالنے کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرہانے کی جانب سے تین پسوں مٹی قبر میں ڈالے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔(پسّو) دونوں ہاتھوں سے بھر کر کسی چیز کو اٹھانا پسّو کہلاتا ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنے کا طریقہ

25/2545 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی قبر شریف پر دفن کے بعد پانی چھڑکا گیا تھا اور پانی چھڑکنے والے بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اس طرح چھڑکاؤ شروع کیا کہ سر مبارک کی طرف سے شروع کر کے دونوں قدموں تک چھڑکاؤ ختم کیا۔

اس کی روایت بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

قبروں کو پختہ بنانے اوران پرکتبہ لگانے کا ذکراور قبروں پر چلنے کی ممانعت

26/2546 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کو گچ سے پختہ کرنے کی ممانعت فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں پر لکھنے سے بھی منع فرمائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں پر چلنے سے بھی منع فرمائے ہیں ۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

قبروں کو پختہ بنانے اوران پرکتبہ لگانے کی صراحت

ف: یہ حدیث اس زمانہ کی ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمائے تھے جب زیارت قبور سے منع فرمایا گیا تو قبروں کو گچ کرنے سے بھی منع فرمایا گیا تھا اس لئے کہ جب زیارت قبور ہی جائز نہ تھی تو قبروں کو گچ کر کے پختہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اور جب قبروں کی زیارت کرنے کی ممانعت منسوخ ہوگئی تو حدیث کے دونوں حکم کہ قبروں پر گچ نہ کی جائے اور قبروں پر لکھا نہ جائے بھی منسوخ ہوگئے (جیسا کہ مرقات میں حاکم کے حوالے سے لکھا ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (فَزُوْرُوْهَا) یعنی قبروں کی زیارت کروتو اس سے قبروں کو گچ کر کے پختہ کرنے کی اجازت بھی مل گئی اور قبروں پر لکھنے اور کتبے لگانے کی بھی اجازت ہوگئی، اس لئے کہ کچی قبر چند روز میں زمین کے برابر ہوجاتی ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا، اس سے لازم آتا ہے کہ قبروں کو گچ سے پختہ کریں اور اوپر لکھیں یا کتبے لگائیں تا کہ زیارت کی جاسکے یہ قول مبارک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے اس فعل سے بھی دلیل ملتی ہے، قبروں کو گچ سے پختہ کرنے کی اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک بڑا پتھر رکھنے کا حکم دئے اور صحابی اس کو اٹھا نہ سکے تو حضور خود اٹھا کر قبر (یہ حدیث ابوداؤد میں مذکور ہے جو آگے آرہی ہے۔12) پر رکھ دئے تا کہ قبر یادگار رہے اور اس کی زیارت کرسکیں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبروں کو گچ سے پختہ کیا جائے تا کہ لوگ زیارت کرسکیں۔ حدیث مذکور کے یہ دونوں حکم منسوخ ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ سارے عالم اسلام میں مشرق سے مغرب تک سلف (جیسا کہ ردالمختار

میں مذکور ہے) سے خلف تک قبروں کو گچ سے پختہ کیا جاتا رہا ہے اور قبروں پر لکھا جاتا رہا ہے یا ان پر کتبے لکھ کر سرہانے لگائے جاتے رہے ہیں اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شریف ہے: "مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ"، جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔ چونکہ صالحین مسلمان قبروں کو گچ سے پختہ کرنے اور قبروں پر لکھنے اور کتبے یا تختیاں لگانے کو پسند کئے ہیں، اس لئے قبروں کو گچ سے پختہ بنانا اور قبروں پر لکھنا یا کتبے اور تختیاں لگانا اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ (جیسا کہ مرقات اور ردالمختار میں مذکور ہے۔12) ہے۔

حدیث مذکور کا تیسرا جزء کہ قبر کو روندا نہ جائے منسوخ نہیں ہے۔ اس لئے قبروں پر چلنا اور قبروں کو روندنا ناجائز ہے۔12

قبر پر نشان رکھنے اور ہڑواڑ یعنی خاندانی قبرستان بنانے کا ذکر

27/2547۔ مطّلب بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ لے جا کر (بقیع میں) دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کو حکم دئے کہ ایک بڑا پتھر اٹھا لاؤ (تا کہ قبر کے سرہانے کی طرف رکھا جائے یہ معلوم ہونے کے لئے کہ یہ عثمان بن مظعون کی قبر ہے) وہ پتھر (اس قدر بڑا تھا کہ) صحابی اس کو اٹھا کر نہ لا سکے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پتھر کے لانے کا ارادہ فرمائے اور اپنے دونوں آستینوں کو چڑھا کر اس پتھر کے پاس پہنچے، راوی کہتے ہیں کہ جو صاحب مجھ سے یہ حدیث بیان کئے ہیں وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس پتھر کے لانے کے لئے اپنے آستین چڑھائے ہیں تو حضور کے بازؤں کی سفیدی اس وقت مجھے جو دکھائی دی اب تک یاد ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پتھر کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر پر سرہانے کی طرف جما دئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (کہ مرور زمانہ سے قبر مٹ کر زمین کے برابر ہو جاتی ہے اور لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ قبر کہاں ہے اس لئے) میں (اس پتھر کو سرہانے کی طرف رکھ کر) لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتا ہوں کہ (یہاں میرے رضاعی بھائی) عثمان بن مظعون کی قبر ہے (میں یہ نشانی اس وجہ سے بھی رکھ رہا ہوں کہ) ان کے بعد میرے گھرانے میں سے جو بھی وفات پائیں گے انہیں یہاں دفن کروں گا۔ (اس سے ہڑواڑ قائم کرنے کا ثبوت ملتا ہے (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) (اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

میت کے ساتھ قبر تک جانا اور دفن تک بیٹھنا مسنون ہے

28/2548۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کو لئے ہوئے قبرستان میں پہونچے وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی ہے (قبر کے تیار ہونے کا انتظار تھا اس لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کرکے بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضور کے اطراف) بیٹھ گئے۔ اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم بھی حضور کے ساتھ بیٹھے تو اور (اس وقت مجلس پر حضور کے رعب اور عظمت کی وجہ سے ایسا سکون اور ایسی خاموشی طاری تھی کہ سب بے حس وحرکت بیٹھے ہوئے تھے۔) ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (کہ حرکت کرنے سے یہ اُڑ جائیں گے۔)

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک جانا اور قبر تیار ہونے تک دفن کے انتظار میں بیٹھنا سنت ہے، اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ رو ہوکر بیٹھ گئے، مرقات میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ رو ہوکر بیٹھا جائے۔ 12

تمہید

(جیسے زندہ کو کچھ ایذا دی جائے تو وہ متاثر ہوتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے، ایسے ہی مردہ کو اگر ایذا دی جائے تو وہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ 12) اور اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے۔)

مردہ کو بھی زندہ کی طرح ایذا پہونچتی ہے

29/2549۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی مردہ کے (اعضاء درست کرنے کے لئے) اس کی ہڈی توڑ دی جائے (تو اس سے اس کو اسی طرح تکلیف ہوتی ہے) جیسے کسی زندہ کی ہڈی (اس کی زندگی میں) توڑنے سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے۔

اس کی روایت امام مالک، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ کو ایذاء پہونچانے سے جیسا گناہ ہوتا ہے ویسے ہی مردہ کو مرنے کے بعد ایذا دینے سے گناہ ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے کسی آرام دہ کام سے زندہ کو آرام اور لذت ملتی ہے، ایسا ہی کسی مردہ کے ساتھ بھی آرام دہ کام کیا جائے تو مردہ کو آرام اور لذت ملتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جیسے زندگی میں زندہ کی تعظیم کی جاتی ہے، ایسے ہی مرنے کے بعد مردہ کی بھی تعظیم کی جائے، اس لئے کہ اس سے مردہ کو راحت اور لذت ملتی ہے۔ مرقات، اشعۃ اللمعات اور ردالمختار۔12

قبر کو ٹیکا لگا کر بیٹھنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس سے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے

30/2550۔عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائے کہ میں ایک قبر سے ٹیکہ لگائے ہوئے بیٹھا (یہ دیکھ کر) ارشاد فرمائے (کہ تمہارے قبر کو ٹیکا لگا کر بیٹھنے سے صاحب قبر کو تکلیف ہورہی ہے، اس طرح بیٹھ کر صاحب قبر کو تکلیف نہ دو۔ (کیونکہ اس میں میت کی اہانت بھی ہے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

نامحرم مرد ضرورت پر اجنبی زنانی میت کو دفنا سکتے ہیں

31/2551۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انتقال ہوگیا ہم ان کے دفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارے تشریف فرما تھے، حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا ہے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرمائے: ایسا میں ہوں، یا رسول اللہ! اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ (دفن کرنے کے لئے) ان کی قبر میں تم ہی اترو، حسب الحکم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اترے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اترے اور حضرت ابوطلحہ اجنبی تھے، حضرت ابوطلحہ کو قبر میں اترنے کا جو حکم دیا گیا، اس سے ابن الہمام نے یہ مسائل اخذ کئے ہیں کہ عورتوں کو قبر میں اتارنے کے

لئے یا کسی ضرورت پر قبر سے نکالنے کے لئے مرد ہی قبر میں اتریں، اگر چہ کہ مرد اجنبی ہوں عورتیں قبر میں نہ اتریں، اس لئے کہ ضرورت پر اجنبی مرد عورت کو جس طرح زندگی میں کپڑے وغیرہ کو حائل کر کے ہاتھ لگا سکتا ہے، ایسے ہی مرنے کے بعد بھی کپڑے وغیرہ کو حائل کر کے ہاتھ لگا سکتا ہے اور کفن بھی حائل ہو جاتا ہے، اگر کسی عورت کی وفات ہو جائے اور اس کے ساتھ اس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کے پڑوس کے سن رسیدہ نیک اور صالح لوگ اس کو دفنا سکتے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو نوجوان نیک اور صالح لوگ اس کو دفن کر سکتے ہیں۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔12

جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے کی ممانعت اور دفن کے بعد قبر پر تلقین کے لئے اتنی دیر ٹھہرنے کا بیان جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے تقسیم کیا جائے

32/2552۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو سکرات شروع ہوئی تو وہ اپنے فرزند سے ارشاد فرمائے (سنو بیٹا!) جب میں مر جاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتوں کو نہ رکھنا اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ لے چلنا (یہ زمانۂ جاہلیت کے رواج ہیں اسلام میں ان کو برا سمجھا گیا ہے) حضرت عمرو بن عاص پھر فرمائے کہ جب تم میرے دفن کا ارادہ کرو تو بہ سہولت قبر میں مٹی ڈالو اور دفن کے بعد میری قبر کے اطراف تم لوگ (تلقین یعنی ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہوئے) اتنی دیر تک ٹھہرے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے تا کہ میں (اس عرصہ میں تم لوگوں کو قبر پر تلقین ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہوئے کھڑے ہونے سے) انس اور اطمینان حاصل کر سکوں اور تمہارے تلقین کی وجہ سے وہ جواب مجھے یاد آ جائے جو مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتوں کو دینا ہوگا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تجہیز و تکفین میں دیر نہ کرنا اور تدفین کے بعد قبر پر پڑھی جانے والی آیتوں کا بیان

33/2553۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز

وتکفین میں دیر مت کرو، (جہاں تک ہو سکے اس کے دفن کا جلد انتظام کرو) اور قبر تک جنازہ جلد جلد لے چلو (مگر جنازہ لے کر ایسا بھی جلد نہ چلو کہ جس سے مردہ کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے) اور دفن کے بعد میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں "الٓمٓ سے هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" تک اور میت کے پائتیں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں "آمَنَ الرَّسُوْلُ سے اَلْكَافِرِيْنَ" تک پڑھیں۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

(7/79)بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

(اس باب میں یہ بیان ہے کہ میت پر کس طرح رونا جائز ہے اور کس طرح کا رونا ناجائز ہے۔12)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ''وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ''. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(پ:2،سورۂ بقرہ،ع:19،آیت نمبر:157-155، میں)اے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے(جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے(جیسے کوئی مرجاتا ہے تو وہ نوحہ نہیں کرتے اور چیختے چلاتے نہیں بلکہ بتقاضائے بشریت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال واولاد) حقیقتاً اللہ تعالی ہی کی ملک ہیں،(مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالی ہی کے پاس جانے والے ہیں(سو یہاں کے نقصان کا بدلہ وہاں جاکر ملے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جائے گا) وہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر(جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے(مبذول) ہوں گی (اور سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی۔اور یہی لوگ ہیں جن کی حقیقت حال تک رسائی ہوگی،(کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والا سمجھ گئے۔)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ. الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ،پ:1،ع:5،آیت نمبر:45،میں)(مسلمانو! جب تم پر کوئی مصیبت آئے جیسے کوئی مرجائے تو نوحہ کرنے اور چیخنے چلانے سے کیا فائدہ بلکہ ایسی مصیبت کی برداشت کے لئے) صبر اور نماز کا سہارا لو،(یعنی صبر کرو اور نماز شروع کردو کہ اس سے مصیبت کے برداشت کرنے میں مدد ملتی ہے) اگرچہ نماز بجائے خود دشوار ہے مگر ان لوگوں پر دشوار نہیں ہے جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ بے

شک ہم اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور (مرنے کے بعد) اسی کی طرف ہم کو لوٹ کر جانا ہے (اسی لئے وہ ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور نماز سے مدد لیتے ہیں۔)

غم کی حالت میں بغیر نوحہ اور آہ وزاری کے اگر آنسو جاری ہوجائیں تو جائز ہے

پہلی حدیث

1/2554۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: (ایک دن کا واقعہ ہے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے جو حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی دایا کے شوہر تھے، حضور دایا کے گھر پہونچ کر اپنے فرزند حضرت ابراہیم کو (گود میں) لئے انہیں پیار کئے اور سونگھے (پھر واپس ہوگئے) چند روز کے بعد ہم (دوبارہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دایا کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم سکرات کی حالت میں تھے (بچہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضور کو روتے ہوئے دیکھ کر) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ حضور فرمائے: اے ابن عوف (نوحہ اور آہ وزاری کرنا منع ہے اور آنکھوں سے) آنسو کا جاری ہونا یہ رحمت کی نشانی ہے (اور جائز ہے) اس کے بعد آنکھوں میں آنسو لاکر فرمائے، آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2555۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خدمت اقدس میں کسی شخص سے یہ کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا سکرات کی حالت میں ہے آپ ذرا تشریف لایئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ تم واپس جاکر ان کو میرا اسلام پہونچاؤ اور کہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ لیتا ہے وہ اسی کا ہے اور جو کچھ وہ دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (وہ وقت ٹل نہیں سکتا) تم کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے صبر اختیار کریں، حضرت زینب پھر دوبارہ کسی کو بھیجے اور قسم دے کر عرض کئے: آپ ضرور تشریف لایئے، یہ سن کر حضور کھڑے

ہوئے اور سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور دیگر صحابہ بھی حضور کے ساتھ ہو گئے (جب حضور صاحبزادی کے مکان پر پہونچے تو حضور کے سامنے بچے کو پیش کیا گیا، اس وقت بچہ سکرات کی حالت میں تھا، بچہ کی سانس سینہ میں اضطراب کے ساتھ چل رہی تھی، یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضور کو روتے دیکھ کر) حضرت سعد عرض کئے: یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ حضور فرمائے: سنو سعد! (کسی کی موت پر نوحہ کرنا، چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑ لینا اور سر پیٹنا یہ سب حرام اور منع ہیں) البتہ آنکھوں سے (بغیر نوحہ کے) آنسو جاری ہونا، بشریت کا تقاضا ہے اور رحمت و نرم دلی کی نشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے (اس لئے یہ جائز ہے) اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

3/2556 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہوئیں (اور بغیر نوحہ و چیخ و پکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں (حضرت عمر میت پر۔جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12 ۔صرف رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لئے) اٹھے اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے اور (باہر سے آئی ہوئی) عورتوں کو ہٹانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: سنو عمر! (نوحہ کرنا اور چیخ و پکار کر رونا منع ہے۔آنکھوں سے رونا منع نہیں ہے) یہ عورتیں آنکھوں سے آنسو بہا کر رو رہی ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، آنکھوں سے بھی کیسے نہ روئیں جب کہ ان کا دل دکھا ہوا ہے اور مصیبت ابھی ابھی آپڑی ہے۔اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

نوحہ کرنے یا نوحہ کی وصیت کرنے کی وعید

پہلی حدیث

4/2557 ۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) بیمار ہوئے اور ان کی بیماری بہت سخت تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان

کی عیادت کے لئے) تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے جب حضور وہاں پہونچے تو ملاحظہ فرمائے کہ گھر والوں نے ان کو چاروں طرف گھیر رکھا ہے (جس طرح کہ میت کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر چادر بھی اڑھا دی گئی ہے) حضور دریافت فرمائے کہ کیا ان کا انتقال ہوگیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں حضور، ان کا انتقال نہیں ہوا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے دیکھے تو وہ بھی رونے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: سنو صاحبو! اللہ تعالیٰ (کسی کے مرنے کی وجہ سے) آنکھوں سے آنسو جاری ہونے اور دل غمزدہ ہونے پر عذاب نہیں دیتے بلکہ زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں یا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں یعنی اگر مصیبت زدہ زبان سے شکوہ شکایت کیا یا زبان سے اللہ سے ناراضی کے الفاظ کہا یا نوحہ کیا یا چیخ و پکار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیتے ہیں بخلاف اس کے اگر وہ مصیبت زدہ زبان سے ’’ اِنَّـــا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ‘‘ کہہ کر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اگر (جاہلیت کی عادت کے مطابق کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں) تو میت کو (اس طرح وصیت کی کرنے کی وجہ سے) عذاب (جیسا کہ مرقات اور ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) دیا جائے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

5/2558 ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں (کہ اگر کوئی شخص جاہلیت کی عادت کے مطابق وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں یا اس کے خاندان میں نوحہ کرنے کی عادت بھی، اور وہ بھی اس کو پسند کرتا تھا اور ان کے اس نوحہ کرنے سے راضی تھا، اس کو کبھی منع نہیں کیا تھا تو اس کے مرنے کے بعد حسب وصیت اس پر اس کے ورثاء نوحہ کئے یا حسب رواج اس کے مرنے کے بعد) اس پر نوحہ کیا گیا تو قیامت کے دن اس طرح نوحہ کئے جانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ آواز کے ساتھ میت پر رونے کو نوحہ کہتے ہیں یا میت کے ایسے اوصاف بیان کر کے رونا جو میت میں نہیں ہیں، یا میت کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو میت میں تو ہیں مگر ان کو مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے رونا یہ سب نوحہ کہلاتا ہے۔12

نیک مسلمان کے مرنے پر زمین وآسمان روتے ہیں

6/2559۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (آسمان میں) دو دروازے ہیں کہ ایک دروازے سے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں اور دوسرے دروازے سے روزی اترتی ہے جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے تو جس دروازے سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور دوسرے جس دروازہ سے مسلمان کی روزی اترتی تھی، یہ دونوں دروازے اس مرنے والے مسلمان پر روتے ہیں (اس وجہ سے کہ ان دونوں دروازوں کو اس مسلمان کی وجہ سے جو خیر و برکات پہونچتے تھے اس کی موت کی وجہ سے بند ہو گئے، بخلاف کافر کے کہ ان دونوں دروازوں کو کافر سے اس کے شرک کی وجہ سے تکلیف پہونچتی تھی، اس لئے یہ دونوں دروازے اس کی موت پر نہیں روتے) جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ''. (سورۂ دخان، پ:25، ع:1، آیت نمبر:29)

یعنی کفار کے مرنے پر زمین وآسمان نہیں روتے۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نوحہ کی تفصیل اور اس کی وعید

7/2560۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے (بلکہ جاہلیت کے طریقہ پر ہے) جو (کسی کے مرنے پر) اپنا منھ پیٹے اور کپڑے پھاڑے (یا شملہ سر سے اتار کر پھینک دے یا دیوار پر سر مارے یا بال نوچے) یا (غم میں) ایسے الفاظ کہے جو جاہلیت میں رائج تھے (اور شریعت کے خلاف ہیں)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔12

غم کے اظہار کے لئے اپنی ہیئت بدلنے کی وعید

پہلی حدیث

8/2561۔عمران بن حصین اور ابو برزہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے (اس زمانہ کے رواج کے مطابق اسلامی شعار اور سنت یہ تھی کہ مسلمان قمیصوں پر چادر اوڑھ کر باہر نکلتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائے کہ میت کے قرابتدار (اظہار غم کے لئے) چادروں کو رکھ دئے ہیں اور (جاہلیت کے طریقہ کے موافق بغیر چادروں کے صرف) قمیصوں کے ساتھ جنازہ کے ساتھ چل رہے ہیں (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: (تم کو کیا ہوا ہے باوجودیکہ اسلام آچکا ہے پھر بھی) تم جاہلیت کے کام کررہے ہو (زمانہ جاہلیت میں جیسے غم کا اظہار کرتے تھے، تم بھی زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی مشابہت کرکے اپنی چادروں کو پھینک کر غم کا اظہار کر رہے ہو) (یہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف کررہے ہو) میرا ارادہ ہوا تھا کہ (جیسے تم اپنی ہئیت کو بدل کر غم کے لئے دوسرے ہئیت اختیار کئے ہو) میں بھی تمہارے لئے بددعاء کروں کہ تمہاری انسانی صورتیں مسخ ہوکر (غیر انسانی) صورتیں ہوجائیں (یہ وعید سن کر میت کے قرابتدار ڈر گئے اور اپنی اپنی چادریں لے کر اوڑھ لئے (اور پھر کسی کے غم میں اس طرح) بغیر چادروں کے نہیں نکلے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

9/2562 ۔ ابو بُردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (سخت بیمار ہوئے اور آپ) پر غشی طاری ہوگئی، آپ کی زوجہ ام عبداللہ چیخ مار کر آواز سے رونے لگیں پھر جب حضرت ابوموسیٰ کو کچھ ہوش آیا (ابھی آپ کی زوجہ چیخ مار کر رو رہی تھیں زوجہ کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت ابوموسیٰ فرمائے: کیوں جی تم کو معلوم نہیں میں تم کو بار بار کہتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں ایسے شخص سے بیزار ہوں (اور ناراض ہوں) جو (میت کے غم میں جاہلیت کے طریقہ کے موافق) سر منڈھائے اور نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے (اس لئے میں بھی ان سب چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں تم کو چاہئے کہ ایسی چیزوں سے باز رہا کریں۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جاہلیت کی ممنوعہ خصلتوں اور نوحہ کرنے والی عورت پر عذاب کا بیان

10/2563 ۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: چار خصلتیں (زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں) میری

امت میں بھی وہ باقی رہیں گی:

(1) اپنے حسب پر فخر کرنا (یعنی اپنے اور اپنے آباء واجداد کی خوبیوں کو اس طرح بیان کرنا کہ جس سے دوسروں کی حقارت ہو)

(2) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا (یعنی اپنے نسب کی بڑائی بیان کر کے دوسروں کے نسب کو عیب لگا کر ان کے نسب کی تحقیر کرنا)

(3) تیسری بات یہ ہے کہ نجوم (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) کے قواعد کے موافق یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں تارہ فلاں منزل میں آنے سے بارش ہوتی ہے (یہ اعتقاد حرام ہے، ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ تاروں کے لحاظ سے بارش نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوتی ہے، جب اللہ تعالی چاہیں بارش ہوتی ہے) اور جب اللہ تعالیٰ چاہیں بارش نہیں ہوتی اور

(4) چوتھی بات یہ ہے کہ میت پر نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرلے (تو چونکہ وہ کپڑے پھاڑتی تھی اور منہ نوچتی تھی) تو اس کے مناسب قیامت میں اس پر یہ عذاب مسلّط کیا جائے گا کہ ڈانبر کے مثل لباس پہنایا جائے گا (تاکہ دوزخ کی آگ اس پر بہت زیادہ اثر کرے) اور مثل پیراہن کے ناقابل برداشت کھجلی اور خارش اس کے تمام جسم پر مسلّط کی جائے گی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نوحہ کرنے والے اور سننے والے مرد اور عورتوں کی وعید

11/2564۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوحہ کرنے والے اور نوحہ سننے والے مردوں (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) اور عورتوں پر لعنت فرمائے ہیں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

نوحہ کرنے کے بارے میں ام سلمہ کا واقعہ

12/2565۔ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہے کہ جب ام سلمہ کے پہلے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (اور مجھے نوحہ کے ناجائز ہونے کا علم نہیں تھا) تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابوسلمہ بے وطن تھے ابھی ابھی اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے (یہاں ان کے کوئی قرابت دار بھی نہیں، اگر کوئی ان کے قرابت دار ہوتے تو ان پر نوحہ کرتے) میں ان پر ایسا ماتم اور نوحہ کروں گی جو یادگار رہے اور لوگ اس کا تذکرہ کرتے رہے، چنانچہ میں نے سیاہ کپڑے پہن کر)

ابوسلمہ پر ماتم اورنوحہ کرنے کی تیاری کی اتنے میں ایک عورت نوحے اور ماتم میں میرا ساتھ دینے کے لئے آرہی تھی کہ (راستہ میں) اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل گئے اس کو (ماتمی لباس میں) دیکھ کرفرمائے کہ کیا تم چاہتی ہو کہ (نوحہ اور ماتم کرکے) شیطان کو اس گھر میں داخل کردو، کہ جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو (اسلام لانے کی وجہ سے) نکال دیا تھا (اس عورت کو متنبہ اورتاکید کرنے کی غرض سے) حضور اس جملہ کو دومرتبہ فرمائے (حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب مجھے حضور کے اس ارشاد کی خبر ملی) تو میں ماتم اورنوحہ کرنے سے رک گئی اور آہ وبکا کرنے سے باز آ گئی۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نوحہ کی ممانعت اوررونے کی اجازت

13/2566 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں (جمع ہوئیں اور بغیرنوحہ اور چیخ وپکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (میت پر صرف آنکھوں سے رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لئے اٹھے اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے، مگر عورتیں حضرت عمر کے منع کرنے سے نہ رکیں تو حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ یہ رونا بڑھتے بڑھتے کہیں نوحہ تک نہ پہونچ جائے، اس لئے) کوڑے مارنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو عورتوں کے پاس سے اپنے دست مبارک سے ہٹائے اور ارشاد فرمائے: ٹھیرو عمر! اتنی سختی مت کرو (ابھی تو عورتیں آنکھوں سے رورہی تھیں گو تم اس کو برا سمجھتے ہو۔ مگر یہ جائز ہے، حضرت عمر کو جو خوف تھا کہ کہیں عورتیں روتے روتے نوحہ کرنا شروع کردیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمائے (قاعدہ ہے کہ رونا بڑھتے بڑھتے نوحہ تک پہونچ جاتا ہے) تم نوحہ کی نوبت نہ آنے دو (اس لئے کہ) نوحہ شیطان کی طرف سے ہے، اس سے بچتے رہنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عورتوں سے مخاطب ہوکر) ارشاد فرمائے سنو! (کسی کے مرنے پر غم کرنا کئی قسم کا ہوتا ہے بعض جائز ہے اور بعض ناجائز ہے) جب آنکھوں سے آنسو بہا کر غم کیا جائے اور دل غمگین رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور رحمت کا باعث ہے (اللہ تعالیٰ اس طرح غم کا اظہار کرنے سے ناراض نہیں ہوتے ہیں) اور جب (غم کا اظہار) ہاتھ سے ہو (مثلاً منھ پیٹنا،

کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا) یا زبان سے ہو (جیسے چلانا اور بیان کر کے رونا) اور ایسے الفاظ کہہ کر رونا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں) یہ سب شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہے (شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

جنازہ کے ساتھ اگر عورتیں ہوں تو کیا کریں

14/2567۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ جانا تو سنت ہے) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع فرمائے ہیں جس کے ساتھ پکار کر رونے والی اور نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں۔

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے، خاص کر نوحہ کرنے والی اور پکار کر رونے والی عورتوں کو سختی سے روک دیا جائے اور مردوں کو جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے، اگر عورتیں جنازہ کے ساتھ ہوں تو مردوں کو عورتوں کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ چلنا ترک نہیں کرنا چاہئے بلکہ جنازہ کے آگے آگے چلنا چاہئے۔12

قبر پر نوحہ کرنے کی ممانعت اور صبر کی فضیلت

15/2568۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کی طرف سے گزرے جو ایک قبر کے پاس (بیٹھی) آواز سے رو رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ارشاد فرمائے کہ (تو آواز سے رو رہی ہے اور نوحہ کر رہی ہے یہ ناجائز ہے) خدا سے ڈر (اور اس طرح کا نوحہ چھوڑ دے) اور صبر کر (تاکہ تجھے اس صبر کا ثواب ملے) اس عورت نے جواب دیا، جاؤ صاحب اپنا کام کرو (آپ کو میری مصیبت کی کیا خبر آپ میری جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے ہیں (یہ عورت جب یہ کہہ رہی تھی تو اس وقت اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نصیحت فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، حضور جب وہاں سے تشریف لے گئے تو پھر اس عورت سے کہا گیا کہ تجھے کچھ خبر بھی ہے یہ نصیحت فرمانے والے کون تھے؟

سنو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو تمہیں نصیحت فرمارہے تھے (وہ عورت بہت نادم ہوئی) اور وہاں سے اٹھی تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانہ پر پہونچی، وہ سمجھ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر دربان ہوں گے، جیسے بادشاوں کے دروازے پر ہوتے ہیں، یہاں آکر اس نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں نہ تو دربان ہیں اور نہ تو کوئی تکلیف ہے (گھر کے اندر گئی) اور عرض کی: یا رسول اللہ میں آپ کو پہچانی نہیں (میرا قصور معاف کیجئے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ صبر کا ثواب تو ابتداء مصیبت کے وقت ہی ملتا ہے (اور آخر میں تو خود بخود صبر آجاتا ہے یعنی دراصل صبر وہ ہے جو صدمہ کے شروع وقت کیا جائے، ورنہ بعد میں تو ہر ایک کو صبر خود بخود آہی جاتا ہے، لہذا شروع مصیبت کے وقت صبر کرنا چاہئے کیونکہ اس پر ثواب ملتا ہے۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ابتدائے مصیبت ہی میں صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

16/2569 ۔ ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے ہیں کہ اے ابن آدم (جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے مثلاً کوئی مرجائے یا ناقابل برداشت رنج کی خبر پہنچے تو) مصیبت آتے ہی ابتدائے مصیبت کے وقت ثواب کی نیت سے اگر تو صبر کرے (اور" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ " کہے اور رونا پیٹنا اختیار نہ کرے اور نہ کوئی ایسے حرکات کرے کہ جس سے بے صبری کا اظہار ہو اور نہ زبان سے ایسے الفاظ کہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں تو اسی طرح ابتدائے مصیبت کے وقت صبر کرنے کے بدلہ میں) تجھ کو جنت ہی عطا کروں گا۔ (اگر تُو ابتدائے مصیبت کے وقت رویا، پیٹا اور بعد کو صبر کیا تو اس کا کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ رونے پیٹنے کے بعد تو صبر آہی جاتا ہے ہاں صرف آنکھ سے آنسو بہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بچوں کے مرنے پر صبر کرنے کا اجر

پہلی حدیث

17/2570 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو وہ جہنم میں ہرگز داخل

نہیں ہوگا، البتہ قسم پوری ہونے کے لئے (دوزخ پر سے بجلی کی طرح فوری گزر جائے گا۔)
اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔
ف: جس آیت میں دوزخ پر سے گزرنے کا ذکر ہے وہ آیت یہ ہے: " وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ".
(سورۂ مریم، پ:16، ع:5، آیت نمبر:71) اور اے اولاد آدم! تم میں سے کوئی بشر ایسا نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے، یعنی ہر انسان پل صراط پر سے جو دوزخ پر رکھی گئی ہے ضرور گزرے گا، یہ ایک قطعی اور فیصل شدہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، اس آیت کا عطف) اس سے پہلے کی آیت " فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ " (سورۂ مریم، پ:16، ع:5، آیت نمبر:68) پر ہے، اس لئے یہ آیت بھی پہلے کی آیت کے قسم کے تحت میں ہے، گویا اس آیت کے پہلے قسم کے الفاظ "فَوَ رَبِّكَ" محذوف ہیں، اس لئے یہ آیت بھی قسم کی آیت ہے۔ (مرقات) 12

دوسری حدیث

18/2571۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیں: یارسول اللہ مرد لوگ آپ کے احادیث کو آپ سے سن سن کر یاد کرتے جارہے ہیں، ہم عورتوں کے لئے بھی ایک دن مقرر فرمادیجئے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان دینی معلومات کو حاصل کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم کرایا ہے، حضور ارشاد فرمائے کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ جمع ہوجایا کرو (حسب ارشاد) عورتیں وہاں جمع ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں ان چیزوں کی تعلیم فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم کرایا، پھر حضور ارشاد فرمائے کہ جس عورت کے تین بچے اس کی زندگی میں مرجائیں تو یہ بچے اس عورت کے لئے آتش دوزخ سے آڑ بن جائیں گے (یعنی یہ بچے اس کو دوزخ میں جانے سے بچائیں گے) یہ سن کر ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو (اس کا کیا حکم ہے، حضور وحی کے انتظار میں کچھ دیر توقف فرمائے تھے کہ) اتنے میں وہ عورت اس جملہ کو دوبارہ دہرائی، حضور ارشاد فرمائے: ہاں ہاں اگر کسی کے دو بچے بھی مریں ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے اس جملہ کو حضور دو مرتبہ دہرائے، اس طرح (تین دفعہ فرمانے سے اچھی طرح تاکید ہوگئی اور سننے والوں کو کوئی شک باقی نہ رہا۔)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بچوں کے مرنے پر خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ صبر کرنے کا اجر

19/2572۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (اتفاق سے) انصار کی چند عورتیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں) ان سے حضور ارشاد فرمائے: تم عورتوں میں سے کسی عورت کے تین بچے مرجائیں (بالغ ہوں یا نابالغ) اور وہ عورت (ثواب ملنے کے لئے ان کی موت پر) صبر کی تو وہ ضرور جنت میں جائے گی، ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر کسی کے دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضور ارشاد فرمائے: ہاں اگر کسی کے دو بچے بھی مرجائیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

20/2573۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر وہ بچے جو مرے ہیں نابالغ ہوں تو ان کا یہ حکم ہے۔

(اس روایت میں نابالغ کی قید ضروری نہیں ہے بلکہ جس روایت میں حضور نے عورتوں سے یہ فرمایا تھا کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے فوت ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگی، اس وقت وہاں ایسی ہی عورتیں موجود تھیں کہ جن کے نابالغ بچے فوت ہوئے تھے تو حضور نے ان کی تسکین اور تسلی کے لئے نابالغ کا ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی یہ قید ضروری نہیں بلکہ اتفاقی ہے، اس لئے فوت شدہ بچے بالغ ہوں یا نابالغ سب کا یہی حکم ہے۔(مرقات)12

ایک بچہ کے مرنے پر بھی صبر کرنے کا اجر

پہلی حدیث

21/2574۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: جس شخص کے تین نابالغ بچے اس کی زندگی میں فوت ہوئے ہوں (نابالغ کی قید اتفاقی ہے، اگر بالغ تین بچے بھی فوت ہوئے ہوں تو -مرقات میں ایسا ہی لکھا ہے۔12 -اس کا بھی یہی حکم ہے) تو یہ بچے اس کو دوزخ سے ضرور بچائیں گے (یہ سن کر) حضرت ابوذر عرض کئے: یا رسول اللہ! میرے دو بچے فوت ہوئے ہیں (اس کا کیا حکم ہے؟) حضور ارشاد فرمائے: جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں تو اس کے دو بچے بھی ضرور اس کو دوزخ سے بچائیں گے، پھر حضرت ابی بن کعب ابوالمنذ رسید القراء نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا تو ایک ہی بچہ فوت ہوا ہے (اس کا کیا حکم ہے) حضور ارشاد فرمائے: جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو تو اس کا یہ ایک بچہ بھی ضرور اس کو دوزخ سے بچائے گا۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

22/2575 ۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس مسلمان ماں باپ کے تین بچے (بالغ ہوں یا نابالغ) مرجائیں (اور ثواب کی نیت سے وہ صبر کریں) تو اللہ تعالی اپنی خاص رحمت سے ان دونوں کو جنت میں داخل کریں گے، صحابہ عرض کئے: یا رسول اللہ! اگر کسی کے دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے؟) تو حضور ارشاد فرمائے کہ: ہاں اگر دو بچے مرجائیں تو بھی (اس کا یہی حکم ہے) صحابہ پھر عرض کئے: یارسول اللہ! اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضور ارشاد فرمائے: اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے پھر حضور ارشاد فرمائے: (تم بار بار سوال کر کے تین، دو اور ایک بچے کے مرنے کا ثواب دریافت کئے یہ تو کامل بچوں کے مرنے کا ثواب ہے کہ ان کے ماں باپ ضرور جنت میں داخل ہوں گے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر کسی کا حمل گر جائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو (اور حمل گر جانے پر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو یہ) ناقص بچہ بھی اپنی ماں کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو مثل رسی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا۔) (یعنی ایسا ناقص بچہ بھی اپنی ماں کو ضرور جنت میں داخل کرے گا۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

حمل گرنے سے جو بچہ پیدا ہوا ایسا ناقص بچہ بھی اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کرے گا

23/2576۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی کا حمل گر جائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو (اور قیامت کے دن جب اللہ تعالی اس بچہ کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو یہ بچہ (اپنے ماں باپ کو دوزخ سے بچانے کے لئے بہت کوشش کرے گا اور) اَڑ جائے گا تو اللہ تعالی فرمائیں گے: اے اَڑنے والے بچہ (ہم کو تیری خاطر منظور ہے) اچھا اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تو یہ بچہ اپنے ماں باپ کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو مثل رسّی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا صدمہ بھی امت کے لئے بخشش کا سبب ہے

24/2577۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میری امت میں سے کسی شخص کے دو نابالغ بچے اس کی زندگی میں انتقال کر گئے ہوں (اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کیا) تو اللہ تعالی (اس شخص کے صبر کی وجہ اور ان کی شفاعت کی وجہ سے) اس شخص کو جنت میں داخل کریں گے (یہ سن کر) حضرت عائشہ دریافت کیں: یا رسول اللہ اگر کسی شخص کا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو (تو اس کا کیا حکم ہے) حضور فرمائے: ہاں جس کا ایک ہی (نابالغ) بچہ فوت ہوا ہو (تو اس کا بھی یہی حکم ہے) عائشہ! اللہ تعالی اس سے زیادہ تم کو توفیق دے، تمہارے سوال سے میری امت پر آسانیاں اور زیادہ ہو رہی ہیں حضرت عائشہ نے دوبارہ دریافت کیا: یا رسول اللہ اگر آپ کی امت کے کسی شخص کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: سنو عائشہ! بچوں کے مرنے سے ان کے والدین کو یہ جو ثواب مل رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے مرنے کا ماں باپ کو بے حد صدمہ ہوتا ہے، اس کے صلہ میں جنت ملتی ہے، میرا دنیا سے جانا (امت کے لئے) سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے (جیسا میرے دنیا سے جانے کا رنج اُمت کو ہوگا، اس کے مقابلہ میں اس کو کوئی اور رنج نہیں، میرے جانے کے رنج و مصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا

فرمائے گا، جیسے بچے ماں باپ کے لئے ''فرط'' شفاعت کا ذریعہ ہوتے ہیں اور راحت کا سامان فراہم کرتے ہیں، اسی طرح میری امت میں جس کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو تو ایسے لوگوں کے لئے میں فرط رہوں گا، ان کے لئے راحت کا سامان جمع کروں گا، اور ان کی شفاعت کروں گا۔)

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔(فرط کے معنی قافلہ کے انتظام کے لئے قافلہ سے پہلے منزل پر پہونچنے والے کے ہیں۔)

چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں وہ ماں باپ کو جنت میں پہونچانے کا سبب ہیں

پہلی حدیث

25/2578۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ میرا ایک بچہ مر گیا ہے مجھے اس کا بے حد رنج ہے کیا آپ اپنے دلی دوست حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث سنے ہیں جس سے (بچوں کے مرنے پر والدین کو جو ثواب ملتا ہے وہ معلوم ہوتا کہ) ہمارا رنج دور ہو اور ہمارے دل کو تسکین ہو جائے، حضرت ابو ہریرہ فرمائے: جیسا تم کہہ رہے ہو، میں نے ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں (وہ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رہتے ہیں اور) وہ ہر جگہ جاتے ہیں (لیکن ان کو کوئی روکنے والا نہیں، پھر جب قیامت قائم ہوگی تو سب میدانِ قیامت میں جمع ہو جائیں گے، چھوٹے بچے بھی اور ان کے والدین بھی) جب یہ چھوٹے بچے اپنے (ماں) باپ کو دیکھیں گے تو (ماں) باپ کا دامن پکڑ کر جنت میں پہونچائے بغیر دم نہیں لیں گے۔اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

26/2579۔قرّۃ المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، (وہ فرماتے ہیں) کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہمیشہ اپنے (ایک کم سن) بچے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے: (بچہ کو تم ہمیشہ ساتھ رکھتے ہو) کیا اس بچہ سے تم کو بہت محبت ہے، تو وہ صاحب عرض کئے: یا رسول اللہ کیا کہوں (مجھے اس بچہ سے بے حد محبت ہے، میری محبت اس بچہ سے جیسی ہے اس کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا

ہوں) کہ مجھے اس بچے سے ایسی محبت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے اور اللہ تعالی اپنی محبت کو آپ سے اور زیادہ کرے (جب بچہ کا انتقال ہوگیا تو وہ صاحب حضور کی خدمت میں تنہا آنے لگے) ان کو تنہا آتے ہوئے دیکھ کر حضور دریافت فرمائے: ان کا بچہ کیا ہوا؟ صحابہ عرض کئے: وہ بچہ تو مرگیا یا رسول اللہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچہ کے والد کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمائے: (گوتم کو رنج بے حد ہوا ہے مگر اخروی خوش خبری سن لو) تمہارا بچہ (کرامت سے) جنت کے ہر دروازے پر نظر آئے گا اور تمہارا انتظار کرتا رہے گا، جس دروازے سے تم جاؤ گے وہ بچہ تمہارا استقبال کرکے تم کو جنت میں لے جائے گا (یہ سن کر) ایک صحابی عرض کئے: یا رسول اللہ یہ خوش خبری صرف انہی کے لئے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے، حضور ارشاد فرمائے: یہ خوش خبری ہر (اس) مسلمان کے لئے ہے (جس کا بچہ اس کی زندگی میں مرگیا ہے۔)

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

بچہ کی موت پر صبر کرنے کا اجر

27/2580۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کا کمسن بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت اور ان کے ساتھ کے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ کیا تم میرے بندہ کے بچہ کی روح نکالے، فرشتے عرض کرتے ہیں: جی ہاں! پھر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کیا تم اس لخت جگر کو لے لئے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی ہاں! تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے (بچہ کی موت کی رنج وغم کی حالت میں) کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس نے (اپنے رنج وغم کے باوجود اس مصیبت پر اس کو صبر کی جو توفیق ملی اس پر)"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہہ کر شکر اداء کیا اور" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" بھی کہہ کر (اپنی موت کو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کو یاد کیا اور جزع فزع اور بے قراری ظاہر نہیں کیا) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے مصیبت میں صبر اور تسلیم ورضا اختیار کیا ہے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہا ہے

اس کے بدلے میں) اس کے لئے جنت میں ایک محل بناؤ اور اس کا نام " بَیْتُ الْحَمْدُ "رکھو۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

کسی عزیز یا مخلص کی موت پر صبر کا صلہ

28/2581 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان کو کسی مسلمان سے دنیوی تعلقات ہوں اور اس کو اس سے بیحد محبت ہو (جیسے ماں ، باپ ، بیٹا ، بھائی ، بیوی وغیرہ) اور اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے تو میں اس کے صلہ میں اس کو ضرو جنت دوں گا (اور اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی سے تعلق ہو اور ان سے اس کو بیحد محبت ہے جیسے استاد و مرشد اگر ان کا انتقال ہو جائے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو اس کی جزا کا کیا کہنا جنت اور جنت کے اعلیٰ مراتب اس کو دوں گا ۔)

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مصیبت پر اور مصیبت کی یاد پر بھی صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

29/2582 ۔حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت پر مصیبت آئے (اور اس سے وہ غمگین رہا اور اس مصیبت پر تھوڑی مدت گزری یا زیادہ) جب کبھی وہ مصیبت یاد آئے اس سے اس کا غم پھر تازہ ہو گیا ایسے وقت وہ " اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ " پڑھ کر صبر کیا تو شروع مصیبت میں اس کے صبر کی وجہ سے اس کو جو اجر ملا تھا ، اس کو دوبارہ مصیبت یاد کر کے صبر کرنے پر ویسے ہی اجر ملے گا ۔ (جیسے اس کو پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا ۔) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

چھوٹی مصیبت پر بھی صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

30/2583 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (جیسے کوئی بڑی مصیبت آئے تو اس پر " اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ " پڑھ کر صبر کرے تو اس پر اجر ملتا ہے ، ایسے ہی چھوٹی سی چھوٹی مصیبت ہو جیسے) اگر تم میں سے کسی کے نعلین کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ " اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ " پڑھ لیا کرے ، اس لئے کہ یہ بھی ایک مصیبت

ہے (اس چھوٹی مصیبت کے وقت بھی ویسے ہی اجر ملے گا جیسا کہ بڑی مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنے سے ملا تھا۔) اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

امت محمدیہ کو مصیبت پر صبر کرنے سے علم لدُنّی ملنے کی خوش خبری

31/2584۔ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنی ہوں، ابوالدرداء کہتے تھے کہ میں حضرت ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام سے فرمایا: اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک ایسی امت پیدا کروں گا کہ جب ان کو کوئی نعمت ملے گی تو وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گی اور جب ان پر کوئی (نا قابل برداشت) مصیبت آئے گی جس سے ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے اور سمجھ باقی نہ رہے تو باوجود اس کے وہ ثواب کی نیت سے اس (مصیبت) پر صبر کریں گے تو حضرت عیسیٰ عرض کئے کہ اے میرے پروردگار (مصیبت کی وجہ سے) جب ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں اور سمجھ باقی نہ رہے تو وہ مصیبت پر کیسے صبر کریں گے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ (انسانی فطرت کے لحاظ سے مصیبت کی وجہ سے ہوش وحواس اور سمجھ نہ رہے گی مگر) میں اپنے پاس سے ان کو علم لدنی اور سمجھ دوں گا (جس سے ان کو مصیبت پر صبر کرنا آسان ہوجائے گا۔) اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

نعمت اور مصیبت میں مسلمان کیا کرتا ہے

32/2585۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کا عجب حال ہے (ہر حال میں وہ اللہ ہی کا رہتا ہے) اگر اس کو بھلائی اور نعمت پہونچتی ہے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کوئی بلا اور مصیبت پہونچتی ہے تو اس بلاء اور مصیبت کا ثواب اس کے پیش نظر ہوجاتا ہے، اس وجہ سے وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہتا ہے (یا اس کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ بلاء اور مصیبت دنیوی امور میں آئی ہے دین کو میرے اللہ نے بچا رکھا ہے اور دین پر کوئی مصیبت نہیں آئی ہے، اس لئے الحمد للہ کہتا ہے یا یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مجھ پر یہ مصیبت بھیجا، اس سے کوئی اور بڑی مصیبت میں مجھکو مبتلا نہیں کیا، اس لئے الحمد للہ کہتا ہے اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کہہ کر صبر کرتا ہے مسلمان کا جو کام ہوتا ہے وہ اللہ کی خوشنودی اور اس کو راضی کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے) اس کو ہر کام میں

اجر وثواب ملتا ہے (مثلاً) اگر وہ اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دے (اور دیتے وقت یہ نیت کرے کہ اس کا حق جو میرے ذمہ ہے، اس کی ادائی کے لئے دے رہا ہوں، اگر چہ کہ اس میں اس کو حظ نفس حاصل ہورہا ہے لیکن وہ زنا کے ذریعہ حظ نفس حاصل نہ کرکے حلال ذریعہ سے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دے کر حظ نفس حاصل کررہا ہے، اس لئے اس کو اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دینے سے بھی اجر ملتا ہے۔) اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

مسلمان کو پرسہ دینے کا ثواب

پہلی حدیث

33/2586۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آپڑے (کسی کے مرنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے دوسرا مسلمان اس کے پاس جاکر یا خط لکھ کر) اس کو تسلی دیا اور صبر کی تلقین کیا (جس سے اس کا غم غلط ہو) تو اس تسلی دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ مصیبت زدہ کو ملتا ہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

34/2587۔ ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ کسی عورت کا بچہ مرگیا اور وہ بہت ہی غم زدہ ہے جو مسلمان اس کی تعزیت کرے اور دلاسہ دے تو تعزیت دینے والے کو (اعزاز کے طور پر) جنت میں جنتی خلعت پہنائی جائے گی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نوحہ کی ممانعت اور پرسہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

35/2588۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اتفاق - مرقات میں ایسا ہی مذکور ہے۔ 12 - سے مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر آئی، اس خبر کے سننے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر غم کے آثار ظاہر ہوئے، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں دروازہ کے دراڑ سے دیکھ رہی تھی کہ ایک شخص

نے حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ حضرت جعفر کے گھر کی عورتیں (نوحہ کرکے اور چیخ و پکار کرکے) رو رہی ہیں، آپ اس شخص سے فرمائے کہ تم جاؤ اور ان کو (نوحہ اور چیخ اور پکار کرنے سے) منع کرو، وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہوکر عرض کیا کہ وہ عورتیں میری بات نہیں مانتیں ہیں (اور نوحہ کرکے برابر رو رہی ہیں، حضور دوبارہ اسی شخص کو فرمائے کہ جاؤ اور ان کو نوحہ کرکے) رونے سے منع کرو تو (وہ شخص چلا گیا اور تیسری بار حاضر ہوکر) عرض کیا کہ حضور! بخدا یہ عورتیں ہمارے قابو سے باہر ہوگئی ہیں (اور نوحہ کرکے رونے سے باز نہیں آرہی ہیں) ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضور نے اس وقت اس شخص سے فرمایا تھا کہ جاکر ان کے منھ میں مٹی ڈال دو (اس سے حضور اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے) پھر حضرت عائشہ اپنے آپ سے فرمائے (یہ عجیب شخص ہے) خدا اس کو ذلیل کرے نہ تو حضور کے حکم کی تعمیل کرکے عورتوں کو نوحہ کرنے سے روک سکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار عرض کرکے تکلیف دینا بھی نہ چھوڑا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

پرسہ لینے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتفاق سے مسجد میں تشریف فرما تھے، جب کہ حضرت جعفر وغیرہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی، اس لئے ردالمختار میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے انتقال پر قصداً مسجد میں یا گھر میں بیٹھے تاکہ لوگ اس کی تعزیت کریں تو یہ مکروہ ہے، بلکہ لوگ جب دفن سے فارغ ہوجائیں تو صاحب میت کے گھر جمع نہ ہوں بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوجائیں اور میت کے ورثاء بھی اپنے گھر چلے جائیں اور اپنے کاموں میں مصروف ہوجائیں۔12

اہل میت کے گھر کھانا بھیجنے کا جواز

36/2589 ۔عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے شہادت کی خبر پہنچی تو حضور نے (اپنے گھر والوں) سے فرمایا: تم جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرکے بھیجو کیوں کہ جعفر کی موت سے ان پر ایسی مصیبت آئی ہے جس کی وجہ سے ان کو کھانا تیار کرنے کا موقع نہیں ہے۔اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔12

قبر پر سوگ منانے کی ممانعت اور سوگ کا ایک نادر واقعہ

37/2590 ۔امام بخاری سے تعلیقاً روایت کی گئی ہے، جب حسن مثنیٰ ابن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیوی آپ کی قبر کے پاس ایک سال تک ڈیرہ لگا کر بیٹھی رہیں (میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کو اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جانا چاہیئے، حضرت حسن مثنیٰ کی بیوی ایسا نہ کر کے ایک سال تک قبر کے پاس بیٹھی رہیں تو اللہ تعالی کو یہ پسند نہ آیا، چونکہ یہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے اللہ تعالی نے ان کو متنبہ کر دیا اور ہاتف غیبی کے ذریعہ ان کا یہ کام ناپسند ہونا ظاہر فرمادیا) ایک سال کے بعد جب انہوں نے ڈیرہ اٹھایا تو ایک ہاتف غیبی نے یہ ندادی کہ حسن مثنیٰ کی بیوی ان کی قبر کے پاس ایک سال تک جو بیٹھی رہیں تو کیا حسن مثنیٰ پھر ان کو مل گئے؟ دوسرے ہاتف غیبی نے اس کا جواب اس طرح دیا (حسن مثنیٰ ان کو پھر ملے تو نہیں) ''یہ خود تھک کر مایوس چلے گئیں''۔

(8/80)بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

(اس باب میں قبروں کی زیارت کا جائز ہونا، زیارت قبور کی فضیلت اور زیارت قبور کے آداب کا بیان ہے)

زیارت قبور کے آداب

زیارت قبور کا جواز اور فضیلت اور آداب

ف: قبروں کی زیارت کرنا بالاتفاق مستحب ہے اوراس لئے کہ قبروں کی زیارت سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اوراس سے موت یاد آتی ہے اور عبرت حاصل ہوتی ہے کہ یہ مردے بھی ہمارے جیسے تھے چلتے پھرتے ، کھاتے پیتے ، دنیا کے سارے کام کرتے تھے، آج بے بس ہوکر اپنی اپنی قبروں میں پڑے ہیں ایک دن ہم کو بھی ایسا ہی ہونا ہے، دنیا کا ناپائیدار ہونا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے زیارت قبور سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جیسے ہم کو عبرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی دعائے مغفرت کا موقع ملتا ہے اوراس سے ادائی سنت بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے ، مردوں کو سلام کرتے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔

زیارت قبور کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ جب زیارتِ قبور کے لئے جائیں تو میت کے پیر کی طرف سے داخل ہوں اوراس طرح کھڑے ہوں کہ اپنا رخ صاحبِ قبر کے چہرہ کے مقابل ہو اور پشت قبلہ کی طرف رہے اور صاحب قبر کو سلام کرے اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے، اور اسی پر فتوی ہے اور شیخ ابن الہمام نے بھی اسی طرح فرمایا ہے، قبر کے پاس سورۂ ملک یا سورۂ اخلاص 7 بار یا 1 بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے والے کو نیکیاں ملیں گی۔ (مرقات میں مذکور ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔12) اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ، سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل ھوا للہ احد ۔مرقات میں لکھا ہے کہ ابومحمد سمرقندی نے قل ھو اللہ احد کے فضائل میں اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔) پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقابر کو پہونچائیں، تو یہ ثواب ان کو پہونچتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ قرآن یا قرآن کا کوئی سورہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو یہ ثواب مردوں کو پہونچتا ہے۔

شیخ عبداللہ یافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب روض الریاحین ہیں لکھے میں کہ شیخ عزالدین عبدالسلام

رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا وہ فرما رہے تھے کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے کہ قرآن کا یا قرآن کے کسی حصہ کا ثواب مردوں کو بخشا جائے تو مردوں کو نہیں پہنچتا، اس کے ہم دنیا میں قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنے سے منع کرتے تھے، مرنے کے بعد جب ہم اس عالم میں پہونچے تو معلوم ہو کہ ہمارا یہ کہنا غلط تھا، قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا جائے تو ان کو ضرور پہونچتا ہے۔ (یہ پورا مضمون اشعۃ اللمعات سے لیا گیا ہے۔)

مرقات میں لکھا ہے کہ عبدالعزیز خلاّل نے اپنی کتاب الجامع میں امام شعبی سے روایت کی ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا تو وہ ان کے قبر کی زیارت کے لئے جاتے تو قبر کے پاس قرآن پڑھا کرتے تھے ابوالقاسم سعد بن علی الزنجانی نے اپنی کتاب فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ فاتحہ، سورہ **قل ھو اللہ احد**، سورۂ **الھٰکم التکاثر** پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو پہنچائے تو یہ مردے قیامت میں اس پڑھنے والے کے لئے اللہ تعالی کے پاس شفاعت کریں گے۔

قاضی ابوبکر بن عبدالباقی نے اپنی کتاب "مشیخۃ" میں سلمہ بن عبید سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت حماد مکی مکہ مکرمہ کے قبرستان کو تشریف لے گئے اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گئے، انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے مردے کئی حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے مردوں کو (ایسی حالت میں دیکھ کر) ان سے پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی ہے مردے جواب دئے کہ نہیں نہیں قیامت قائم نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک شخص سورۂ **قل ھو اللہ احد** پڑھ کر اس ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخشا ہے اور ہم سب مردے اس کا ثواب ایک سال سے آپس میں بانٹ لے رہے ہیں۔

عبدالعزیز خلاّل نے اپنی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور قبرستان میں سورۂ یٰسین پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو بخشے تو قبرستان کے جن مردوں پر عذاب ہو رہا ہو تو سورۂ یٰسین کا ثواب بخشنے کی وجہ سے ان مردوں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے والوں کو نیکیاں ملیں گی۔ (مرقات کا مضمون یہاں ختم ہوا۔)

ان آثار واحادیث سے اور اسی طرح کے اور آثار واحادیث سے ثابت ہوا کہ قران اور قرآن کی سورتوں کا ثواب مردوں کو پہونچتا ہے جیسے حج عن الغیر سے حج کرنے کا ثواب ایک شخص کی طرف سے دوسرے شخص کو پہونچتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر بخشا جائے تو اس کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا، اور اس کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

"وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى "۔ (سورۂ نجم، پ:27، ع:3، آیت نمبر: 39) اور اس آیت کے معنی یہ حضرات یوں کرتے ہیں "انسان کو وہی ملے گا کہ جو عمل اس نے کئے ہوں"۔

(دوسرا اگر اس کے لئے عمل کرے تو ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں ملے گا) حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

اس آیت میں سعی سے مراد عمل نہیں بلکہ ایمان ہے یعنی جو ایمان لایا اسی کو اس کا فائدہ ملے گا، یعنے کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا، ہاں ایک کا عمل دوسرے کے کام آئے گا جیسا کہ سورۂ طور کی اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ''۔

(سورۂ طور، پ:27، ع:1، آیت نمبر:21)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لائی اگر چہ کہ اولاد کے اعمال اپنے آباء کے اعمال کے برابر نہیں ہیں، پھر بھی ان کے آبا کے اعمال ہم ان کو دے کر ان کو ان کے آباء کے درجہ میں پہنچادیں گے اور اس سے ان کے آباء کے اعمال کا ثواب کم نہیں کریں گے۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہونچتا ہے، اسی لئے ردالمحتار میں مذکور ہے کہ ''ہمارے علماء نے باب (الحج عن الغیر میں صراحت کی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے جیسے نفل نماز یا نفل روزہ یا خیرات وغیرہ، ہدایہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور فتاوی تتارخانیہ کی کتاب الزکات میں محیط سے نقل ہے کہ اس شخص کے لئے جو خیرات کرنا چاہتا ہے) بہتر یہ ہے کہ وہ خیرات کرتے وقت تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو ثواب پہونچانے کی نیت کرے، اس لئے کہ یہ ثواب ان کو پہونچتا ہے اور اس سے خیرات کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی (ردالمحتار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

علاوہ ازیں مرقات نے ایصالِ ثواب کے جواز پر متعدد احادیث آثار اور فقہی روایات کے بیان کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں جب کسی کا انتقال ہوجائے تو میت کو ثواب پہونچانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں، مسلمانوں کا سالہا سال سے ایصال ثواب کرنے کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ایصالِ ثواب جائز ہونے پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہے، ایصالِ ثواب کے جواز پر یہ اور اس قسم کی ساری دلیلوں کو حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد المقدسی الحنبلی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے جس کو انھوں نے ایصال ثواب کے جواز پر لکھا ہے۔

(یہ پوری عبارت مرقات سے لی گئی ہے۔)

مذکورہ بالا تفصیلات سے مسلمانوں کا جمع ہوکر ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنے کا ثبوت مل گیا، اب رہا قبر کے پاس انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر قرآن پڑھ کر بخشنا اس بارے میں مرقات ہی

میں ذیل کی تقریر مذکور ہے۔

''علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نہ صرف شافعی حضرات بلکہ دیگر علماً نے بھی قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح المھذب میں فرماتے ہیں کہ جو شخص زیارت قبور کے لئے جائے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ جس قدر قرآن اس سے ہو سکے تلاوت کر کے اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی اس بارے میں ایسی ہی صراحت موجود ہے اور دیگر علماء کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

امام نووی شرح مھذب میں ایک اور مقام پر یہ بھی فرمائے ہیں کہ اگر سب مل کر پورا قرآن قبر کے پاس بیٹھ کر ختم کریں تو یہ افضل ہے۔

(مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

اور اشعۃ اللمعات میں زیارت قبور کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبروں کی زیارت کسی دن بھی کی جا سکتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن زیارت کی جائے۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن اہل قبور کے حس اور ادراک اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ 12

مرد اور عورتوں دونوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت اور اس کی تائید میں قربانی کے گوشت اور شراب کے برتنوں کے استعمال کی تفصیل

1/2591 ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں نے تم کو پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا (اور عورتوں کے لئے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ''لَعَنَ اللّٰهُ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ '') (یہ حدیث زجاجہ کے آخر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو یہاں لے لیا گیا ہے۔) (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو) یہ دونوں حکم مردوں اور عورتوں کے لئے اسلام کے شروع زمانہ کے ہیں، اب یہ دونوں حکم منسوخ ہو گئے ہیں) اس لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو یہ حکم ہو رہا ہے، ''فَزُوْرُوْهَا'' مرد ہو یا عورت دونوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے (اور یہ مستحب ہے، زیارت قبور سے موت اور آخرت کی یاد آ جاتی ہے اور دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے، دنیا میں پھنس کر گناہوں میں مبتلا ہوتے تھے، زیارتِ قبور سے دنیا کی ناپائیداری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی ہے اس لئے دنیا کرتے بھی ہیں

تو آخرت کے ساتھ، عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت تو ہوگئی ہے مگران کو چاہئے کے زیارت قبور کے وقت جزع وفزع اورنوحہ نہ کریں، کیونکہ یہ شرعاً ممنوع ہے۔)

قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ مدت تک رکھا جاسکتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشادفرمائے ہیں کہ (قربانی کے گوشت کے تین حصہ کرنا مستحب ہے: ایک حصہ فقراء کو دینا چاہئے، اور دوسرا حصہ قرابت داروں کو اور تیسرا حصہ اپنے گھر والوں کے لئے رکھنا چاہئے، ایک زمانہ ایسا گزرا کہ بہت سے فقراء قحط کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آگئے تھے ان کے لحاظ سے ارشاد ہوا کہ وہ تیسرا حصہ جوتمہارا ہے، اس کو گھر کے خرچ کے موافق رکھ کر باقی گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھنا چاہئے، اس کو بھی خیرات کردینا چاہئے، اب قحط کا زمانہ نہیں رہا، اس لئے) اب تم کو اجازت ہے کہ تم قربانی کے اپنے حصہ کو تین دن سے زائد جب تک چاہو رکھ سکتے ہو۔

مرقات میں ایسا ہی لکھا ہے۔

شراب کے برتنوں میں نبیذ رکھنے کی اجازت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشادفرمائے ہیں کہ میں نے پہلے تم کو مشکیزہ کے علاوہ دوسرے برتن (جس میں شراب رکھی جاتی تھی) ان میں نبیذ رکھ کر پینے سے منع کیا تھا (شراب کی حرمت سے پہلے جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی اور رکھی جاتی تھی، شراب کی حرمت کے بعد نبیذ یعنی کھجور یا انگور کے شربت کو ان برتنوں میں رکھنے اور پینے سے بھی منع کردیا گیا تھا، شراب کی حرمت کو جب ایک مدت گزرگئی اور شراب کی برائی دلوں میں بیٹھ گئی تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت مل گئی اوران برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا حکم منسوخ ہوگیا اورارشاد ہوا کہ) اب تم تمام برتنوں میں (خواہ وہ شراب رکھنے اورشراب بنانے کے برتن ہی کیوں نہ ہوں) ان میں نبیذ رکھ کر پی سکتے ہو، ہاں (اس کا خیال رہے کہ نبیذ شراب نہ ہوجائے کیونکہ ان برتنوں کے مسامات بندرہنے سے نبیذ جلد شراب ہوجاتی ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

زیارت قبور کی اجازت

2/2592۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ میں پہلے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا مگر اب تم کو قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ (مرد ہو یا عورتیں) قبروں کی زیارت کیا کریں، کیونکہ زیارتِ قبور دنیا سے بے رغبت کردیتی ہے اورآخرت کی تیاری میں لگا دیتی ہے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جانے سے اعراس میں شریک ہونے کی اجازت

ف: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور مستحب ہے، اگرچہ کہ زیارت کے لئے دور دراز مقام پر سفر کرنا پڑے، جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ اولیا اللہ کے اور بزرگوں کے قبور کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں، لوگوں کا اس طرح بزرگوں کی مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز اور سنت ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کے لئے ہر سال تشریف لیجایا کرتے تھے۔ حالانکہ احد مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر واقع ہے۔ (یہ پورا مضمون ردالمختار سے ماخوذ ہے۔) 12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کرنے سے قبروں کی زیارت کا جواز

3/2593۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے (قبر کے پاس صرف آنسو بہا کر) خود بھی روئے اور آس پاس جو صحابہ تھے ان کو بھی رلائے اور ارشاد فرمائے: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمائے کہ قبر کی زیارت کی جو اجازت مجھ کو ملی ہے یہ صرف میرے لئے ہی خاص نہیں ہے بلکہ تم لوگوں کے لئے بھی ہے اس لئے) تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ قبروں کی زیارت سے (جو موت سے غافل ہیں ان کو) موت یاد آجاتی ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے اسلام لانے کی تفصیل

ف: اس حدیث شریف اور اس قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرنا چاہے تو آپ کو اجازت نہیں ملی تو آپ اس وقت صرف قبر کی زیارت کی اجازت لے کر قبر کی زیارت کر لئے مگر آپ کا اس وقت بہت درد کے ساتھ رونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لانے کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر القاء فرمایا کہ آپ اپنے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے اور مشرف با اسلام ہونے کی دعاء فرمائیں تو حضور دعاء

فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ کی خوشنودی کے خاطر بطور معجزہ آپ کی والدین کو زندہ فرمایا، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اگلے پیغمبروں سے بھی مردوں کو زندہ کرنے کے ایسے واقعات ظاہر ہوئے ہیں، چناچہ سورۂ بقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا تا کہ وہ اپنے قاتل کی خبر دے اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں پر اللہ تعالی نے بہت سارے مردوں کو زندہ فرمایا ہے اور ایسا ہی اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے آفتاب ڈوبنے کے بعد واپس لوٹایا تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھ لیں تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ڈوبنے کے بعد دوبارہ لوٹایا تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوت شدہ نماز پڑھ لیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کے والدین کی وفات کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کیا، تا کہ ایمان لانے کا موقع گزر جانے کے بعد بھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، اس لئے ردالمختار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں آپ کے والدین شریفین کو زندہ فرمایا تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کا رنج وغم دور ہو، چناچہ آپ کے والدین زندہ ہوئے اور حضور پر ایمان لائے، اس واقعہ کا ذکر ایک حدیث میں آیا ہے اور اس حدیث کو علامہ قرطبی اور علامہ ابن ناصر حافظ الشام اور دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ اشعتہ اللعمات میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔12

اہلِ قبور کو سلام کا مسنون طریقہ

پہلی حدیث

4/2594۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ زیارتِ قبور کے لئے قبرستان کو جانے کا ارادہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ دعاء سکھاتے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو وہاں یہ دعاء پڑھا کرو:

" اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ."

مسلمانوں کے قبرستان والو! (مومن ہو یا مومنات) تم سب پر سلام ہو، (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے، (ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی تم سے انشاء اللہ ملنے والے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دعاء مانگتے ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

5/2595 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی کہ یارسول اللہ جب میں زیارت قبور کے لئے جاؤں تو قبرستان کے مردوں کو کس طرح سلام کروں اوران کے لئے کیا دعاء کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے کہ جب تم (زیارتِ قبور کے لئے جاؤ تو) اس طرح سلام کر کے یہ دعاء پڑھا کرو:

"اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ☆

مسلمانوں کے قبرستان والو! (مومن ہو یا مؤمنات) تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے یوں تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے حد ضرورت ہے مگر عالم آخرت میں اللہ تعالی کی رحمت کی بے حد ضرورت ہے، اس لئے ہم دعاء کرتے ہیں کہ) ہم سے پہلے جو عالمِ آخرت میں جا چکے ہیں، یا ہمارے بعد جو عالمِ آخرت میں آنے والے ہیں، ان سب پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے تا کہ آخرت کی زندگی آرام سے گزرے (اے اہل قبور ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملتے ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

6/2596 ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ہمیشہ میری باری کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرشب مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کو تشریف لے جاتے اور وہاں پہونچ کر یہ دعاء فرماتے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ"

مسلمانوں کے قبرستان والو! تم سب پر سلام ہو، جس اجر وثواب کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اب تم کو مل گیا اور باقی پورا پورا ثواب کل قیامت کے بعد جنت میں ملے گا اور (ایک دن وہ آتا

ہے کہ) ہم بھی تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں، الٰہی! مدینہ کے بقیع قبرستان کے تمام مردوں کی مغفرت فرمادیجئے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

7/2597۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) مدینہ منورہ کے قبرستان پر سے گزرے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کے پاس اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کا چہرۂ انور اہل قبور کے چہروں کے مقابل تھا (اور حضور کی پشت مبارک قبلہ کی طرف تھی) اور حضور یہ فرمار ہے تھے: **"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ! يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ"**

اے مسلمانوں کے قبرستان والو! تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے اور اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے جاچکے ہو اور ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

والدین کے قبروں کی زیارت کی فضیلت

8/2598۔محمد بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہفتہ میں کسی ایک دن اپنے ماں باپ کی قبروں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور اس کا نام اس دفتر میں لکھا جاتا ہے کہ جس دفتر میں والدین کے فرماں بردار اور خدمت گزار اولاد کا نام لکھا ہوا رہتا ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان مرسلاً کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں والدین کی قبور کی زیارت کرنے کی جو فضیلت آئی ہے وہ عام ہے، فرماں بردار اور نافرمان دونوں کے لئے ہے لیکن خاص کر بشارت اس اولاد کے لئے ہے، جو ماں باپ کی زندگی میں ان کی نافرمان رہے اور ماں باپ ان سے ناراض رہے، اگر وہ نافرمان اولاد ان کے مرنے کے بعد ہفتہ میں ایک بار اپنے ماں باپ کی قبر پر جایا کرے اور ان کی مغفرت کی دعاء کیا کریں تو اس کے اپنے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں اور اس کا نام والدین کے خدمت گزار اور فرماں بردار اولاد کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔12

9/2599۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے قبروں پر آنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ بھی کہا کہ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ یہ حدیث مردوں اور عورتوں کے زیارتِ قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے تو اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مَردوں کو زیارتِ قبور کی اجازت دی تو عورتیں بھی اس رخصت میں شامل ہوگئیں۔

بعض اہل علم نے کہا کہ زیارتِ قبور عورتوں کے لئے مکروہ ہے ان کے صبر نہ کرنے اور کثرت سے آہ و بکا کرنے کی وجہ سے۔

زیارتِ قبور کے وقت مردوں کے ساتھ زندگی میں جیسا برتاؤ کرتے تھے ویسا ہی برتاؤ اور ادب کرنا چاہئے۔

10/2600 ۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن ہیں، جب جایا کرتی تو اپنی چادر اتار دیا کرتی تھی اور اپنے دل میں کہا کرتی تھی کہ (کون ہیں یہاں غیر) میرے شوہر ہیں اور میرے والد ہیں (اس لئے مجھے اپنی چادر اتار دینے میں کیا مضائقہ ہے) جب میرے اس حجرہ میں ان کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن کئے گئے (اور حضرت عمر میرے لئے محرم نہیں تھے) اس لئے میں اس دن سے جب اپنے اس حجرہ میں جاتی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرما کر کپڑے اوڑھے لپٹے جاتی تھی۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لحاظ فرما کر حجرہ شریف میں اوڑھے لپیٹے جایا کرتی تھیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے ان کو پہچانتے ہیں جو ان کے پاس زیارت کے لئے آتے ہیں اور اپنے پاس آنے والے کو جانتے ہیں، اس لئے زندگی میں ان کا جیسے لحاظ کیا جاتا تھا، مرنے کے بعد بھی ویسا ہی لحاظ کیا جانا چاہئے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات، عالمگیری، ردالمحتار)۔12

خَاتِمَةُ الطَبَع (قدیم)

الحمدللہ کہ توفیق الٰہی سے آج بتاریخ 25 رجب المرجب 1383 شب جمعہ مطابق 12 ڈسمبر 1963ء زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ بہ مسمّٰی نورالمصابیح کا چوتھا حصہ ’’ کتاب الصلوٰۃ‘‘ تشریحات اور مباحث کے ساتھ حضرت والا مدظلہ العالی کے زیرنگرانی مکمل ہوا جو ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام کرے۔

ان شاءاللہ اس کا پانچواں حصہ ’’ کتاب الزکوٰۃ ‘‘ سے شروع ہوکر اسی طرح تکمیل کو پہونچے گا۔

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ. وٰاخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

17 ذوالقعدہ 1390ھ یوم جمعہ

مطابق 15/جنوری، 1971ء

منجانب:

مجلس نشرواشاعت نورالمصابیح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضروری اطلاع

الحمد للہ! مجلس نشر و اشاعت کی جانب سے حضرت محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری (رحمۃ اللہ علیہ) کی یادگار تصنیف نورالمصابیح کی مابقی جلدوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت تک ''کتاب الحج و الزیارۃ'' اور حصہ پنجم نورالمصابیح طبع و شائع ہو چکے ہیں۔

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ آئندہ جو کتب مجلس ہذا کی جانب سے طبع و شائع کئے جائیں گے ان میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہر کام نفع و نقصان کے بغیر عوامی فائدہ کی بنیاد پر ہوگا۔ یعنی اصل لاگت پر کتب فروخت کئے جائیں گے تاکہ حضرت کا منشاء اصلی پورا ہو اور عوام تک زیادہ سے زیادہ ان کا فیض پہنچ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک کی شائع شدہ ہر دو کتب یعنی کتاب الحج والزیارہ اور حصہ پنجم نورالمصابیح کی قیمتیں صرف اپنی اصلی لاگت کے لحاظ سے کم سے کم رکھی گئی ہیں۔

حضرت قبلہ کے وابستگان سے خصوصاً اور عامۃ المسلمین سے عموماً گزارش ہے کہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور مجلس نشر و اشاعت کی اس مفید عام اسکیم میں تعاون فرمائیں۔ تعاون کی صورت یہی ہے کہ ان کتب کی خریداری فوری اور زیادہ سے زیادہ ہو، تاکہ آئندہ طباعت کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ اور جو مسودات طبع شدنی ہیں وہ چھپ جائیں اور آپ اس سے استفادہ فرما سکیں۔ لہذا ان کو خود بھی خریدیئے اور اپنے حلقہ احباب میں بھی اس کی کوشش کیجئے۔

منجانب:۔ مجلس نشر و اشاعت تالیفات حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مولف (رحمہ اللہ) مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالی ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالی نے حضرت مولانا موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب و عنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا۔ اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلا لحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علّامہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے

اولاً قول مفتیٰ بہ حاصل کیا گیا۔

ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی۔
ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضروری التماس

یعنی

دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہورہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہوگیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہلائے جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہوگیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جز ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہ ویسا ہی ہے جیسے مذکور الصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار

کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہوتو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کر کے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آ گیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔ اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی عبدالستار خاں صاحب ایم۔اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آ رہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا۔ میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالی اس کو قبول کرے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ پنجم آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین۔

شرحدستخط مبارک

حقائق آ گاہ معرفت دستگاہ

حضرت الحاج مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(6) کِتَابُ الزَّکوٰۃِ

(اس کتاب میں زکات کا بیان ہے)

ف: واضح ہو کہ زکات کے لغوی معنی بڑھنے اور پاک کرنے کے ہیں، چنانچہ ادائی زکات سے مال بڑھتا ہے اور پاک بھی ہوتا ہے، اور زکات ادا کرنے والے کے ثواب میں اضافہ اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور زکات کے شرعی معنی یہ ہیں کہ مال کے ایک حصہ کو ایسے مسلم فقیر کو جو ہاشمی نہ ہو مالک بنادیا جائے، اور اس میں یہ بات ضروری ہے کہ زکات دینے والا کسی حیثیت سے اس دیئے ہوئے مال سے فائدہ نہ اٹھائے اور ادائی زکات میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ مال مالک کے پاس ایک سال رہا ہو۔

اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں نماز کے ساتھ زکات کا ذکر (82) جگہ فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد زکات ساری عبادتوں میں افضل ہے۔ زکات مدینہ منورہ میں ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی اور زکات کی فرضیت سے شریعت مطہرہ کا مقصود، فقراء کی اعانت اور ان کی دستگیری ہے اور زکات دینے والے میں حُبِّ مال کی کمی ہوگی اور باطن میں تواضع پیدا ہوگا۔ جس سے حسد وغیرہ کم ہوجائیں گے۔

زکات فریضۂ محکمہ ہے، زکات کا منکر کافر ہے اور زکات سے روکنے والا لائق قتل ہے اور مال پر پورا سال گزر جائے تو علی الفور زکات واجب ہوجاتی ہے اور بغیر عذر زکات کی ادائی میں تاخیر سے گناہ ہوگا اور ادائی کے وقت نیت لازمی ہے اور اگر نیت نہ کی جائے تو زکات ادا نہ ہوگی۔

زکات کے واجب ہونے کے شرائط حسب ذیل ہیں:۔

(1) حُریت یعنی زکات ادا کرنے والا حُر ہو، غلام نہ ہو (2) اسلام یعنی کافر پر زکات فرض نہیں (3) عقل اور بلوغ یعنی بچہ اور مجنون پر زکات فرض نہیں۔ (4) مال نصاب کو پہونچ جائے (5) ملکیت تامہ یعنی مال قبضہ میں ہو اور اس پر تصرف کا پورا حق حاصل ہو (6) مال حاجت اصلی سے زائد ہو یعنی سکونتی مکان، کپڑوں، گھر کے اسباب، سواری کے جانوروں اور خدمت کے غلاموں اور استعمال کے ہتھیار پر زکات واجب نہیں۔

زکات کے مستحقین حسب ذیل ہیں:۔

(1) فقیر، ایسا شخص جو صاحب نصاب نہیں اور حاجتمند ہو (2) مسکین، ایسا شخص جس کے پاس

کچھ بھی مال نہ ہو (3) عامل، وہ شخص جس کو امیر وصولی زکات پر مامور کرے، بشرطیکہ وہ ہاشمی نہ ہو (4) مقروض، جو قرض میں مبتلا ہو (5) فی سبیل اللہ، اس میں ایسے لوگ داخل ہیں جو غازی ہوں یا حجاج ہوں اور فقیر ہو چکے ہوں (6) مسافر، مسافر کو بحالت سفر زکات سے صرف اتنا مال لینا جائز ہے جو اس کی ضرورت کے مطابق ہو (7) رقاب یعنی غلاموں کے آزاد کرانے پر زکات کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے (فتاویٰ عالمگیری ردالمختار، حاشیہ مؤطا، اللمعات اور مرقات)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:1، ع:5، آیت نمبر:43، میں) اور تم (اے مسلمانو!) زکات دیا کرو۔

وَقَوْلُهٗ: ''سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ اٰل عمران، پ:4، ع:18، آیت نمبر:180 میں) (جو لوگ صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکات نہیں دیتے ہیں) ان کو قیامت کے دن (اس مال کا سانپ بنا کر) طوق پہنایا جائے گا، جس مال میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

وَقَوْلُهٗ: ''وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:3، ع:37، آیت نمبر:267، میں) اور تم ردی یعنی ناکارہ چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں خرچ کردو، حالانکہ (ویسی ہی چیز اگر کوئی تم کو تمہارے حق واجب کے عوض دینے لگے تو) تم کبھی اس کے لینے والے نہیں، ہاں اگر چشم پوشی اور رعایت کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یقین کر رکھو کہ اللہ تعالی کسی کے محتاج نہیں (جو ایسی ناکارہ چیزوں سے خوش ہوں) اور وہی تعریف کے لائق ہیں (یعنی ذات وصفات میں کامل ہیں تو ان کے دربار میں چیز بھی کامل اور تعریف کے لائق پیش کرنا چاہئے)۔

ف: تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عاملِ زکات جب زکات وصول کرنے کے لئے جائے تو درمیانی قسم کے جانور لے، نہ بالکل ناکارہ جانور لے اور نہ عمدہ قسم کے جانور۔ آیت شریفہ سے فقہاء کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔12

زکات کی فرضیت اور اس کی وصولی کی نسبت ہدایات

1/2601 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجے تو فرمائے کہ تم ایک ایسی قوم میں جارہے ہو جو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ہیں۔ پس تم ان کو (اسلام کی) دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اس کو مان لیں یعنی اسلام قبول کرلیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس بات کو یعنی پنجگانہ نمازوں کے وجوب کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر زکات فرض کی ہے جو ان کے (ایسے) مالداروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہیں اور جن کے مال پر زکات واجب ہونے کے شرائط (زکات کے واجب ہونے کے شرائط اور مستحقین کی تفصیل اسی باب کے ابتداء میں مذکور ہے۔12) پر پورے اترتے ہیں) اوران کے (مسلمان) فقراء پر تقسیم کی جائے گی (جو زکات لینے کے مستحق (زکات کے واجب ہونے کے شرائط اور مستحقین کی تفصیل اسی باب کے ابتداء میں مذکور ہے۔12) ہیں) اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کا بہترین مال (زکات میں) نہ لینا (اور اسی طرح ناقص مال بھی نہ لینا بلکہ متوسط مال لینا کہ نہ تو زکات دینے والے کا نقصان ہو اور نہ بیت المال کا، زکات کا مال وصول کرنے میں زیادتی اور بدزبانی سے زکات دینے والے کو تکلیف نہ دینا اور) ایسے مظلوم کی بد دعاء سے خود کو بچائے رکھنا کیوں کہ مظلوم کی بد دعاء اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا (یعنی مظلوم کی فریاد قبول ہو کر رہتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بچّے اور مجنون پر زکات فرض نہ ہونے کا ثبوت

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ زکات مالداروں سے لی جائے گی۔ مرقات اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حدیث شریف کے لفظ "اَغْنِيَا ئِهِمْ" سے مراد مکلفین ہیں اور مکلفین سے ایسے صاحب نصاب مراد ہیں جو عاقل و بالغ ہوں۔ اس لئے زکات عاقل پر فرض ہوگی مجنون پر فرض نہ ہوگی اور ایسے ہی زکات بالغ پر فرض ہوگی، نابالغ پر فرض نہ ہوگی۔ اس کی تائید ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے اور نہ ان کا مؤاخذہ ہوتا ہے۔ ایک سونے والا کہ جب تک کہ وہ نہ جاگے۔ دوسرا بچّہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو۔ تیسرا مجنون جب تک کے اس کا جنون ختم نہ ہو جائے۔ اس حدیث شریف سے بچّے اور مجنون کا غیر مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس بناء پر سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مبارک، ابو وائل، سعید بن جبیر، نخعی، شعبی، حسن بصری۔ رحمہم اللہ۔ اس بات کے قائل ہیں کہ یتیم کے مال پر زکات واجب نہیں اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یتیم کے مال پر زکات واجب نہ ہونے کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم۔ کا اجماع ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور سعید بن المسیّب نے فرمایا ہے کہ جس

شخص پر نماز اور روزہ فرض ہے، زکات بھی اسی شخص پر فرض ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ نابالغ اور مجنون پر نماز اور روزہ فرض نہیں ہے، اسی لئے ان پر زکات بھی فرض نہ ہوگی اور حمید بن زنجویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے کہ مجنون اور نابالغ پر زکات فرض نہیں ہے، اور مبسوط میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے کہ مجنون اور بچّے پر زکات فرض نہیں ہے اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اپنے والد امام محمد باقر رحمہ اللہ سے یہی روایت کی ہے اور قاضی شریح بھی اسی کے قائل ہیں کہ نابالغ اور مجنون پر زکات فرض نہیں ہے جیسا کہ نسائی نے روایت کی ہے، یہ پورا مضمون بنایہ اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔12

یتیم کے مال پر زکات فرض نہیں

2/2602۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یتیم کے مال پر زکات (فرض) نہیں۔ اس کی روایت امام محمد نے الآ ثار میں کی ہے۔

3/2603۔اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

نابالغ کے مال پر زکات فرض نہیں

4/2604۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نابالغ کے مال پر زکات فرض نہیں ہے تاوقتیکہ اس پر نماز فرض نہ ہو، (یعنی جب بالغ ہوجائے گا تو نماز کی طرح زکات بھی اس پر فرض ہوجائے گی) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

سونے یا چاندی کی زکات نہ دینے والے پر عذاب کا بیان

5/2605۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: جو کوئی سونے یا چاندی کا مالک ہو (یعنی صاحب نصاب ہو) اور وہ اس (مال) کا حق (یعنی زکات) ادا نہ کرے تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن وہ سونا اور چاندی (عذاب کا ذریعہ بن جائیں گے اس طرح کہ) اس سونے اور چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی، اور ان تختیوں کو آگ میں اس قدر تپایا جائے گا کے وہ آگ بن جائیں گی اور آگ کی ان تختیوں سے اس شخص کے پہلو پیشانی اور پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔اس عمل سے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہوجائیں گی تو پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے اور تپایا جائے گا اور ان سے داغ دیا جاتا رہے گا اور وہ دن (جس میں یہ عمل کیا جاتا رہے گا وہ اتنا بڑا ہوگا کہ جس) کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہوجائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی

دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے (صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے کہ حدیث شریف میں پہلو، پیشانی اور پشت کو داغ دیئے جانے کا جو ذکر آیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ تینوں جسم کے اشرفِ اعضاء ہیں کہ اعضائے رئیسہ دل، دماغ اور جگر ان ہی میں ہیں۔ ان اعضاء کے داغ دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ہی اعضاء کی زیب و زینت کے لئے اس نے مال جمع کیا اور زکات دینے سے گریز کیا، ان اعضاء کو داغ دینے کی تیسری وجہ یہ ہے یہ ہے کہ ان ہی اعضاء سے اس نے سائل کو تکلیف پہونچائی۔ پہلو پر اس لئے داغ دیا جائے گا کہ سائل کے سوال پر پہلو تہی کیا اور پیشانی کو اس لئے داغا جائے گا کہ سائل کو دیکھ کر منھ پھیر لیا، اور پیٹھ کو اس لئے داغا جائے گا کہ حاجتمند سے پیٹھ پھیرا) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سونے چاندی کی زکات ادا نہ کرنے کی وعید کو سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ (یہ تو زرِ نقد کا حکم تھا اب ارشاد ہو کہ) اونٹوں (اونٹوں کی زکات کا نصاب آئندہ باب میں آرہا ہے۔12) کے متعلق کا کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اونٹ والے پر دو حق ہیں، ایک حق تو اونٹوں کی زکات ادا کرنے کا ہے جو فرض ہے دوسرا حق جو مستحب ہے یہ ہے) کہ اونٹوں کا دودھ اس دن نکالا جائے جس دن ان کے پانی پینے کی باری ہوتی ہے (تا کہ فقراء جو ایسے موقعوں پر جمع ہو جاتے ہیں وہ پی کر دودھ سے شکم سیر ہو سکیں، اور یہ حکم مستحب ہے)۔

اونٹوں کی زکات نہ دینے کا عذاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کی زکات نہ دینے والے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈالا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ وہاں پوری تعداد میں موجود ہوں گے ان میں ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا، اور وہ خوب موٹے تازے ہوں گے یہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے اور جب ان اونٹوں کی ایک قطار اس طرح روند کر، کچل کر، اور کاٹ کر گذر جائے گی، تو اونٹوں کی دوسری قطار روندنے، کچلنے اور کاٹنے کے لئے آجائے گی، اور اس طرح یہ عمل اس دن ہوتا رہے گا کہ جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہو جائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا ہوگا (جس نے صاحب نصاب ہونے کے باوجود ان کی زکات نہ دی ہو)۔

گائے اور بکریوں کی زکات نہ دینے پر عذاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے اور بکریوں کی زکات (گائے اور بکریوں کی زکات کا نصاب آئندہ باب میں آرہا ہے۔12) نہ دینے والے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈالا جائے گا اور اس کی سارے گائیں اور بکریاں وہاں پوری تعداد میں موجود ہوں گی، ان میں ان کا ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا۔ ان کے سینگ نہ تو مڑے ہوئے ہوں گے نہ تو ٹوٹے ہوئے ہوں گے اور نہ وہ بے سینگ کے ہوں گے (یعنی سب کے سروں پر سینگ ہوں گے، اور سینگ صحیح وسالم ہوں گے تاکہ) یہ گائے اور بکریاں ان سینگوں سے اپنے اس مالک کو ماریں (جس نے ان کی زکات نہ دی ہو) اور اپنے کھروں سے اس کو کچلیں گے اور روندتے ہوئے گذر جائیں گے اور جب ان گائے اور بکریوں کی ایک قطار اس طرح سینگوں سے مارتی ہوئی اور پیروں سے کچلتی ہوئی گذر جائے گی تو ان کی دوسری قطار مارنے اور کچلنے کے لئے آجائے گی، اور اسی طرح یہ عمل اس دن ہوتا رہے گا۔ جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہوجائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دئے جائیں گے (اس حدیث شریف میں کئی بار یہ ذکر ہے کہ قیامت کا دن دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس بارے میں صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ اس دن کی پچاس ہزار کے برابر درازی کافروں کے لئے ہے اور گنہگاروں کے لئے اس دن کی درازی ان کے گناہوں کے لحاظ سے ہوگی اور نیکوکار مؤمنین پر یہ دن اتنی دیر میں گذر جائے گا جتنی دیر میں فجر کی دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔

گھوڑے اپنے مالک کے لئے گناہ یا عزت یا ثواب کا سبب ہوتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! گھوڑوں (گھوڑوں کی زکات کے بارے میں تفصیلات آئندہ باب میں آرہی ہیں۔12) کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضورؐ ارشاد فرمائے سنو! گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: (1) ایک تو وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے گناہ کا سبب بنتے ہیں، (2) دوسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے پردہ ہوتے ہیں، یعنی گھوڑوں کی وجہ سے وہ معزز سمجھا جاتا ہے اور اس کی محتاجی کا گمان کسی کو نہیں ہوتا، اور (3) تیسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں۔

وہ گھوڑے جو مالک کے لئے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جن کو مالک نے فخر وغرور اور ریاء کے لئے باندھ رکھا ہے یا مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو ایسے گھوڑے (اس شخص کی ایسی نیت کی وجہ سے) اس کے لئے گنہ کا سبب ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لئے پردہ (عزت) کا سبب ہوتے ہیں، ایسے گھوڑے ہیں جن کو ان کے مالک نے خدا کی راہ میں اطاعت اور بندگی کی غرض سے باندھ رکھا ہے اور جو حقوق گھوڑوں کی پیٹھوں

اور گردنوں سے متعلق ہیں ان کو ادا کرنا بھی نہیں بھولا ہے۔(مثلاً کسی کی ضرورت پر ان کو مستعار دیا کرتا ہے) تو ایسے گھوڑے اپنے مالک کی عزت کا سبب بنتے ہیں۔ تیسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لئے اجر وثواب کا سبب ہوتے ہیں، اور یہ اس شخص کے گھوڑے ہوتے ہیں جن کو مالک نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے چراگاہوں اور سبزہ زاروں میں باندھ رکھا ہے، ان چراگاہوں اور سبزہ زاروں میں سے یہ گھوڑے جس قدر کھائیں گے اس سبزہ کی مقدار کے موافق اس کے مالک کے حق میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب کا شمار بھی نیکیوں میں ہوتا ہے حتی کہ اگر کوئی گھوڑا اپنی رسی تڑا کر ایک یا دو ٹیلوں پر پھلانگتا ہے تو بھی اللہ تعالی اس گھوڑے کے قدموں کے نشانات کی تعداد کے برابر (اور اس دوڑنے کی حالت میں جو لید کرتا ہے) اس کی لید کی مقدار کے موافق اس کے مالک کے حق میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں، اگر مالک ان گھوڑوں کو لے کر کسی نہر پر سے گذرے اور مالک کے ان گھوڑوں کو پانی پلانے کے ارادے کے بغیر بھی یہ گھوڑے پانی پی لیں تو پیئے ہوئے پانی (کے قطرات کی تعداد) کے برابر اللہ تعالی اس کے مالک کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ مالک کی نیت اور ارادہ کے بغیر گھوڑوں کے پانی پی لینے پر جب اتنا بڑا ثواب دیا جاتا ہے تو جب مالک ان کو ارادہ اور نیت کے ساتھ پانی پلاتا ہوگا تو اس ثواب کا کیا پوچھنا!) یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گدھوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

گدھے پر زکات فرض نہ ہونے کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: گدھوں کے متعلق مجھ پر تو کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا، ہاں یہ جامع آیت موجود ہے:

(پ:30،سورۂ زلزال،ع:1،آیت نمبر:8-7، میں)''فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ''. جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو قیامت میں دیکھ لے گا، اور جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر بھی بدی کرے گا وہ بھی اس کو قیامت میں دیکھ لے گا۔

(صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کے تعلق سے اس آیت کو جو بیان فرمایا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ اگر گدھے کو کسی نیک کام میں استعمال کرے گا تو اس کے مالک کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اگر کسی برے کام میں اس کو استعمال کرے تو اس کے مالک کو اس کی سزا ملے گی، صاحب مرقات نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ اتنی جامع اور مانع ہے کہ باوجود الفاظ کی کمی کے ایسے معنی اور مطالب کے لحاظ سے ہر عمل نیک وبد پر حاوی ہے)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جانوروں کی زکات نہ دینے کا عذاب

6/2606۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے

ہیں کہ جس کسی کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں (بقدر نصاب) ہوں اور وہ ان کی زکات ادا نہ کرے تو قیامت کے دن یہ جانور نہایت فربہ اور تنومند ہو کر اس شخص کی طرف آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں سے ماریں گے۔ ان جانوروں کی پہلی جماعت جب اسی طرح روند کر گذر جائے گی تو فوراً دوسری جماعت (روندنے اور کچلنے کے لئے) آموجود ہوجائے گی اور (جانوروں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے) اسی طرح کرتی رہیں گی، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب وکتاب ختم ہوجا گا (اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دئے جائیں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مال کی زکات نہ دینے کا عذاب

پہلی حدیث

7/2607۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے جس شخص کو مال عطا کیا اور اور اس نے اس مال کی زکات ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال اس کے لئے گنجا سانپ بنادیا جائے گا (معمر ہونے اور زیادہ زہریلا ہونے کی وجہ سے سانپ گنجا رہے گا) اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ (اس قسم کا سانپ بھی بہت زہریلا ہوتا ہے) اور یہ سانپ قیامت کے دن طوق کی طرح اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا اور یہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑ کر اس کو کاٹے گا، اور کہے گا کہ میں تیرا (وہ) مال ہوں، میں تیرا (وہ) خزانہ ہوں (جس پر تو نے زکات نہ دے کر مجھ سے بھلائی کی امید رکھی تھی، لیکن چونکہ تو نے میرا حق ادا نہ کیا یعنی زکاتنہ دی، اس لئے تجھے یہ سزا مل رہی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کی تائید میں) یہ آیت تلاوت فرمائی: "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". (پ:4،ع:18،سورۂ ال عمران، آیت نمبر:180) اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو (ضروری موقعوں) پر ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں جس کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان کو دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی، ہرگز نہیں! بلکہ یہ بات ان کی بہت ہی بری ہے کیونکہ انجام اس بخل کا یہ ہوگا کہ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دئے جاویں گے، اس مال کا سانپ بنا کر جس میں انھوں نے بخل کیا تھا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/2608 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی نے زکات ادا کئے بغیر مال جمع کر کے رکھا ہوتو اس کا وہ مال قیامت کے دن گنجا اور زہر بھرا سانپ بن جائے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا اور سانپ اس کا تعاقب کرتا رہے گا (یہاں تک کہ اس کو پالے گا اور اس شخص کا یہ حال ہوگا کہ) وہ اپنی انگلیوں کو خود آپ چبالے گا (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ سانپ وغیرہ سے خوف اور دہشت کے وقت اپنی انگلیاں آپ چبالیا کرتے ہیں)۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں انگلیوں کے چبائے جانے کا جو ذکر ہے، اس کے تعلق سے اشعۃ اللمعات میں کہا ہے کہ مال کے جمع اور خرچ کرنے میں ہاتھ کی انگلیوں ہی کو دخل ہوتا ہے۔12

تیسری حدیث

9/2609 ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکات ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالی اس مال کو سانپ بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیں گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم دلیل میں اس آیت کو تلاوت فرمائے: ’’وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ‘‘(پ:4،ع:18،سورۂ آل عمران، آیت نمبر:180)(اس کا ترجمہ حدیث نمبر: (6/2606) میں ابھی گذر چکا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

10/2610 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (زکات وصول کرنے کے لئے) عامل بنا کر روانہ فرمایا۔ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابن جمیل رضی اللہ عنہ، خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زکات ادا نہیں کی ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ ابن جمیل کے زکات دینے سے انکار پر حیرت ہے ایک زمانہ میں وہ فقیر تھا اور اب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو دولتمند بنا دیا (تو وہ اس احسان کا یہی بدلہ دے رہا ہے اور کفران نعمت پر اُتر آیا ہے) اب رہے خالد بن الولید تو تم لوگ ان سے زکات طلب کر کے ان پر زیادتی

کررہے ہو۔انہوں نے تو اپنی زرہیں (اور دوسرے سامانِ جنگ تک کو) راہِ خدا میں جہاد کے لئے وقف کردیا ہے (یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا کہ اس کی زکات ادا کرسکیں) اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زکات وہ تو مجھ پر ہے (جو گذشتہ سال ان پر واجب ہوئی تھی) اس کو میں ادا کروں گا۔(اب رہی اس سال کی زکات) اس کو بھی میں ہی ادا کروں گا۔ پھر حضور ﷺ ارشاد فرمائے: اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ چچا دراصل باپ کے مانند ہوتا ہے (جیسا کہ ایک ہی جڑ کے دو تنے ہوتے ہیں)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف(1): اس حدیث شریف میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زکات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا" یعنی حضرت عباسؓ کی دونوں سال کی زکات میں ہی ادا کروں گا، ایک تو سال حال کی، دوسرے سال گذشتہ کی۔اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ضرورت پر حضرت عباس سے دو سال کی پیشگی زکات حاصل فرمائی تھی جیسا کہ بیہقی نے روضہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے اور امیر کو اس قسم کا اختیار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان تفصیلات سے ناواقف تھے، عام حکم کی بناء پر حضرت عباسؓ سے بھی تاکید کے ساتھ زکات کا مطالبہ فرمائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کے زکات نہ دینے پر تمہاری شدت خلاف واقعہ ہے۔تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ میرے چچا ہیں اور باپ کے برابر ہیں۔12

ف(2): اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے: "فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے اس کو یعنی ابن جمیل کو غنی بنا دیا۔اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ غنی بنا دینا حقیقت میں اللہ تعالی کا فعل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف بھی غنی بنانے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس، اللہ تعالی کی ذات عالی سے نعمتوں اور برکتوں کے حاصل کرنے کا واسطہ ہے (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالی عطا کرنے والے ہیں، میں تقسیم کرنے والا ہوں)12

منکرین زکات کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ کا عزم جہاد

11/2611۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبیلے (جیسے غطفان، فزارہ اور بنو سلیم وغیرہ زکات کا انکار کرکے (یہ مرقات میں مذکور

ہے۔12) کافر ہوگئے (اس لئے کہ زکات فرض ہے اور فرض کا منکر کافر ہوتا ہے) (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے جہاد کا ارادہ فرمالئے تو) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ آپ کس طرح ان منکرین زکات سے جہاد کریں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ صریح حکم موجود ہے (کہ جو شخص ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا قائل ہوجائے اس کی جان اور مال محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے) مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم ملا ہے، جب تک وہ ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' (اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهُ) کے قائل نہ ہوجائیں جو شخص ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کا قائل ہوجائے گا وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ رکھ سکے گا۔ ناحق اس کا مال لیا جائے گا اور نہ جان، باقی (باطن کا) حساب تو اللہ لینے والے ہیں (یہ سن کر) حضرت صدیقؓ فرمائے: خدا کی قسم میں تو ہر اس شخص سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکات میں فرق کرے (کہ نماز تو ادا کرے اور زکات کا انکار کرے اور نہ دے) جبکہ اللہ تعالی نے قرآن میں نماز اور زکات کا ذکر ساتھ ساتھ فرمایا ہے، کیونکہ زکات (اسی طرح) مالی عبادت ہے (جیسا کہ نماز بدنی عبادت ہے) اللہ کی قسم اگر وہ لوگ مجھ سے بکری کا ایک بچّہ بھی روک رکھیں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ فرمائے: خدا کی قسم (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ عزم دیکھ کر) میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ (منکرین زکات کے خلاف) جہاد کرنے کی نسبت اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کا شرح صدر فرمایا ہے یعنی آپ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی فیصلہ حق ہے (کہ منکرین زکات سے جہاد کیا جائے) (یہ ہے شان فاروقی کہ جب حق ظاہر ہوگیا تو اپنی رائے سے رجوع فرمالیا)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ''اگر وہ مجھ سے بکری کا ایک بچہ بھی روک رکھیں گے جسے وہ (زکات میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے جہاد کروں گا'' واضح ہو کہ یہاں بکری کے بچّے سے مراد حقیقتاً بکری کا بچّہ نہیں ہے، کیوں کہ بکری کے بچے پر زکات واجب نہیں بلکہ یہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مثلاً بکری کا بچّہ ہی کیوں نہ ہو، جو پہلے زکات میں دیا جاتا تھا اور اب نہ دیا جائے تو اس کے لئے بھی جہاد کیا جائے گا (زکات میں وصول کئے جانے والے جانوروں کے بچّوں سے متعلق مسائل آگے اپنے مقام پر آرہے ہیں)۔ (ماخوذ از: ہدایۃ، ردالمحتار اور فتح القدیر)12

تارک زکات کی وعید

12/2612 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب (سورۂ توبہ، پ:10، ع:5، آیت نمبر:34، کی) یہ آیت نازل ہوئی۔" وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ "۔جولوگ سونا اور چاندی جمع کرر کھتے ہیں اوران کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکات نہیں نکالتے) تو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔

مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری (اس لئے کہ بظاہر اس آیت سے مال کا جمع کرنا ممنوع معلوم ہورہا تھا یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمائے: میں تمہاری اس مشکل کو حل کئے دیتا ہوں (یہ کہہ کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کئے: یا نبی اللہ (اس آیت سے بظاہر مال کے جمع کرنے کی ممانعت معلوم ہورہی ہے اور) اس پر عمل کرنا صحابہ پر شاق گزر رہا ہے (حضور ارشاد فرمائیں کہ اس کا اصلی منشاء کیا ہے اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ کہ مال جمع ہی نہ کیا جائے بلکہ اس آیت کی وعید ان لوگوں سے متعلق ہے جو بغیر زکات ادا کئے، مال جمع کرتے ہیں اور) اللہ تعالی نے زکات تو اسی لئے فرض کی ہے کہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے (زکات اداء کرکے مال جمع کرنے پر وعید نہیں ہے مال جمع کرنے کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ) اللہ تعالی نے میراث اسی لئے فرض فرمائی ہے کہ بعد میں آنے والے (ورثاء) کو ان کا حق مل سکے (اگر مال جمع کرنا جائز نہ ہوتا تو وراثت قائم ہی کیسے ہوسکتی تھی یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کا نعرہ بلند کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا: اے عمر! تم کو انسان کا سب سے بہترین خزانہ بتائے دیتا ہوں اور وہ اس کی نیک بخت بیوی ہے جس کے دیکھنے سے مرد کو مسرت حاصل ہو اور وہ عورت اس کے حکم کی اطاعت کرے اور اس کا شوہر کہیں باہر چلا جائے تو اس کے غیاب میں اس کے (مال اور اپنی عصمت کی) حفاظت کرے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

زیورات پر بھی زکات فرض ہے

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد باری تعالی ہے "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ

وَالْفِضَّةَ“۔(سورۂ توبہ،پ:10،ع:5،آیت نمبر:34)یعنی جولوگ سونااور چاندی بطور خزانہ جمع کر رکھے ہیں اوران کوراہ خدامیں صرف نہیں کرتے،وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں اور ہر وہ مال جس پر زکات ادانہ کی جائے،خواہ وہ زیور ہو یا غیر زیور وہ کنز ہے اوراس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے،اس لئے زیور بھی مال ہی کہلائے گا اوراس پر بھی زکات واجب ہوگی اور یہی مذہب حنفی ہے۔

دیگر یہ کہ زکات ادانہ کرکے مال جمع کرنے والے سے یہ بھی وعید متعلق ہوگی جوصدر کی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وعید تو صرف ترک واجب یا ترک فرض پر ہی ہوتی ہے،اس سے بھی معلوم ہوا کہ مطلقاً مال پر زکات فرض ہے خواہ وہ زیور ہو یا غیر زیور۔

زیورات پر زکات فرض ہونے کی ایک اور دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے ”وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ طِيْبَةً بِهَا اَنْفُسُكُمْ“ تم اپنے اموال پر(خواہ وہ سونا چاندی ہوں زیورات) خوشی خوشی زکات ادا کرو۔حدیث شریف میں مطلقاً مال کا ذکر ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ فلاں مال پر زکات ہے اور فلاں مال پر زکات نہیں۔مال خواہ سونا یا چاندی کی شکل میں ہو یا زیورات،یا دوسرے اموال کی شکل میں ہو،سب مال ہی کہلائے گا اوراس پر زکات واجب ہوگی،بشرطیکہ وہ نصاب کو پہونچتا ہو۔

زیورات پر زکات فرض ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زیورات حاجتِ اصلی سے زائد ہوتے ہیں،کیوں کہ ان سے زیب وزینت مقصود ہوتی ہے اور یہی دلیل ہے ان کے حاجت اصلی سے زائد ہونے کی!لہٰذا زیورات بھی نعمت قرار پائے جوخوشحالی اور فارغ البالی کی دلیل ہیں۔لہٰذا اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ ان زیورات میں سے حسب نصاب کچھ حصے کوفقراء پر تقسیم کردیا جائے،اس بناء پر زیورات پر بھی زکات واجب قراردی گئی۔(بدائع)

عاملین زکات کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت

پہلی حدیث

13/2613۔جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے(زکات دینے والوں سے)ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے پاس عاملین زکات آیا کریں تو ان کو(پوری پوری زکات دے کر)خوش خوش واپس کیا کرو(اس لئے کہ عاملین زکات امام کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں اورامام کی اطاعت سب پر واجب ہے)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

14/2614۔جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دیہاتی عربوں

کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کئے کہ عاملین زکات جب ہمارے پاس (زکات وصول کرنے کے لئے) آتے ہیں تو ان میں سے بعض لوگ ہم پر زیادتی کرتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تم اپنے زکات وصول کرنے والوں کو خوش رکھا کرو۔ ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (کیا ہم انہیں خوش رکھیں) اگرچہ کہ وہ ہم پر زیادتی کرتے ہوں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمائے: ہاں زکات وصول کرنے والوں کو خوش رکھو، اگرچہ کہ وہ (تمہارے خیال میں) زیادتی کرتے ہوں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

عاملین کی زیادتی کے بارے میں احکام

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عاملین زکات کو خوش رکھا جائے اگرچہ کہ وہ زیادتی کریں۔ اس بارے میں الاشباہ والنظائر کے فن ثالث میں مذکور ہے کہ زیادتی کرنے والا یعنی فاسق شہادت، قضاءت، امارت، حکومت اور امامت کی اہلیت رکھتا ہے اسی طرح فاسق، نابالغ اولاد کا ولی اور اوقاف کا متولی بن سکتا ہے اور فسق کی وجہ سے خود بخود معزول نہیں ہوجاتا، جیسے مذہب امام شافعی میں مذکور ہے۔ اور مذہب حنفی یہ ہے کہ ایسے فاسق کو معزول کردینا امام یا حاکم کا ہی اختیار ہے وہ خود بخود معزول نہیں ہوتا۔ 12

تیسری حدیث

15/2615 ۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ عنقریب تمہارے پاس زکات وصول کرنے والے سوار آئیں گے جن کو تم (اس وجہ سے) ناپسند کروگے (کہ وہ تمہارا مال لینے آتے ہیں، یہ ناگواری مال کی جدائی کی وجہ سے طبعاً ہوتی ہے شرعاً نہیں) پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم خوش ہوکر ان کا استقبال کرو (اور ان کی تعظیم کرو) اور جو کچھ وہ تم سے زکات میں طلب کریں اس کو پورا پورا ادا کرو۔ (کسی چیز کو ان سے چھپائے نہ رکھو) اگر وہ (زکات کی وصولی میں) انصاف سے کام لیں گے تو یہ ان ہی کے فائدے کی چیز ہوگی (اور اس کا ان کو ثواب ملے گا) اور اگر وہ (زکات کا مال وصول کرنے میں) زیادتی کریں گے (یعنی چُن کر اچھا مال لیں گے یا نصاب سے زیادہ لیں گے) تو اس کا گناہ ان ہی پر ہوگا (اور ان کے ظلم کو برداشت کرنے کا ثواب بھی تم کو ملے گا) بہر حال جس طرح ممکن ہو تم ان کو خوش کردیا کرو کیوں کہ تمہارا (نصاب کے موافق زکات دینے سے قرض تو ادا ہوجائے گا لیکن کامل

ثواب) اسی وقت پورا پورا حاصل ہوسکے گا جب کہ تم ان کی خوشی حاصل کرو (اس وجہ سے کہ عاملین زکات سلطان کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، ان کی مخالفت سلطان کی مخالفت ہوگی، اور سلطان کی مخالفت فتنہ اور فساد کا سبب ہے) (اورتم ان کو اپنے حسن سلوک سے اس طرح خوش کردو کہ) وہ تمہارے لئے دعاء کریں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

زکات ادا کرنے والوں کو عاملین سے مال نہیں چھپانا چاہئے

16/2616۔ بشیر بن خصاصیۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) عرض کیا کہ زکات وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان سے اتنا مال چھپائے رکھیں جتنا کہ وہ ہم سے زیادہ لیتے ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہ کیا کرو (بلکہ جس قدر وہ طلب کریں ادا کردیا کرو، اگر وہ زائد لیں گے تو خود ذمہ دار ہوں گے)۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

زکات دینے والے اور زکات وصول کرنے والوں کے لئے ہدایات

17/2617۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور دادا کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جلب اور جنب جائز نہیں ہے بلکہ زکات ان کے گھروں پر (ان ہی کی آبادی میں) وصول کی جائے جہاں وہ ہمیشہ رہتے ہیں (جلب یہ ہے کہ زکات وصول کرنے والا کسی دور دراز مقام پر جاکر ٹھہر جائے اور زکات دینے والے سے کہے کہ وہ اپنے اپنے جانور اس کے پاس لے آئے اور جنب یہ ہے کہ زکات دینے والا اپنے جانوروں کو لے کر کسی دور مقام کو چلا جائے اور زکات لینے والے سے کہے کہ وہ وہاں آ کر زکات وصول کرے یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں کہ پہلی صورت میں زکات دینے والے کو اور دوسری صورت میں زکات لینے والے کو تکلیف اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

زکات وصول کرنے والا زکات دینے والے کے حق میں دعاء کرے

18/2618۔عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوگ زکات لے کر آتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے حق میں یہ دعاء فرماتے، اے اللہ! رحمت وبرکت نازل فرما اس شخص پر اور اس کے اہل وعیال پر (راوی کہتے ہیں کہ) (ایک روز) میرے والد (ابواوفیٰ) خدمت اقدس میں زکات لے کر پہونچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء دی، اے اللہ! ابواوفی اور ان کے خاندان پر رحمت وبرکت نازل فرما۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

19/2619 ۔اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زکات پیش کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں یہ دعاء فرماتے، اے اللہ! اس شخص پر رحمت نازل فرما۔

عاملین زکات کن الفاظ میں دعاء کریں

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زکات لانے والے کے لئے ان الفاظ سے دعاء فرماتے تھے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ فُلَانٍ" اس بارے میں ردالمختار میں لکھا ہے کہ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى" کے الفاظ سے دعاء کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات سے ہے۔ دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سواء کسی اور پر صلوٰۃ کے لفظ سے دعاء کریں، ہاں امام یا زکات وصول کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ زکات دینے والے کے لئے اس طرح دعاء کرے: " آجَرَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَبَارَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَبْقَيْتَ" (خازن۔)12 تو نے جو مال (راہ خدا میں) دیا ہے، اللہ اس کا تجھے ثواب دے، اور جو مال (زکات ادا کرنے کے بعد) تیرے پاس رہ گیا ہے اللہ تجھے اس میں برکت دے۔

عاملین زکات کو ہدیہ لینا جائز نہیں

20/2620 ۔ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک صاحب کو جن کا نام ابن الــلُّتْبِيَّة تھا عامل زکات بنا کر بھیجا جب وہ زکات وصول کر کے (مدینہ منورہ) واپس لوٹے تو (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حساب لیا تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زکات کا مال پیش کرتے ہوئے (جیسا کہ بخاری کی ایک اور روایت میں مذکور ہے۔) عرض کئے: حضور! یہ مال آپ کا ہے (جو زکات میں دیا گیا ہے) اور یہ مال مجھے ہدیۃً ملا ہے (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نے لوگوں کے سامنے منبر پر) خطبہ ارشاد فرمایا: (اولاً) اللہ تعالی کی حمد وثنا کی، پھر فرمائے: میں تم میں سے کچھ

آدمیوں کو ان امور پر مامور کرتا ہوں جن پر اللہ تعالی نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ پس ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے: یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اگر یہ اپنے بیان میں سچا ہے) تو کیوں نہ اپنے ماں کے یا باپ کے گھر میں بیٹھ گیا کہ دیکھ لیتا کہ وہاں اس کو ہدیہ کا مال آتا ہے یا نہیں۔ قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص بھی کوئی چیز بھی (بغیر استحقاق) لے گا تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ وہ چیز اس کی گردن پر لدی ہوگی، اونٹ ہوگا تو بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو چلا رہی ہوگی اور بکری ہوگی تو منمنا رہی ہوگی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور اتنا بلند فرمائے کہ حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل کی سفیدی ہم کو نظر آنے لگی اور فرمائے: اے اللہ! میں نے تیرا حکم (تیرے بندوں تک) پہونچادیا! اے اللہ! میں نے تیرا حکم (تیرے بندوں تک) پہونچادیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جائز اور ناجائز کام کے وسائل کا حکم

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "یہ کیوں نہ اپنے ماں کے یا باپ کے گھر میں بیٹھ گیا کہ دیکھ لیتا کہ وہاں اس کو ہدیہ کا مال آتا ہے یا نہیں" خطّابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس ارشاد نبوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دلیل ہے کہ ہر ایسی چیز جو کسی ممنوع یا ناجائز کام کا ذریعہ اور وسیلہ بنے وہ بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔ شرح السنہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے، اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ یہ کلیہ ہے کہ "ایسی چیز جو کسی ناجائز کام کا ذریعہ بنے وہ بھی ناجائز ہے" مذہب حنفی اور مذہب شافعی کے موافق ہے، کیوں کہ وسائل کا حکم مقاصد کا ہوتا ہے، جو چیز طاعت کا وسیلہ بنے وہ بھی طاعت ہی ہوگی، اور جو چیز معصیت کا ذریعہ بنے وہ بھی معصیت ہی ہوگی۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اسی حدیث شریف کے تحت ایک دوسرا کلیہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہر ایسا کام جو کسی ناجائز معاملہ سے (مثلاً سود وغیرہ سے) بچنے کے لئے اختیار کیا جائے تو ایسا کام جائز ہوگا۔ چنانچہ خیبر کے عامل زکات کو جن کے پاس کچھ ردی کھجور تھے اور وہ ان کو اچھے کھجور سے بدلنا چاہتے تھے (اور یہ معاملہ یعنے روی کھجور کو اچھے کھجور سے بدلنا ربوا یعنی سود کی تعریف سود کی تعریف میں آتا تھا) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سودی معاملہ سے بچانے کے لئے اس طرح ہدایت فرمائی کہ وہ دوصاع ردی کھجور کو اولاً بیچ دیں اور اس کی قیمت سے ایک صاع اچھے کھجور خرید لیں چوں کے یہ معاملہ سود سے بچنے کے لئے بطور ذریعہ کے اختیار کیا گیا ہے اس لئے جائز ہوگا (اس وجہ سے کہ ایسا وسیلہ جو حرام یا ناجائز کام سے بچنے کے لئے اختیار کیا جائے جائز ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامل زکات کے ہدیہ لینے کو پسند نہیں فرمایا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ہدیہ جو حکومت کے اثر کی وجہ سے دیا جاتا ہو، اس کا قبول کرنا حرام ہے۔ ردالمحتار بحوالہ فتح اور صاحب مرقات نے اس کے عدم جواز کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ عامل زکات کو صاحب مال اس وجہ سے ہدیہ دیتے ہیں کہ ان کے مال سے زکات کا کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے جو ناجائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عامل کو اس کی خدمت کا معاوضہ مقرر ہے اور اس طرح کا ہدیہ بھی معاوضہ ہی متصور ہوگا اور اس صورت میں ایک خدمت کے دو معاوضے ہو جائیں گے جو جائز نہیں ہے۔ 12

خیانت کرنے والے عامل کی وعید

21/2621۔ عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے ہیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز کو چھپالیتا ہے (تو یہ خیانت ہے) اور ایسا شخص قیامت کے دن اس چھپائی ہوئی چیز کو لئے ہوئے حاضر ہوگا (اور اس کو اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

عامل زکات کا درجہ غازی کے برابر ہے

22/2622۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایسا عامل جو حق اور انصاف کے ساتھ زکات وصول کرے، اس کا مرتبہ ایسے غازی کے برابر ہے جو راہ خدا میں جہاد کرے (جس طرح غازی جہاد سے ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ گھر لوٹتا ہے، ایسا ہی عامل زکات بھی ثواب اور بیت المال کے لئے مال زکات لے کر لوٹتا ہے اور اس کا مال کے ساتھ واپس ہونا قوم کے مالیہ کو مستحکم کرنے کا بڑا اہم سبب ہے) اور عامل زکات (کا غازی کے برابر مرتبہ) اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اپنے گھر واپس نہ لوٹ جائے۔ اس حدیث کی روایت ابوداود اور ترمذی نے کی ہے۔

23/2623۔ اور ترمذی کی ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ سال میں ایک مہینہ ہے (یعنی جس مہینہ میں مال آیا ہے، اس مہینہ سے ملا کر ایک سال گذرنے پر زکات عائد ہوتی ہے خواہ وہ مہینہ کوئی بھی ہو، جس میں تم اپنے اموال کی زکات دیتے ہو، اس مہینہ کے گذر جانے کے بعد (یعنی درمیان سال میں) کچھ مال تمہارے پاس آ جائے تو جب تک اس مال پر ایک سال نہ گذر جائے اس وقت تک اس مال پر زکات واجب نہیں۔

صاحب نصاب کو درمیان سال میں اور مال حاصل ہو تو وہ کس طرح زکات ادا کرے

ف: ترمذی کی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ''تم اپنے اموال پر زکات دیتے ہو'' اس بارے میں کوکب دری اور عرف الشذی میں لکھا ہے کہ اموال کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ مال ہے جو مال تجارت کے منافع کے طور پر درمیان سال میں حاصل ہوا ہے، جیسے کسی کے پاس کچھ بکریاں ہیں اور درمیان سال میں اور بکریوں کا اضافہ ہوا تو چونکہ اصل اور اضافہ شدہ مال کی جنس ایک ہے تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایسے درمیان سال میں حاصل ہونے والے منافع کو اصل سرمایہ میں شامل کر کے ختم سال پر دونوں مال کی زکات ایک ساتھ ادا کی جائے۔

دوسرے وہ مال ہے جو موجودہ اموال کی جنس سے نہ ہو، جیسے کسی کے پاس تجارت کے اونٹ ہیں اور اس کو درمیان سال میں کچھ بکریاں بھی حاصل ہو گئیں تو اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ختم سال پر وہ صرف اونٹوں کی زکات دے کر بکریوں کو شامل نہ کرے، اس لئے کہ بکریاں غیر جنس سے ہیں، ہاں جب بکریوں پر ایک سال کی مدت گذر جائے تو وہ بکریوں کی علحدہ زکات ادا کرے۔

تیسرے وہ مال ہے جو وراثت یا وصیت کے طور پر درمیان سال میں حاصل ہوا ہو، ایسے مال کے بارے میں امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر درمیان سال میں حاصل ہونے والا اور موجودہ مال دونوں جنس میں ایک ہوں تو اصل مال اور اضافہ شدہ مال دونوں کو ملا کر ختم سال پر دونوں کی زکات ایک ساتھ ادا کی جائے۔

اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ فرمائے ہیں کہ درمیان سال میں حاصل ہونے والے مال پر بھی جب تک ایک سال پورا نہ گذر جائے زکات واجب نہیں ہوگی خواہ ایسا مال سابقہ مال کے ہم جنس ہو یا نہ ہو۔12

سال پورا ہونے سے پہلے زکات ادا کرنے کی اجازت

24/2624۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سال گذرنے سے پہلے زکات ادا کرنے کے بارے میں دریافت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی (اس وجہ سے کہ ادائی زکات کی اصل شرط نصاب کا پورا ہونا ہے اور وہ واقع ہو چکی ہے، اس لئے احناف اور اکثر ائمہ کے نزدیک سال گذرنے سے پہلے زکات ادا کردی جائے تو زکات ادا ہوجاتی ہے

(جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

زکات میں نفس مال کی بجائے دوسری جنس دینے کا ثبوت

25/2625۔ طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے فرمایا تھا کہ جَو اور جوار کے بجائے تم مجھے زکات میں دھاری دار چادریں یا پہننے کے کپڑے لاکر دو، کیوں کہ تم پر کپڑوں کا دینا غلّہ دینے کی نسبت زیادہ آسان ہے اور مدینہ منورہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کپڑے زیادہ مفید ہیں۔ اس کی روایت امام بخاری نے (کتاب الزکات میں) تعلیقاً کی ہے اور ان کی تعلیق بھی حدیث کی روایت کی طرح صحیح ہے۔

26/2626 ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی منصف میں اسی طرح روایت کی ہے

27/2627۔ اور بخاری کی ایک اور روایت میں ثمامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان سے انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ اس حکم نامہ میں جس کا خدائے تعالی نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم فرمایا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا تھا کہ اگر کسی کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس کی زکات میں اس شخص پر ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہو اور اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی موجود نہ ہو بلکہ دو سالہ اونٹنی موجود ہو تو عامل زکات کو چاہئے کہ ایسے شخص سے دو سالہ اونٹنی لے لے اور دو بکریاں یا بیس درہم اس کو (زائد عمر کے جانور لینے کے معاوضہ میں) واپس کردے اور اگر اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی نہ ہو اور دو سالہ اونٹ ہو تو زکات میں دو سالہ اونٹ کو ہی لے لے مگر واپس کچھ نہ دے (کیوں کہ اونٹ ہونے کی وجہ سے وصولی میں کچھ زائد چیز نہیں آرہی ہے، جس کا معاوضہ دیا جاسکے)۔

زکات میں نفس مال کے بجائے قیمت دینا جائز ہے

ف: واضح ہو کہ صدر کی دونوں حدیثیں جو حضرت طاؤس اور حضرت ثُمامہ سے مروی ہیں ان سے امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ زکات میں نفس مال کے بجائے دوسری جنس لی جاسکتی ہے جیسے غلہ کے بجائے اسی قیمت کے کپڑے یا جانوروں کی زکات میں ایک جانور کے بجائے اسی قیمت کا دوسرا جانور۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ادائی زکات کا اصلی تعلق صاحب زکات سے ہے۔ نفس مال سے نہیں، اسی لئے وہ اس مال کی زکات بصورت قیمت بھی ادا کرسکتا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی طرح صدقہ فطر، کفارہ، عُشر خراج اور نذور میں بھی اصل جنس کی بجائے قیمت کا دینا جائز ہے اور یہی قول حضرت عمر فاروق، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاذ، حضرت ثوری اور امام بخاری کا ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر اور اعلاء السنن میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

(1/81) بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ

(اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر زکات دینا واجب ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ''۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:3، ع:37، آیت نمبر:267، میں) اے ایمان والو! خرچ کرو (یعنی زکات دو) اپنی کمائی ہوئی چیزوں کی (جن کو تم تجارت کے ذریعہ حاصل کرتے ہو) اور (زکات میں) اچھی چیزیں دیا کرو (ناکارہ چیزیں نہ دیا کرو) اوران چیزوں کی بھی (زکات ادا کرو) جن کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔

ف(1): صدر کی آیت شریفہ کے الفاظ ''مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ'' سے اموال کی تجارت پر زکات کا وجوب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں المدارک کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اسی آیت شریفہ میں ''وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ'' بھی ارشاد ہوا ہے اس سے زمین کی تمام پیداوار پر زکات کا وجوب ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ غلّہ ہو یا پھل ہوں یا معدنیات (سونا، چاندی وغیرہ) ان سب پر زکات واجب ہوگی اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔عمدۃ القاری میں ایسا ہی مذکور ہے۔12

وَقَوْلُهٗ: ''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ انعام، پ:8، ع:17، آیت نمبر:141، میں) جس دن (کھیتی) کٹتی ہو (یا پھل توڑے جاتے ہوں) اس میں سے جو حق، شرع سے واجب ہے وہ اسی دن مستحقین کو دیا جائے۔

ف: صدر کی اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ کھیتی یا پھلوں کے کٹنے کے دن جو حق، شرع سے واجب ہے ادا کر دیا کرو۔ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ دلیل لی ہے کہ عُشر کا حکم زمین کی تمام پیداوار پر عام ہے۔اس لئے تمام پیداوار پر زکات واجب ہے بجز جلانے کی لکڑی، بانس اور خودرو گھاس کے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ پیداوار دو قسم کی ہوتی ہے: ایک وہ پیداوار جس کی سیرابی آب جاری یا بارش سے ہوئی ہو، ایسی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکات کے دیا جائے، اس لئے کہ ایسی پیداوار پر محنت اور اخراجات کم ہوتے ہیں۔ پیداوار کی دوسری قسم وہ ہے جس کی سیرابی کسی بھی قسم کے (موٹر) وغیرہ سے کی گئی ہو تو ایسی پیداوار کا خُمس یعنی بیسواں حصہ زکات میں دیا جائے اس لئے کہ اس میں اخراجات اور محنت زیادہ ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ان دونوں قسم کی پیداوار پر سال گزرنے کی شرط نہیں ہے

بلکہ جب بھی ان کی فصل کٹ کر تیار ہو جائے ان پر زکات دی جایا کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زمین کی پیداوار پر زکات کے لئے کسی نصاب یا مقدار کی شرط بھی نہیں ہے بلکہ جو چیز جتنی مقدار میں پیدا ہو، اس پر زکات واجب ہے۔ یہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے۔12

وَقَوْلُهُ: ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ،هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ''.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ توبہ، پ:10، ع:5، آیت نمبر:25-24، میں) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رکھے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکات نہیں نکالتے) تو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے اور یہ (عذاب) اس دن واقع ہوگا جب کہ ان کو (یعنی سونے اور چاندی کو) دوزخ کی آگ میں پہلے تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کے پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا اور یہ بتلایا جائے گا کہ یہ وہی (سونا چاندی ہے) جس کو تم (بغیر زکات دیئے کہ) اپنے پاس جمع کر رکھے تھے، سو اب اپنے جمع کر رکھنے کا مزہ چکھو۔

عورتوں کے زیورات پر بھی زکات فرض ہے

ف: صدر کی آیت میں ارشاد باری تعالی ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی پر زکات فرض ہے، اس لئے کہ ایسی شدید وعید تارک فرض کے لئے ہی آتی ہے۔

علاوہ ازیں آیت کے عموم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کی زکات مرد کی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ لہٰذا سونے اور چاندی کے زیورات پر بھی زکات فرض ہوگی خواہ وہ عورتوں ہی کی ملک کیوں نہ ہوں اور آیت شریف میں تارک زکات کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغے جانے کا جو ذکر ہے، یہ وہی مقامات ہیں جن پر عورتیں زینت کے لئے زیورات پہنتی ہیں، اس سے بھی عورتوں کے زیورات پر زکات کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔

(تفسیرات احمدیہ)12

زکات میں پیداوار پر دسواں اور بیسواں حصہ دینے کی تفصیل

پہلی حدیث

1/2628۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں جو پیداوار بارش کے پانی (یا چشمہ یا نہر وغیرہ) سے سیراب ہو، یا ''عشری'' زمین ہو کہ ازخود سرسبز اور شاداب رہتی ہو اور جس کو سیراب کرنے کے لئے محنت کی ضرورت نہ ہو تو ایسی تمام زمینوں کی پیداوار پر زکات فرض ہے اور پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکات دیا جائے۔ برخلاف اس کے جو پیداوار محنت کے ذریعہ یعنی اونٹ یا بیل کے (یا موٹر) ذریعہ کنویں وغیرہ سے سیراب کی جاتی ہے تو ایسی پیداوار میں بطور زکات پیداوار کا بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

زمین کی ہر پیداوار پر زکات فرض ہے

ف: اس حدیث شریف سے احناف نے اس بات کی دلیل اخذ کی ہے کہ زمین کی ہر پیداوار پر خواہ از قسم غلہ ہو یا میوہ ہو، یا ترکاری ان تمام پر زکات فرض ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں پیداوار کی کوئی تخصیص نہیں اور ''مَا سَقَتِ السَّمَاءُ'' کے الفاظ عام ہیں جو ہر قسم کی پیداوار کو شامل ہیں۔ مرقات

دوسری حدیث

2/2629۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو پیداوار (مثلاً سبزی، کھیتی، درخت) دریا اور بارش سے سیراب ہو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ (زکات میں) واجب ہے اور جو پیداوار اونٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی سینچ کر سیراب کی جائے تو ایسی پیداوار کا بیسواں حصہ (بطور زکات) واجب ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/2630۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور مجھے حکم فرمایا کہ میں زمین کی ہر ایسی پیداوار پر جو بارش سے سیراب ہوتی ہو، یا ایسی زمین کی پیداوار پر جو پانی کے قریبی مقام پر واقع ہو

(اور اس کی سیرابی کے لئے کسی خرچہ کی ضرورت نہ ہو) تو ایسی ہر پیداوار پر دسواں حصہ (بطور زکات) لیا کروں اور جس پیداوار کو موٹ وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو (یعنی جس پر خرچہ عائد ہوتا ہو تو) ایسی پیداوار پر بیسواں حصہ (بطور زکات) لیا کروں۔

اس کی روایت ابن ماجہ اور طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

زمین کی ہر پیداوار پر زکات فرض ہے

پہلی حدیث

4/2631۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمین کی جملہ پیداوار پر (خواہ ازقسم غلہ ہو یا میوہ ہو یا ترکاری) زکات واجب ہے۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

5/2632۔خُصَیف رحمۃ اللہ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے دریافت کیا کہ کیا خوردونوش کی چیزوں (یعنی غلہ، پھل اور سبزیوں) پر بھی زکات (فرض) ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں خوردونوش کی چیزیں کم ہوں یا زیادہ ان پر بھی زکات فرض ہے، اگر خوردونوش کی چیزیں بارش کے پانی سے پیدا ہوتی ہوں تو ان کی پیداوار پر دسواں حصہ اور اگر محنت کے ذریعہ مثلاً اونٹ یا بیل کے ذریعہ کنویں وغیرہ سے سیراب کی جاتی ہوں تو ایسی پیداوار پر بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔

6/2633۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے عمر بن عبدالعزیز اور مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم سے اسی طرح روایت کی ہے۔

زمین کی ہر پیداوار پر بلاتعین مدّت اور مقدار زکات کے واجب ہونے کا ثبوت

ف: واضح ہو کہ صدر کی مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہے کہ زمین کی ہر پیداوار پر بلاتعین مقدار زکات واجب ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدار پیداوار کا لحاظ کئے بغیر اراضی کی جملہ پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ زکات واجب فرمائے ہیں، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا احادیث سے یہ مسئلہ اخذ فرمایا ہے کہ زمین کی جملہ پیداوار پر خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور چاہے اس پر سال گزرے یا نہ گزرے بلاتعین مقدار و مدت زکات واجب ہے۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری، شرح معانی الآثار اور ردالمحتار)

غلام اور گھوڑے کی زکات کا حکم

7/2634 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکات واجب نہیں ہے (جب کہ وہ خدمت کے لئے ہوں اگر وہ تجارت کے لئے ہوں تو زکات واجب ہوگی)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

8/2635 ۔اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ مسلمان پر اس کے (خدمتی) غلام میں زکات واجب نہیں، البتہ اس پر اپنے ایسے غلام کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

ف: واضح ہو کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو غلام خدمت کے لئے ہوں اور جو گھوڑا سواری کے لئے ہو اور یہ دونوں تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان کی زکات واجب نہیں، اور اگر یہ دونوں تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکات واجب ہوگی۔ اور یہی صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔
درمختار فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ عالمگیری، فتح القدیر، ردالمحتار کافی، تعلیق مجد۔12

اونٹوں کی زکات کی تفصیل

پہلی حدیث

9/2636 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو (عامل بنا کر) بحرین روانہ کیا تو یہ حکم نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا (جس کی عبارت اس طرح شروع ہوتی تھی) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس حکم نامہ میں اس فرض زکات کے احکام ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ پس جب کسی (صاحب نصاب) مسلمان سے اس حکم کے مطابق (ادائی زکات کا) مطالبہ کیا جائے تو وہ اس کو (اس حکم نامہ کے مطابق) ادا کردے اور جب کسی سے (زکات میں مقررہ مقدار سے) زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ (زائد مطالبہ) کو نہ دے (بلکہ اتنا ہی ادا کرے جتنا دینا اس پر واجب ہے) (اونٹوں کی زکات کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ اونٹ سے کم پر زکات واجب نہیں) (جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔)

جب اونٹ پانچ ہوجائیں تو ان پر ایک بکری زکات میں دینا واجب ہے، اسی طرح ہر پانچ پر 24 اونٹوں تک ایک ایک بکری واجب ہے (اس کی تفصیل یہ ہے کہ 5 اونٹ جو چرنے والے ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو 9 اونٹ تک ایک بکری زکات میں واجب ہے، جب اونٹ

دس ہو جائیں تو 14 اونٹوں تک دو بکریاں اور پندرہ سے انیس اونٹ تک تین بکریاں اور بیس سے چوبیس اونٹ تک چار بکریاں زکات میں واجب ہیں)(جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔)

پس جب اونٹ 25 ہو جائیں تو 25 سے 35 اونٹوں تک ایک مادہ بنت مخاض (یعنی پورے ایک سال کی اونٹنی زکات میں) دی جائے۔ پس جب اونٹ 36 ہو جائیں تو 36 سے 45 اونٹوں تک ایک مادہ بنت لبون)یعنی پورے دو سال کی اونٹنی زکات میں) دی جائے۔پس جب اونٹ 46 ہو جائیں تو 46 سے 60 اونٹوں تک ایک حقہ (یعنی پورے 3 سال کی اونٹنی زکات میں) دی جائے اور حقہ ایسی اونٹنی ہوتی ہے جو سواری اور جفتی کے قابل ہوتی ہے،اور جب اونٹ 61 ہو جائیں تو 61 سے 75 اونٹ تک ایک جذعۃ یعنی پورے چار سال کی اونٹنی زکات میں) دی جائے ،اور جب اونٹ 76 ہو جائیں تو 76 سے 90 اونٹ تک دو مادہ بنت لبون (یعنی پورے دو سالہ دو اونٹنیاں زکات میں) دی جائیں اور جب اونٹ 91 ہو جائیں تو 91 سے 120 تک دو حقہ (یعنی پورے تین سال کی دو اونٹنیاں) سواری اور جفتی کے قابل ہوئی ہیں دی جائیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

10/2637 ۔ اور ابو داؤد نے اس کی روایت مراسیل میں کی ہے اور امام طحاوی نے اپنی مشکل الآثار میں کی ہے اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں عمرو بن حزم سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جدامجد کو فرمان روانہ فرمایا تھا جس کو میں نے خود پڑھا ہے اس میں اونٹوں کی زکات کے تفصیلی احکام درج تھے،انھوں نے اپنی حدیث میں (مذکورہ بالا بخاری وغیرہ کی حدیث کے موافق 120 ایک سو بیس اونٹوں تک (زکات کی ایسی ہی تفصیل) بیان کی (اور جب اونٹ 120 سے زائد ہو جائیں تو 120 سے زائد اونٹوں کی زکات کی تفصیل اس طرح بیان کی کہ جب اونٹ 120 سے زائد ہو جائیں تو ان کی زکات مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادا کی جائے گی وہ اس طرح سے کہ 120 اونٹ پر دو حقے اور اس کے بعد) مزید 25 اونٹوں سے کم یعنی 24 تک ہر پانچ پر ایک ایک بکری زکات میں دی جائے گی۔

اور نسائی نے ''الدیات'' میں بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

11/2638 ۔اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اونٹوں کی تعداد 120 سے زائد ہو جائے تو اونٹوں کی زکات کا شمار از سر نو شروع ہو جاتا ہے۔

12/2639 ۔اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں حضرت ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔12

ف(1): عمرو بن حزم کی حدیث کی تفصیل ازروئے فقہ یہ ہے کہ 120 سے 124 اونٹوں تک وہی دو حقے زکات میں ادا ہوں گے جب اونٹ 125 ہوجائیں تو 129 تک 2 حقے اور ایک بکری اور 130 سے 134 تک دو حقے اور دو بکریاں اور 135 سے 139 تک، دو حقے اور تین بکریاں اور 140 سے 144 تک دو حقے اور چار بکریاں اور 145 سے 149 تک دو حقے اور ایک بنت مخاض زکات میں ادا کی جائیں، اونٹوں کی زکات کی یہ تفصیل ہدایہ سے ماخوذ ہے۔

ف(2): واضح ہو کہ اونٹوں کی زکات میں 120 اونٹوں کی تعداد تک امام بخاری اور عمرو بن حزم کی حدیثیں متفق ہیں۔ عمرو بن حزم کی حدیث کی روایت ابوداؤد نے مراسیل، طحاوی نے مشکل الآثار میں، اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور نسائی نے الدیات میں کی ہے، 120 سے زائد اونٹوں کی زکات میں شوافع اور احناف میں اختلاف ہے، شوافع نے صرف امام بخاری کی روایت پر عمل کیا ہے اور احناف بخاری کی حدیث کے ساتھ ساتھ عمرو ابن حزم کی حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے احناف کا عمل دونوں حدیثوں پر ہوجاتا ہے، جیسا کہ علامہ عینی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

دوسری حدیث

13/2640 ۔حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ابوبکر بن محمد ابن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہم کی وہ تحریر لکھ دیجئے (جس میں اونٹوں کی زکات سے متعلق احکام ہیں) تو وہ ایک کاغذ پر وہ پوری تحریر لکھ کر میرے پاس لائے اور کہا کہ اس تحریر کو انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی تحریر سے نقل کیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ اس تحریر کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کے دادا عمر بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھوا کر دیا تھا اور اس میں اونٹوں کی زکات کے احکام درج تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم نامہ میں یہ صراحت موجود تھی کہ جب کسی کے پاس 90 اونٹ ہوجائیں تو 91 سے لے کر 120 اونٹوں تک دو حقے (یعنی تین تین سال کی دو اونٹنیاں زکات میں ادا کرنا) واجب ہے (اور جب اونٹ 120 سے بڑھ جائیں تو 120 سے 149 اونٹوں کی زکات کی تفصیل ابھی اوپر عمرو بن حزم کی حدیث کے تحت گزر چکی ہے اور جب اونٹوں کی تعداد بڑھ کر 150 ہوجائے تو ہر پچاس پر ایک حقہ کے حساب سے تین حقے زکات میں ادا کرنے ہوں گے اور جب اونٹوں کی تعداد 150 سے زائد ہوجائے تو اونٹوں کی زکات مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادا کی جائے گی وہ اس طرح سے کہ 150 پر تین حقے اور

اس کے بعد) مزید 25 اونٹوں سے کم یعنی 24 تک ہر پانچ پر ایک ایک بکری زکات میں دی جائے گی۔اس کی روایت طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کی ہے۔

تیسری حدیث

14/2641۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اونٹوں کی زکات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس اونٹ 90 سے زیادہ ہوجائیں تو (91 سے لے کر) 120 تک دو حقے (یعنی تین تین سال کی دو اونٹنیاں زکات میں دینا) واجب ہے، اور جب اونٹ 120 سے زائد ہوجائیں تو زکات مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادائی کی جائے گی، وہ اس طرح کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری زکات میں واجب ہوگی اور جب اونٹ 25 ہوجائیں تو اونٹوں کی زکات (مذکورہ بالا طریقہ پر ادا ہوگی یعنی ہر 25 پر ایک مادہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی واجب ہے) اور جب اونٹ زیادہ ہوجائیں تو ہر پچاس پر ایک حقہ یعنی 3 سالہ اونٹنی زکات میں واجب ہے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور امام محمد نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کتاب الآثار میں اسی طرح روایت کی ہے۔

15/2642 اور بخاری کی روایت میں اس طرح ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر ان اونٹوں کی زکات واجب نہیں ہے، ہاں اگر مالک چاہے تو (بطور نفل) کچھ دے سکتا ہے اور جب اونٹوں کی تعداد پانچ ہوجائے تو ایک بکری زکات میں دینی واجب ہے اور اگر کسی کے پاس (61 سے 75 تک) اونٹ موجود ہیں جس کی وجہ سے ایک جذعہ یعنی چار سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس جذعہ موجود نہیں ہے بلکہ حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں حقہ قبول کرلیا جائے گا اور حقہ کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں، اگر اس کے پاس بکریاں موجود ہوں ورنہ (دو بکریوں کے معاوضہ میں) بیس درہم لئے جائیں گے (دو بکریوں کے معاوضہ میں بیس درہم لینے کا جو ذکر ہے وہ تعین شرعی نہیں ہے، اس لئے کہ قیمتیں ہمیشہ گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہیں اس لئے دو بکریوں کی قیمت جو بھی متعین ہو وہ لی جائے (جیسا کہ سندھی، بنایہ، عنایۃ اور عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12) اور اگر کسی کے پاس (46 سے 60 تک) اونٹ موجود ہیں، جس کی وجہ سے اس پر (زکات میں) ایک حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس حقہ نہیں ہے بلکہ جذعہ موجود ہے تو ایسی صورت میں جذعہ اس سے قبول کرلیا جائے گا اور عامل زکات نے (چونکہ حقہ یعنی

تین سالہ اونٹنی کی بجائے جذعہ یعنی چار سالہ اونٹنی قبول کی ہے تو ایک سال زیادہ عمر کی اونٹنی لینے کے معاوضہ میں مالک کو) بیس درہم یا دو بکریاں (دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو) ادا کرے گا اور اگر کسی کے پاس (46 سے 60 تک) اونٹ موجود ہیں جس کی وجہ سے اس پر (زکات میں) ایک حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس حقہ نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں اس سے بنت لبون قبول کر لی جائے گی اور (چونکہ مالک نے حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی کی بجائے بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی دی ہے تو ایک سال کم عمر کی اونٹنی دینے کے معاوضہ میں مالک) دو بکریاں یا بیس درہم (یا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو، عامل زکات کو بنت لبون کے ساتھ) دے گا اور اگر کسی کے پاس (36 سے 45 تک) اونٹ موجود ہیں جس کی وجہ سے اس پر (زکات میں) ایک بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے اور اس کے پاس بنت لبون موجود نہیں بلکہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں اس سے بنت مخاض قبول کر لی جائے گی اور (چونکہ مالک نے بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی کے بجائے بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی دی ہے تو ایک سال کم عمر کی اونٹنی دینے کے معاوضہ میں) دو بکریاں یا بیس درہم (یا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو، عامل زکات کو بنت مخاض کے ساتھ) دیدے اور جس شخص کے پاس (25 سے 35 تک اونٹ موجود ہوں) جس کی وجہ سے اس پر (زکات میں) بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی موجود ہے تو اس سے بنت لبون قبول کر لی جائے گی (اور چونکہ مالک نے ایک سال زائد عمر کی اونٹنی دی ہے اس لئے) عامل زکات مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں (یا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو واپس) دیدے اور اگر مالک کے پاس بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی جو (زکات میں) واجب الادا ہے دینے کے قابل (اس لئے) نہیں ہے (کہ وہ یا تو بہت بیمار یا لاغر ہے یا بہت اعلی درجہ کی ہے اور زکات میں متوسط مال دیا جاتا ہے) بلکہ مالک کے پاس ابن لبون یعنی دو سالہ نر اونٹ موجود ہے تو ابن لبون ہی (بنت مخاض کے بدلہ میں) (اس سے قبول کر لیا جائے گا اور (بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی کے بجائے دو سالہ نر اونٹ جو لیا جا رہا ہے اس کے معاوضہ میں) مالک سے کچھ اور نہیں لیا جائے گا (اور نہ عامل زکات مالک کو کچھ واپس کرے گا کیوں کہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی اور ابن لبون یعنی دو سالہ نر اونٹ کو مساوی سمجھا گیا ہے) اور بکریوں کی زکات یہ

ہے کہ اگر بکریاں چرنے والی ہوں (اوران پر ایک سال گزر جائے) تو چالیس بکریوں سے ایک سو بیس بکریوں تک (زکات میں) ایک بکری دینا واجب ہے اور جب بکریاں 120 سے زائد ہوجائیں تو 121 سے 200 تک دو بکریاں اور جب 200 سے زائد ہوجائیں تو 201 سے 300 تک تین بکریاں اور جب بکریاں 300 سے زائد ہوجائیں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری واجب ہوگی، یعنی جب بکریاں 400 ہوجائیں تو چار بکریاں (زکات میں) واجب ہوں گی، اور اگر کسی شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں تو ان میں زکات واجب نہیں، ہاں اگر ان کا مالک چاہے تو (بطور نفل) کچھ دیدے، اور زکات میں بوڑھی بکری (جو لاغر اور بیمار ہو) نہ دی جائے اور نہ عیب والی بکری دی جائے اور نہ بوک یعنی بکرا دیا جائے۔ البتہ عامل زکات (کسی مصلحت سے) بوک لینا چاہے (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور نہ متفرق جانوروں کو اکٹھا کیا جائے (جیسے 40 سے 120 بکریوں پر ایک بکری واجب ہے اور دو شخصوں کے پاس علحدہ علحدہ چالیس بکریاں ہیں تو زکات دیتے وقت یہ حیلہ نہ کریں کہ ان دونوں کی بکریوں کو ملا کر ایک شخص کی بتادیں تا کہ زکات میں ایک ہی بکری دینی پڑے، کیوں کہ اگر علحدہ علحدہ رہیں تو دو بکریاں زکات میں دینا واجب ہوگا) اور زکات کے خوف سے اکٹھا جانوروں کو علحدہ علحدہ نہ کیا جائے (مثلاً ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں جس پر اسے ایک بکری زکات میں دینا واجب ہے تو زکات کے وقت ان کو بیس بیس دو شخصوں کے نام پر نہ بتائے تا کہ اس کو زکات دینا نہ پڑے) (اگر دو شخص شراکت میں کام کر رہے ہیں تو) جو نصاب شرعی ان دو حصہ داروں کے درمیان واجب ہوگا۔ اس کو یہ دونوں برابر برابر بانٹ لیویں۔ (مثلاً دو آدمیوں کی چالیس بکریاں اکٹھی چرتی ہیں، بیس ایک کی اور بیس ایک کی، اور ہر ایک اپنی بکریوں کو پہچانتا ہے تو عامل زکات نے ایک شخص کی بکریوں میں سے ایک بکری زکات میں لے لی تو دوسرا شخص اپنے شریک کو نصف بکری کی قیمت ادا کردے) اور چاندی (میں دو سو درہم پر) چالیسواں حصہ یعنی 5 درہم (زکات میں) واجب ہیں (اور اگر چاندی دو سو درہم سے کم ہو تو اس پر زکات واجب نہیں) (اگر 190 درہم بھی ہوں تو ان پر زکات واجب نہیں، اگر مالک چاہے تو (بطور نفل) کے کچھ دیدے۔

16/2643 اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ 5 اوقیہ سے کم چاندی پر (جس کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہے) زکات واجب نہیں، اور (اسی

طرح) پانچ اونٹوں سے کم پر بھی زکات واجب نہیں۔

ف: صدر کی حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دو بکریوں کے معاوضہ میں بیس درہم لئے جائیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکات میں جنس کے معاوضہ میں قیمت کا دینا جائز ہے۔چنانچہ در مختار میں لکھا ہے کہ زکات،عشر،خراج صدقۂ فطر،نذر وغیرہ کے معاوضہ میں قیمتوں کا ادا کرنا جائز ہے اور چرنے والے جانوروں کی زکات میں قیمتوں کا تعین ادائی زکات کے دن بازار کے نرخ کے لحاظ سے ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صدقۂ فطر،نذر وغیرہ میں قیمتوں کا تعین جس دن صدقہ فطر وغیرہ واجب ہوں،اس دن کے نرخ کے لحاظ سے ہوگا۔جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔12

چاندی کی زکات اور اس کا نصاب

17/2644۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں نے (ان) گھوڑوں اور غلاموں کی زکات معاف کردی ہے (جو تجارت کے لئے نہ ہوں بلکہ سواری اور خدمت کے لئے ہوں) اور تم چاندی کی زکات ادا کرو، ہر چالیس درہم پر ایک درہم (درہم چاندی کا سکہ ہوتا ہے جس کا وزن (3-1/2) ساڑھے تین ماشے ہوتا تھا۔غیاث اللغات۔12) (بشرطیکہ وہ دوسو درہم یا اس سے زیادہ ہوجائیں اور ان پر ایک سال بھی گزر جائے) اور ایک سونوے درہم پر زکات واجب نہیں، اور جب پورے دوسو درہم ہوجائیں تو ان پر (ہر چالیس پر ایک درہم کے حساب سے) پانچ درہم واجب ہیں۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور متصل السند ہے

18/2645۔اور دارمی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے توسط سے شرجیل بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کے پاس یہ فرمان لکھ بھیجا تھا کہ چاندی کے ہر پانچ اوقیہ پر (جس کی قیمت دوسو درہم ہوتی ہے) پانچ درہم (بطور زکات) دیئے جائیں اور جب پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم سے زائد ہوجائے تو اس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکات میں) دیا جائے۔

19-20-21/2646-2647-2648۔اور بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے۔اور اس کی روایت حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے متصل سند کے ساتھ کی ہے اور یہ سند حسن ہے۔

22/2649۔اور نسائی، ابن حِبّان اور حاکم (تینوں کی کتابوں) میں یہ روایت مذکور ہے کہ چاندی کے ہر پانچ اوقیہ پر پانچ درہم (زکات میں) واجب ہیں اور جب چاندی (پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم سے) زائد ہوجائے تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکات میں) دیا جائے اور پانچ اوقیہ (یعنی دوسو درہم) سے کم چاندی پر (زکات میں) کچھ بھی واجب نہیں، اور عمدۃ القاری میں مذکور ہے کہ صاحب التمہید نے کہا ہے کہ ابن المسیب، حسن بصری، مکحول، عطاء، طاؤس، عمرو بن دینار، زہری ان سب حضرات کا چاندی کی زکات کے بارے میں وہی قول ہے جو ابھی اوپر بیان کیا گیا، اور امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں اور خطابی کا بیان ہے کہ شعبی بھی (چاندی کی زکات کے نصاب میں) ان سب حضرات کے مسلک سے متفق ہیں۔

درہم اور دینار کی زکات کا نصاب

23/2650۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے زکات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ہر بیس دینار پر (زکات میں) نصف دینار وصول کروں (اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم کے برابر ہوتا تھا (جیسا کہ ہدایہ کے ''باب زکات المال'' میں مذکور ہے۔)، اس طرح بیس دینار کے دوسو درہم ہوئے) اور جو اس سے زیادہ ہوجائے یہاں تک کہ اس کی مقدار چار دینار (یعنی چالیس درہم) کو پہونچ جائے تو (زکات میں) ایک درہم لیا جائے اور (مجھے) یہ بھی (حکم دیا تھا) کہ میں ہر دوسو درہم پر پانچ درہم (زکات میں) وصول کیا کروں اور جو اس سے زیادہ ہوجائے اور چالیس درہم کی مقدار کو پہونچ جائے تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم لیا کروں۔

اس کی روایت ابوعبیدہ قاسم بن سلّام نے کتاب الاموال میں کی ہے۔

24/2651۔اور امام عبدالحق کی کتاب ''الاحکام'' میں ابوبکر بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہما کے دونوں صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت محمد رحمہما اللہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے یہ نامۂ مبارک حضرت عمرو بن حزم کے نام لکھا جبکہ آپ نے انہیں یمن کی طرف روانہ کیا، اور اس میں زکات کے احکام تھے کہ اس (مال) میں زکات واجب نہیں یہاں تک کہ وہ دوسو درہم تک پہنچ جائے، اور جب وہ دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم واجب ہوں گے، اور جو زیادہ ہو تو

ہر چالیس درہم پر ایک درہم واجب ہوگا اور چالیس سے کم پر زکات واجب نہیں۔

دوسو درہم کے بعد ہر چالیس درہم پر زکات واجب ہوتی ہے

پہلی حدیث

25/2652 ۔ اورحسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ (چاندی کی زکات کا نصاب دوسو درہم ہے، دوسو درہم سے دوسو چالیس درہم تک جو کسرات ہیں مثلاً 220,215,210 وغیرہ ان کسرات پر زکات واجب نہیں (جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔12) البتہ) جب درہم دوسو سے بڑھ کر 240 درہم ہوجائیں تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکات میں) واجب ہوگا۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

26/2653 ۔اورامام طحاوی نے احکام القرآن میں دوسرے طریق سے انس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

27/2654 ۔اورامام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے فرماتے ہیں کہ چاندی کی مقدار جب پانچ اوقیہ (یعنی دوسو درہم کی قیمت) کو پہونچ جائے تو اس پر (زکات میں) پانچ درہم واجب ہیں اور (دوسو درہم سے زائد مقدار میں) ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکات میں) دیا جائے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

گائے بیل کی زکات اوران کا نصاب

28/2655 ۔اور ابوداؤد کی ایک روایت میں (اس طرح) ہے کہ (جب کسی کے پاس بکریاں چالیس ہوجائیں تو)40 سے 120 بکریوں تک (زکات میں) ایک بکری دینا واجب ہے اور جب بکریاں 120 سے زائد ہوجائیں تو 121 سے 200 تک دو بکریاں اور جب 200 سے زائد ہوجائیں تو 201 سے 300 تک تین بکریاں، اور جب بکریاں 300 سے زائد ہوجائیں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری واجب ہوگی اور اگر کسی کے پاس بکریاں (40 سے کم یعنی)39 ہوں تو (ایسی صورت میں) تم پر کچھ بھی زکات واجب نہیں (اگر کسی کے پاس چرنے والی گائیں یا بیل ہوں اور

ان پر ایک سال گزر جائے تو) ایسی گائیوں میں ہر تیس گائیوں پر (زکات میں) تبیع یعنی ایک سالہ بچھڑا (مادہ ہو یا نر) لیا جائے گا اور گائیوں کی تعداد چالیس ہو جائے تو مُسِنّہ یعنی دو سالہ گائے یا بیل (زکات میں) لی جائے گی اور ایسے جانور جن سے (کھیتی وغیرہ میں) کام لیا جاتا ہو (اگر چہ کہ وہ نصاب کو پہونچ جائیں تو) ان پر زکات نہیں ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی کے پاس چالیس سے زائد گائے، بیل ہوں تو چالیس سے لے کر ساٹھ تک زکات معاف ہے اور جب گائے، بیل ساٹھ ہو جائیں تو ان پر دو تبیعہ (زکات میں) لئے جائیں گے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور بقیہ تینوں ائمہ یعنے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ ینابیع اور تصحیح القدوری کے حوالہ سے بحر سے منقول ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں جو روایات منقول ہیں ان میں اوفق یہی روایت ہے، یہاں اوفق سے مراد یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور اکثر فقہاء اسی روایت پر متفق ہیں اور جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ یہی قول مختار ہے اس کو علامہ عینی نے بنایہ میں بیان کیا ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ چالیس سے زیادہ گائے، بیل پر زکات نہیں ہے یہاں تک کہ 60 ہو جائیں، البتہ یہ 60 ہو جائیں تو ان پر زکات واجب ہے، اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نہر، بحر اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔12

گائے بیل کی زکات کا بیان

29/2656۔ معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ کیا تو انھیں حکم دیا گائے، بیل (کی زکات) میں ہر تیس پر ایک سالہ گائے یا (ایک سالہ بچھڑا لیا کریں اور چالیس پر ایک مُسِنّہ یعنے دو سالہ گائے (یا دو سالہ بچھڑا زکات میں) لیا کریں۔ اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

گائے کے نصاب سے کم پر زکات نہیں

30/2657۔ طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گائے کی زکات میں ان کا وقص پیش کیا گیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے مجھے وقص پر زکات وصول کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے۔

اس کی روایت دارقطنی اور امام شافعی نے کی ہے اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ وقص اتنی تعداد کو کہتے ہیں جو زکات کے نصاب سے کم ہو۔

120 اونٹوں کے بعد زکات کا نصاب

31/2658۔بھز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اپنے دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ 120 اونٹوں کے بعد (جیسا کہ ہدایہ، بنایہ، اور اعلاء السنن میں مذکور ہے۔12) ہر چالیس اونٹوں پر جبکہ وہ چرنے والے ہوں ایک بنت لبون (یعنی دوسالہ اونٹنی زکات میں) واجب ہے۔اس کی روایت نسائی، ابوداؤد اور حاکم نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ف: حدیث شریف میں ''سائمہ'' پر زکات واجب ہونے کا ذکر ہے۔سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کو جنگلوں میں چرایا جاتا ہے، اور اس سے مقصد دودھ حاصل کرنا اور نسل بڑھانا ہوتا ہے اور سواری یا بار برداری کے لئے استعمال نہ کئے جاتے ہوں۔سائمہ کے لئے یہ شرط بھی نہیں کہ وہ پورا سال چرتے ہوں بلکہ وہ سال کے اکثر حصہ میں چرا کرتے ہیں درمختار، ردالمختار۔12

جن جانوروں سے کام لیا جاتا ہے ان پر زکات نہیں

پہلی حدیث

32/2659۔امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جن جانوروں (یعنی گائے، بیل، اونٹوں وغیرہ) سے (کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا ہو، ان پر زکات واجب نہیں ہے۔

اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور ابن القطان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث

33/2660۔طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ ایسے گائے، بیل پر زکات نہیں لیا کرتے تھے جن سے (کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا تھا۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

34/2661۔مغیرہ رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی اور مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، کہ ان دونوں نے فرمایا ہے کہ جن گائے، بیل سے (کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا ہو، ان پر زکات نہیں ہے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

35/2662۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن گائے بیل سے کھیتی باڑی کا کام لیا جاتا ہو، ان پر کچھ بھی زکات نہیں لی جائے گی۔اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

چوپائے سے ہلاک ہونے اور کنویں یا کان میں ہلاک ہونے والے کے احکام اور کان یا دفینہ کی زکات کی تفصیل

36/2663۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر چوپائے سے (کوئی شخص) زخمی یا ہلاک ہوجائے (جب کہ اس چوپائے کے ساتھ کوئی چرواہا یا ہانک لے جانے والا موجود نہ ہو، خواہ دن کا وقت ہو یا رات کا تو) اس طرح زخمی ہوجانے یا ہلاک ہوجانے کا تاوان مالک پر واجب نہیں بلکہ) معاف ہے (اور اگر چوپائے کے ساتھ چرواہا یا ہانک لے جانے والا موجود ہو اور کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ اس حادثہ کا ذمہ دار ہوگا اور اس سے تاوان لیا جائے گا اور معاف نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ حادثہ اس کی کوتاہی سے ہوا ہے، اس وجہ سے وہ نقصان کی تلافی کا ذمہ دار ہے) اور کنویں میں گر کر کوئی مر جائے یا کنواں کھودنے میں کوئی مر جائے تو (کنواں کھدوانے والے پر اس کا تاوان نہ ہوگا بلکہ یہ) معاف ہے (جب کہ کنواں اس کی مملوکہ زمین میں کھدوایا گیا ہو، اگر کنواں عام راستہ پر یا دوسروں کی زمین میں بغیر اجازت کے کھدوایا گیا ہے اور اس میں اگر کوئی مر جائے تو ایسی صورت میں کھدوانے والے پر اس کا تاوان عائد ہوگا، ہاں اگر اجازت سے کنواں کھدوایا گیا ہے تو کھدوانے والے پر تاوان (ردالمحتار اور مرقات۔12) عائد نہ ہوگا) اور اگر کان کھودنے میں کوئی مر جائے تو کان کھدوانے پر اس کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی (بشرطیکہ کان اس کی مملوکہ زمین میں ہو، یا اس نے حاکم کی اجازت سے کان کھدوائی جب کہ زمین اس کی مملوکہ نہ ہو) (کوکب دری۔12) اور رِکاز یعنی کان یا دفینہ میں

پانچواں حصہ (زکات میں) واجب ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

زکات کی وصولی میں ظلم اور زیادتی کرنے والے کی وعید

37/2664۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (زکات کی وصولی میں) زیادتی کرنے والا (یعنی ایسا عامل جو معین مقدار سے زیادہ مال لے، یا چن کر اچھا مال لے) اس شخص کی مانند ہے جو زکات دینے سے انکار کرنے والا ہو، یعنے دونوں کا گناہ برابر ہے۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے ہے۔

تخمینہ لگا کر زکات وصول کرنے کی ممانعت

38/2665۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرص یعنی تخمینہ لگا کر زکات وصول کرنے سے منع فرمایا ہے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اگر تمہارے بھائی کے پھل تلف ہوجائیں تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کو باطل یا حرام طریقہ سے کھالے۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرص یعنی تخمینہ لگا کر زکات وصول کرنے سے منع فرمایا ہے، خرص کی تفصیل یہ ہے کہ جب کھجور یا انگور یا اور اسی قسم کے اور پھل جن پر زکات واجب ہے پکنے لگیں تو بادشاہ کسی تجربہ کار آدمی کو روانہ کرے کہ وہ کھجور یا انگور وغیرہ کو دیکھ کر بتائے اور اندازہ لگائے کہ یہ پھل سوکھ کر کس قدر ہونگے پھر حساب کر کے پھلوں کا دسواں حصہ معین کردے جس کو زکات میں ادا کرنا ہوگا۔ پھر پھلوں کو مالک کے ذمہ چھوڑ دے، اور جب پھل پک کر سوکھ جائیں تو اس وقت آ کر دسواں حصہ لے لے، جس کو پہلے معین کر چکا تھا اس کی ممانعت امام طحاوی کی مذکور الصدر حدیث سے ثابت ہوتی ہے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ پھل کا تخمنیہ قائم کر کے اس طرح زکات معین کرنا سود کا سبب ہوجاتا ہے اور خرص کے جواز میں جتنی حدیثیں وارد ہیں وہ درحقیقت اس زمانہ کی بات ہے جس وقت سودی لین دین کی حرمت وارد نہیں ہوئی تھی اور جب سود کی حرمت نازل ہوئی تو اس قسم کے سودی لین دین کی حرمت بھی ہوچکی اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح میں مروی ہے اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ سود کی حرمت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

شہد کی زکات کا بیان

39/2666۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد پر (زکات میں) دسواں حصہ لیا ہے۔
اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس شہد کی زکات میں عشر واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، جبکہ وہ عشری زمین میں نکلتا ہو۔

زیورات کی زکات کا حکم اور نہ دینے کی وعید

پہلی حدیث

40/2667 ۔ زینب رضی اللہ عنہا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں ان سے روایت ہے وہ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا اے عورتو! تم اپنے مال کی زکات نکالو اگرچہ کہ وہ تمہارے زیورات ہی میں سے ہو۔ کیونکہ تم میں سے قیامت کے دن اکثر (مال کی محبت میں زکات نہ ادا کرنے کی وجہ سے) دوزخی ہوں گے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور میرک نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اکثر عورتیں زیورات کی زکات نہ دینے کی وجہ سے دوزخی ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی وعید اسی وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی فرض حکم چھوٹ گیا ہو، تو اس حدیث شریف میں زیورات کی زکات نہ دینے پر جو وعید مذکور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیورات پر بھی زکات فرض ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ 12

دوسری حدیث

41/2668 ۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خاتون سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کی زکات ادا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں (زکات نہیں ادا کرتی ہوں) اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ قیامت کے دن (زکات نہ دینے کی وجہ سے سزا کے طور پر) اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنا دیں۔ راوی نے کہا: (یہ سن کر) ان خاتون نے دونوں کنگن لڑکی کے ہاتھ سے اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دئے اور کہنے لگیں کہ یہ دونوں کنگن اللہ اور اللہ کے رسول کے نذر

ہیں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تیسری حدیث

42/2669۔عبداللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ فرمانے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) میرے پاس تشریف لائے تو میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھ کر دریافت فرمائے: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے یہ اس لئے بنوائی ہیں تا کہ آپ کے لئے آرائش کرسکوں (یہ سن کر) آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم ان کی زکات ادا کرتی ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا اس کے علاوہ کچھ اور جواب دیا جو اللہ کو منظور تھا، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں جہنم میں لے جانے کے لئے بس یہی کافی ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور حاکم نے اس کی تخریج اپنی مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح حدیث ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

چوتھی حدیث

43/2670۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہے کہ میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا یہ کنز ہے؟ (یعنی خزانہ ہے کہ جس کی برائی بیان کی گئی ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مال زکات ادا کرنے کی مقدار (نصاب) کو پہونچ جائے اور اس کی زکات دیدی جائے تو وہ کنز نہیں۔

اس کی روایت امام مالک اور ابوداؤد نے کی ہے اور حاکم نے اس کی تخریج مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اگرچیکہ امام بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا احادیث میں سونے چاندی کے زیورات پر زکات نہ دینے کی سخت وعیدیں وارد ہیں اور اس قسم کی وعیدیں اسی وقت وارد ہوتی ہیں جبکہ کوئی فرض چھوٹ رہا ہو تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے زیورات پر زکات فرض ہے۔12

تجارتی سامان پر زکات کا حکم

44/2671۔ سَمُرَہ بن جُندُبؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس سامان میں سے زکات نکالنے کا حکم فرمایا کرتے تھے جس کو ہم فروخت (اور تجارت) کے لئے جمع کرتے تھے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

(2/82)بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ
(صدقۂ فطر کے وجوب کا بیان)
صدقۂ فطر کے احکام اور مسائل

ف: صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جس پر زکات واجب ہے یا اس پر زکات تو واجب نہیں لیکن اس کے پاس ضروری اسباب سے زیادہ اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکات واجب ہوتی ہے تو اس پر عیدالفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہے خواہ وہ تجارت کا مال ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس مال پر سال گزرے یا نہ گزرے۔ اس صدقہ کو شریعت میں صدقۂ فطر، فطرہ اور زکات بھی کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ بیوی اور بالغ بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں اگر بیوی اور بالغ بچوں کی طرف سے بھی ادا کردے تو ادا ہوجائے گا۔

صدقۂ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا نصف صاع جس کے اِس زمانہ کے پیمانہ کے لحاظ سے دو کیلو ہوتے ہیں دینا چاہئے اور اگر جو یا جو کا آٹا دیوے تو اس کا دگنا ادا کرنا ہوگا۔ اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج جیسے جوار یا چنا دے تو مذکورہ مقدار گیہوں یا جو کی قیمت کی جوار یا چنا دیدے اور اگر گیہوں اور جو نہیں دیئے بلکہ اتنے گیہوں یا جو کی قیمت دیدے تو قیمت دینا بھی جائز ہے۔

ایک آدمی کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدے، دونوں باتیں جائز ہیں اور اگر کئی آدمیوں کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دیدے تو یہ بھی درست ہے اور فطرہ کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکات کے مستحق ہیں۔ (ہدایہ، ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری)12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :'' قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى . وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ''۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (پ:30، ع:1، سورۂ اعلیٰ، آیت نمبر:15-14، میں) بامراد ہوا وہ شخص (جس نے عیدالفطر کے دن صدقۂ فطر دے کر) پاکی حاصل کی اور اپنے پروردگار کا ذکر کیا (یعنی تکبیرات عید کہتا ہوا نمازِ عید کے لئے چلا) پھر نماز (عید) ادا کی (اس آیت شریف کا ترجمہ تفسیرات احمدیہ، بیضاوی اور معالم التنزیل کے لحاظ سے کیا گیا ہے)

ف: تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ '' تَـزَكّٰى '' سے مراد صدقۂ فطر کا ادا کرنا ہے۔ اور ترغیب و ترہیب میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آیت صدر کی تفسیر میں مروی ہے کہ ''مَنْ تَـزَكّٰى'' سے

مراد وہ شخص ہے جس نے صدقۂ فطر ادا کیا۔12

صدقۂ فطر کا نصاب

1/2671۔عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر سے ایک دو دن پہلے لوگوں کو مخاطب فرمائے اور ارشاد فرمائے کہ ہر دو آدمیوں کی طرف سے ایک صاع گیہوں (صدقہ فطر میں) ادا کرنا (واجب) ہے (یہاں دو آدمیوں میں ایک صاع کا جو ارشاد ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک آدمی پر) خواہ وہ آزاد ہو یا غلام (عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بڑا۔جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔12)) نصف صاع کی مقدار واجب ہے۔ گیہوں کے سوا اگر کھجور یا جَو (یعنی بارلی) ہوں تو ہر آدمی کی جانب سے ایک صاع کی مقدار ادا کرنا (واجب) ہے۔اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور ابوداؤد نے بھی اس کی روایت اسی کے قریب قریب کی ہے۔

صدقۂ فطر کا وجوب

پہلی حدیث

2/2673۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ میں ایک آدمی کو یہ نداء دینے کے لئے روانہ فرمائے تھے کہ ہر مسلمان پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اگرچیکہ بخاری اور مسلم نے ان الفاظ سے اس حدیث کی روایت نہیں کی ہے۔

دوسری حدیث

3/2674۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم فرمائے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے، بڑے آزاد اور غلام کی جانب سے ادا کیا جائے، جن کی پرورش کی ذمہ داری تم پر ہے۔اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

4/2675۔ابن مبارک ابن لھیعہ سے وہ عبید اللہ ابن ابی جعفر سے اور وہ اعرج سے اور اعرج ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ صدقہ فطر ہر اس شخص کی جانب سے ادا

کرتے تھے جوان کے زیر پرورش ہوتا، چاہے وہ نابالغ ہو، یا بالغ، آزاد ہو یا غلام، اگرچیکہ غلام نصرانی کیوں نہ ہوا گر گیہوں ہوتے تو دو مدّ اور اگر کھجور ہوتے تو ایک صاع (ہر ایک کی جانب سے صدقۂ فطر میں دیا جاتا تھا)۔اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے مشکل الآثار میں کی ہے۔

بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنے کے مسائل

ف: مذکورۂ بالا دونوں حدیثوں میں صدقۂ فطر چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑے یعنی بالغ بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنے کا ذکر ہے جبکہ یہ زیر پرورش ہوں۔ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ باپ پر اپنے بالغ بچّہ کی طرف سے اس وقت صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے جبکہ وہ مجنون ہو، اگر بالغ بچہ عاقل بھی ہو تو باپ کے ذمہ ایسی صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگر باپ ایسے بچہ کی طرف سے صدقہ فطر ادا کردے تو استحساناً جائز ہے اور صدقۂ فطر ادا ہوجاتا ہے۔اسی طرح شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگر شوہر بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کردے تو استحساناً جائز ہے اور صدقۂ فطر ادا ہوجاتا ہے۔12

صدقۂ فطر اپنے ہر غلام کی طرف سے ادا کیا جائے اور صدقۂ فطر عید کے دن، اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ادا کیا جاسکتا ہے

5/2676۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے ہر غلام کی طرف سے چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو صدقۂ فطر ادا کرے۔

اس کی روایت عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں کی ہے۔

6/2677۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ صدقۂ فطر نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کردیا جائے۔

7/2678۔اور بخاری کی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم صدقۂ فطر عیدالفطر کے ایک دن یا دو دن پہلے ادا کردیا کرتے تھے۔

ف: ردالمحتار میں لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ صدقۂ فطر عیدالفطر کے دن صبح صادق کے بعد عیدگاہ جانے سے پہلے دیدیا جائے، اور اگر عیدالفطر کے دن سے پہلے اور بعد میں صدقۂ فطر دیدے تو بھی درست ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صدقۂ فطر عیدالفطر کے پہلے ادا کردیا کرتے تھے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے۔

صاحب ردالمحتار نے اس بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ صحابہ اس قسم کے کام اسی وقت انجام دیتے جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سنا ہو، یا حضور کو کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

8/2679 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ صدقہ فطر ہر تونگر (پر واجب) ہے۔

اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔

9/2680 ۔اور امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں تعلیقاً کتاب الوصایا میں بیان کیا ہے اور امام بخاری کی تعلیقات کا حکم احادیث صحیحہ کا ہے۔

10/2681 ۔اور امام بخاری نے ایک مرتبہ اس روایت کو دیگر الفاظ کے ساتھ مسنداً بیان کیا ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صدقۂ فطر غنی یعنی تونگر پر واجب ہے اور شریعت میں تونگر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس پر زکات واجب ہو، یا اس پر زکات تو واجب نہیں لیکن اس کے پاس ضروری اسباب (جیسے گھر، کپڑے اور گھر کا سامان وغیرہ) سے زیادہ اتنی قیمت کا مال و اسباب ہو کہ جتنی قیمت پر زکات واجب ہو جاتی ہے، خواہ وہ تجارت کا مال ہو، یا نہ ہو اور خواہ اس پر سال گزرے یا نہ گزرے (ہدایہ۔ردالمحتار)۔

صدقۂ فطر کا نصاب اور اس کی تحقیق

11/2682 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی کو مکہ معظّمہ یہ ندا دینے کے لئے روانہ فرمائے کہ صدقۂ فطر اسلام کا (ایک شرعی) حق ہے جس کا ادا کرنا (ہر مسلمان پر) واجب ہے (اور جس کی مقدار یہ ہے) گیہوں (دینا چاہے تو ہر آدمی کی طرف سے) دومدّ اور (اگر) جو یا کھجور (دینا چاہے) تو ایک صاع (دیا جائے)۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بزّار نے بھی اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں صدقۂ فطر کی مقدار دومدّ گیہوں مقرر فرمائی گئی ہے، واضح ہو کہ اس زمانہ کے پیمانہ کے لحاظ سے دومدّ کے دو کیلو ہوتے ہیں، اور جو یا کھجور کی مقدار ایک صاع مقرر فرمائی گئی ہے جس کے چار کیلو ہوتے ہیں، کیونکہ دومدّ نصف صاع کے برابر ہوتے ہیں، جس کو امام طحاوی نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اور بیہقی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور عبدالرزاق نے حضرات ابن زبیر، جابر، ابن عباس، ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اور ابو داود اور دارقطنی کے پاس دومدّ نصف صاع کے برابر ہونے کے بارے میں مرفوع حدیثیں بھی مروی ہیں، اور اگر گیہوں کے بجائے صدقہ فطر میں کھجور یا جَو دی جائے تو ہر آدمی کی طرف

سے ایک صاع مقدار کا ادا کرنا ایسی احادیث سے ثابت ہے جس کی روایت سنن کی کتابوں میں صحیح حدیثوں کے ذریعہ کی گئی ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔12

صدقۂ فطر کا نصاب

پہلی حدیث

12/2683 ۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک منادی کو مکہ معظّمہ کی گلیوں میں یہ ندا دینے کے لئے روانہ فرمائے کہ صدقۂ فطر کا ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، اور (نداء کے الفاظ میں) یہ بھی (تھا) کہ (اگر) گیہوں (دیئے جائیں تو) دو مدّ دیئے جائیں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

13/2684 ۔اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صدقہ فطر میں (ایک ایک آدمی کی طرف سے) دو دو مدّ گیہوں دیا کرتے تھے، یہ وہی مدّ ہوتا تھا جس کو ہم کھانے پینے (کے اجناس کے ناپ تول) میں استعمال کرتے تھے۔اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔

تیسری حدیث

14/2685 ۔سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ فطر (کی مقدار) دو مدّ مقرر فرمائے ہیں۔

اس کی روایت ابو داود نے اپنی مراسیل میں کی ہے، اور امام طحاوی نے بھی سعید بن المسیب سے اسی طرح روایت کی ہے۔

صدقہ فطر روزہ کی کوتاہیوں کا کفارہ اور مساکین کی خوراک کا سبب ہے

15/2686 ۔اور ابو داود کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کو روزہ کی حالت میں ہونے والے بیہودہ کاموں اور فحش باتوں سے پاک کرنے والا قرار دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صدقہ فطر کو) اس لئے بھی (واجب) قرار دیا ہے کہ اس سے مساکین کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے۔

صدقۂ فطر کے وجوب کی علّت

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" (روزہ میں جولغو کام اور فحش باتیں ہوجائیں، صدقہ فطر ان کے لئے کفارہ ہے اور صدقہ فطر سے مساکین کی خوراک کا بھی انتظام ہوجاتا ہے)

فقہاء نے بالغ اور مکلّف لوگوں پر صدقہ فطر کے وجوب کی علت طُهْرَةً لِلصَّائِمِ کو قرار دی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" . (نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں) (سورۂ ہود، پ:12، ع:10، آیت نمبر:114)

اور نابالغ بچوں پر صدقہ فطر کے وجوب کی علت "وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" قرار دی گئی ہے، اس لئے کہ بچوں پر روزہ فرض نہیں، اس لئے کہ وہ غیر مکلّف ہیں تو بچوں پر صدقہ فطر اس لئے واجب ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے سے مساکین کی خوراک انتظام ہوجاتا ہے۔ (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) 12

(3/83) بَابَ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ
(اس باب میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کو زکات اور صدقۂ فطر لینا جائز نہیں)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ ''۔اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ توبہ: آیت نمبر:103، پ:11، ع:13، میں) آپ (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے اموال میں سے صدقہ (زکات یا نفل خیرات) لے لیجئے (اور اس کو مساکین میں تقسیم فرمادیجئے) (جس کے ذریعہ سے) آپ ان کو پاک وصاف کردیں گے (اس آیت شریف کا ترجمہ تفسیر خازن اور تفسیرات احمدیہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12)۔(ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ زکات کا مال اس مال کی طرح ہے جو میل کو صاف کرتا ہے، تفسیرات احمدیہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے)۔
وَقَوْلُهٗ: ''اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ''. (سورۃ البلد، آیت نمبر:16، پ:30، ع:1) یا کسی مسکین خاک نشین کو (کھانا کھلانا)۔

زکات اور صدقہ کا لینا حضور پر حرام ہے
پہلی حدیث

1/2687۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ سے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک کھجور پر پڑی جو راستہ میں (پڑا ہوا) تھا، آپ اس کو دیکھ کر فرمائے اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کہیں کا صدقہ کا ہو تو میں اس کو کھالیتا (لیکن میں اس کو نہیں کھایا، اس خوف کہ کہیں یہ صدقہ کا ہو)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2688۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب (کہیں سے) کھانا پیش کیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت فرماتے کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ (ان) اصحاب سے (جو اہل بیت سے نہ ہوں) فرماتے آپ لوگ کھالیجئے اور اگر یہ عرض کیا جاتا کہ (یہ کھانا) ہدیہ ہے تو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست مبارک بڑھاتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ تناول فرماتے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بنی ہاشم پر زکات اور صدقہ لینا حرام ہے

پہلی حدیث

3/2689۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکات (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) کے کھجور میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لیا (یہ دیکھ کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کِخ کِخ (یعنی تھوک دو، تھوک دو) فرمایا تا کہ وہ کھجور منہ سے نکال کر پھینک دیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تفہیم کے لئے) فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم (بنی ہاشم) زکات اور صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بنی ہاشم کو زکات دینے کی تحقیق

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اِنَّا لَا نَاکُلُ الصَّدَقَةَ" (ہم (بنی ہاشم) زکات اور صدقہ نہیں کھاتے ہیں) اسی بناء پر درمختار میں لکھا ہے کہ زکات اور صدقۂ فطر بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں۔ چنانچہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو صدقہ دینا مطلقاً منع ہے اور علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کا کسی بنی ہاشم کو زکات دینا جائز ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے جیسا کہ نہر میں مذکور ہے۔ شرح النقایہ میں لکھا ہے کہ امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ بنی ہاشم کو اس زمانہ میں ہر قسم کے صدقات لینا جائز ہے اور صدقات لینے کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں تھی کیونکہ بنو ہاشم کو مال غنیمت میں خمس ملا کرتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساقط ہوگیا۔ جس کی وجہ سے بنو ہاشم کے لئے صدقات کا قبول کرنا جائز ہوگیا۔ امام طحاوی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ زکات اور دیگر صدقات بنی ہاشم کو دینا جائز ہے۔12

دوسری حدیث

4/2690۔ عبدالمطلب بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یہ صدقات لوگوں کے (اموال کے) میل ہیں (جو لوگوں کو اور ان کے مالوں کو پاک کرتے ہیں اس لئے) نہ تو یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

حلال ہیں، نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے لئے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جن بنو ہاشم کو صدقہ دینا حرام ہے ان کی تفصیل

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صدقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال نہیں، اس بارے میں مرقات اور اشعتہ اللمعات میں لکھا ہے کہ یہاں ''آل محمد'' -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- سے مراد اقرباء یعنی بنو ہاشم ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

اولاد حارث بن عبدالمطلب، اولاد عباس بن عبدالمطلب، اولاد حضرت علی بن ابی طالب، اولاد جعفر بن ابی طالب، اولاد عقیل بن ابی طالب، ہدایہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

باندی جب آزاد کردی جائے تو اس کو سابقہ نکاح فسخ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے

5/2691۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ بَرِیرۃ (جو حضرت عائشہ کی آزاد کردہ باندی تھیں) کی وجہ سے شریعت کے تین احکام معلوم ہوئے (ایک) یہ کہ جب بَرِیرۃ آزاد کردی گئیں تو ان کو اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیدیا گیا (اس کو خیار عتق کہتے ہیں۔خیار عتق یہ ہے کہ باندی جب آزاد کردی جائے تو وہ مختار ہے کہ چاہے تو وہ اپنے سابقہ نکاح کو فسخ کردے یا باقی رکھے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام)۔جیسا کہ اشعتہ اللمعات اور مرقات میں مذکور ہے)۔

مالک بھی آزاد کردہ غلام یا باندی کا وارث ہوسکتا ہے

(دوسرا حکم یہ تھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بَرِیرۃ کے آزاد کرنے کے موقع پر) ارشاد فرمائے کہ حق وِلاء اسی کو حاصل ہے جس نے اس کو آزاد کیا (یعنی غلام یا باندی کو کوئی آزاد کردے اور اس کے بعد ان کے پاس مال و دولت آجائے پھر وہ مرجائیں اور ان کا کوئی حقیقی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا ہی ان کا وارث ہوگا۔اس حق کو حق ولاء کہتے ہیں)۔جیسا کہ اشعتہ اللمعات اور نورالانوار میں مذکور ہے۔12

صدقہ لینے والا صدقہ لینے کے بعد اس مال کو بطور ہدیہ دوسروں کو دے سکتا ہے

(تیسرا حکم یہ تھا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دفعہ تشریف لائے اس وقت ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روٹی اور گھر کا دوسرا سالن پیش کیا گیا تو حضورؐ فرمائے کیا میں ہانڈی میں گوشت پکتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں (یہ مجھے کیوں نہیں دیا جاتا) عرض کیا گیا کہ جی ہاں گوشت پک رہا ہے لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرۃ کو بطور صدقہ دیا گیا تھا۔اور آپ چونکہ صدقہ نہیں کھاتے (اس لئے آپ کو نہیں دیا گیا) اس پر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (وہ گوشت) جو بریرہ کو دیا گیا تھا وہ ان کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے (بریرۃ کی جانب سے) ہدیہ ہے۔

(اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز حاجتمند کو بطور زکات یا صدقہ دی جائے اور وہ شخص کسی ایسے شخص کو وہ مال دیدے جس پر زکات حرام ہے تو اس کو مال کا لے لینا جائز ہے کیوں کہ ملک کی تبدیلی اس چیز کے وصف کی تبدیلی کا سبب ہے۔) (جیسا کہ اشعتہ اللمعات اور نورالانوار میں مذکور ہے۔12۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

6/2692۔اور بخاری نے اس کی روایت **مُقَطَّعًا** یعنی چیدہ چیدہ کی ہے۔

ہدیہ قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا مسنون ہے

7/2693۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور ہدیہ کا بدلہ دیا کرتے تھے۔
اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دعوت اور ہدیہ کا قبول کرنا مسنون ہے اگر چہ کہ وہ کم تر درجہ کے ہوں

8/2694۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت فرماتے ہیں کہ اگر مجھے بکرے کے ایک پایہ کی بھی دعوت دی جائے (اس سے ادنیٰ سے ادنیٰ چیز مراد ہے) تو میں اس کو قبول کروں گا اور اگر میرے پاس بکرے کا ایک دست بھی ہدیۃً بھیجا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مستحق زکات کون ہیں؟

9/2695۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (حقیقی) مسکین وہ نہیں ہے جو ایک ایک دو دو لقموں اور ایک ایک دو دو کھجوروں کے لئے لوگوں کے گرد گھومتا رہے لیکن (حقیقی) مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی کفایت کرے اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے لوگوں سے (اس کو) بے نیاز کردے اور (وہ کسی سے سوال نہیں کرتا اس وجہ سے) لوگوں کو اس کی ضرورت کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو خیرات دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے پاس جا کر مانگتا پھرتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مسکین اور فقیر کون ہیں؟

ف: واضح ہو کہ زکات کے مستحق مسکین اور فقیر دونوں ہیں، فقیر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو، اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو، اور جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ''(سورۃ البلد، آیت نمبر:16، پ:30، ع:1، میں) یا کسی مسکین خاک نشین کو، اس وجہ سے امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ دونوں کے پاس اور ان کے پاس بھی جنہوں نے ان دونوں ائمہ کی پیروی کی ہے، مسکین، فقیر سے زیادہ تنگ حال ہوتا ہے۔

یہ مضمون مرقات، درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔

بنی ہاشم کو اور ان کے غلاموں کو صدقہ لینا جائز نہیں

10/2696۔ ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو زکات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا تو انہوں نے ابورافع سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے) کہا: تم بھی میرے ساتھ چلو کہ تمہیں بھی اس میں سے کچھ مل جائے گا تو ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں (میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا) تاوقتیکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اجازت نہ حاصل کرلوں۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کو دریافت کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں (اس لئے کہ ہم بنی ہاشم ہیں) اور قوم کے غلام اسی قوم میں (شمار) ہوتے ہیں (یعنی غلام بھی اپنے آقا کی قوم میں شمار کئے جاتے ہیں اس لئے تم پر بھی صدقہ حلال نہیں)۔ اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

بغیر احتیاج کے سوال کرنے کی وعید اور غنی کے لئے صدقہ لینے کی حرمت

11/2697۔ حُبشی بن جُنادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس کسی شخص نے بغیر فقر و احتیاج کے سوال کیا (اور بغیر استحقاق کے مال حاصل کرلیا تو گویا وہ مال نہیں کھاتا ہے بلکہ) وہ آگ کھاتا ہے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

12/2698۔ اور ترمذی، ابوداؤد، دارمی، امام احمد، نسائی اور ابن ماجہ، ان سب کتابوں کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے کہ غنی کے لئے صدقہ لینا

حلال نہیں ہے۔

ف(1): صدر کی حدیث میں بغیر فقر واحتیاج کے سوال کرنے کی جو وعید مذکور ہے، اس سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے کہ سوال اسی وقت کرنا جائز ہے جبکہ کوئی فقر اور تنگی میں ہو، جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے۔

غِنٰی کے اقسام

ف(2): واضح ہو کہ حدیث شریف کے دوسرے حصہ میں ارشاد ہے کہ غنی کے لئے صدقہ لینا حلال نہیں، اس بارے میں مرقات میں محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ غنی یعنی تونگری کی تین قسمیں ہیں: (1) غنی کی ایک قسم یہ ہے کہ جس سے زکات واجب ہوتی ہو اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نصاب کا مالک ہو، اور اس پر سال بھی گزرے اور وہ مال نامی یعنی اس میں بڑھنے کی صلاحیت موجود ہو۔ (2) غنی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کو صدقہ لینا اس لئے جائز نہیں کہ اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے اور صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہونے کا نصاب یہ ہے کہ کسی کے پاس اس کے ضروری اسباب سے زیادہ اتنی قیمت کا مال واسباب موجود ہو کہ اتنی قیمت پر زکات واجب ہو جاتی ہے اور (3) غنی کی تیسری قسم یہ ہے کہ جس کی وجہ سے اگر کوئی اس کو صدقہ دیدے تو وہ صدقہ تو لے سکتا ہے لیکن سوال نہیں کر سکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے پاس ایک دن کی خوراک اور اتنا کپڑا موجود ہو، جس سے اس کی ستر پوشی ہو جائے۔ مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔ اور شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ زکات اغنیاء کو نہ دی جائے چاہے وہ جہاد کے لئے جا رہے ہوں یا حج کے لئے اور یہی حنفی مذہب ہے۔ 12

قوی اور تندرست کا سوال کرنا حرام ہے اور ایسے شخص کے مانگنے پر زکات کا دینا جائز ہے

13/2699۔ عبیداللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے دو آدمیوں نے بیان کیا کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت زکات کا مال تقسیم فرما رہے تھے، انہوں نے بھی آپ سے زکات کا مال طلب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غور سے دیکھا اور نگاہیں نیچے کرلیں، ہم کو قوی اور تندرست دیکھ کر حضور فرمائے: اگر تم چاہو تو میں تم کو اس میں سے دیدوں، لیکن زکات میں نہ تو غنی کا حصہ ہے اور نہ ایسے قوی شخص کا حصہ ہے جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "**وَ اِنْ شئتما اعطیتکما**" ان دو قوی شخصوں سے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زکات کا مال طلب کیا تھا، حضورؐ ارشاد فرمائے "اگر تم دونوں

چاہو تو میں تم کو اس (مال زکات میں سے) کچھ دیدوں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادمبارک کے دو جزء ہیں: (1) ایک یہ کہ قوی اور کمانے کی طاقت رکھنے والے کا سوال کرنا۔ (2) دوسرا یہ کہ قوی اور کمانے کی طاقت رکھنے والے کو مال زکات کا دینا۔

ان دونوں صورتوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قوی اور تندرست شخص کو زکات کا دینا حرام ہے خواہ وہ سوال کرے یا نہ کرے۔ مسلک حنفی پہلے جزء کے بارے میں یہ ہے کہ قوی اور تندرست شخص کا سوال کرنا حرام ہے کیوں کہ اگر قوی اور تندرست کا سوال کرنا حرام نہ ہوتا تو حضور ان سے یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو یعنی مال طلب کرو، کیوں کہ بظاہر تمہارا قوی اور تندرست ہونا اور کمانے کی طاقت رکھنا تمہارے لئے سوال کرنے کی حرمت کا سبب ہے۔ اس سے قوی اور تندرست کے لئے حرمت سوال کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام اور امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ جس کو صاحب مرقات نے بیان کیا ہے۔

ارشادمبارک'' **و ان شئتما اعطیتکما**'' کے دوسرے جزء قوی اور تندرست کو مال زکات کا دینا ہے۔ اس بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ قوی اور تندرست کو جب کہ وہ سوال کرے مال زکات کا دینا جائز ہے۔ اس لئے کہ سوال کرنے والے کی حقیقت حال سے دینے والا باخبر نہیں ہوتا اور اگر ایسے شخص کو اگر زکات دی جائے تو زکات ادا ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو (مال زکات میں سے) دیدوں۔ اگر ان قوی اور تندرست آدمیوں کا مال زکات کا لینا حرام ہوتا کہ جس کی وجہ سے زکات دینے والے کی زکات ہی ادا نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ نہ فرماتے کہ میں اس میں سے تم کو دیدیتا ہوں۔ (یہ مضمون ہدایہ سے ماخوذ ہے اور ابن الہمام اور امام طحاوی اور سندھی نے بھی ایسا ہی کہا ہے)

اور اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ قوی اور تندرست شخص جو کمانے کی طاقت بھی رکھتا ہوا گر وہ فقیر اور تنگدست ہو تو ایسے شخص کو بھی زکات دینا جائز ہے۔ 12

زکات لینے کے مستحق کون کون ہیں؟

پہلی حدیث

14/2700 ۔ زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنادیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ان کے صدقات یعنی زکات میں سے کچھ مقرر فرمادیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (میرے لئے زکات میں سے کچھ حصہ) مقرر فرمایا، اور ایک حکم نامہ بھی لکھوادیا۔ ایک دوسرا شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی زکات میں سے کچھ دیدیجئے تو ان

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اللہ تعالی نے زکات کے متعلق فیصلہ نبی یا غیر نبی کسی کے ہاتھ میں نہیں رکھا بلکہ اللہ بزرگ و برتر نے اس کے بارے میں آسمان سے حکم نازل فرمایا ہے۔ پس تقسیم کیا اللہ تعالی نے (زکات کو) آٹھ حصوں پر (یعنی آٹھ قسم کے آدمیوں کے لئے اللہ تعالی نے زکات کو حلال کیا ہے پس اگر تم ان (آٹھ) قسم کے لوگوں میں سے ہو تو میں تم کو زکات دیدوں گا۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مستحقین زکات کا ذکر ہے، ان کو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے (سورۂ توبہ، آیت نمبر:60، پ:10، ع:8)" اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ " (فرض صدقات یعنی زکات تو صرف غریبوں کا اور محتاجوں کا اور زکات کے وصول کرنے والوں کا اور ان کا حق ہے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کرنا اور قرض داروں (کے قرض کی ادائی) میں خرچ کرنا اور راہ جہاد میں صرف کرنا، اور مسافروں کی امداد میں دینا)۔

آیت شریفہ میں زکات کے مستحق آٹھ آدمیوں کو قرار دیا گیا ہے جن میں فقراء اور مساکین کی تفصیل حدیث 69 کے فائدہ میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے گزر چکی ہے بقیہ اشخاص کی تفصیل ملاحظہ ہو:

(3) عاملین یعنی محصلین زکات جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ہوں ان کو باوجود غنی ہونے کے اسی زکات میں سے بطور اجرت کے دینا جائز ہے مگر عامل بنی ہاشم ہو تو اس کو مال زکات میں سے دینا جائز نہیں۔

(4) "وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ": رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ان لوگوں کو بھی زکات دی جاتی تھی جو مسلمان نہ ہوں مگر ان کے مسلمان ہونے کی امید پر یا ان کے شر اور فتنہ سے بچنے کے لئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ان کے زکات کے مستحق نہ ہونے پر اجماع ہو گیا اور اب یہ حکم باقی نہ رہا۔

(5) وَفِى الرِّقَاب: یعنی مکاتب غلام، ایسا غلام جس کو اس کے مالک نے کہہ دیا ہے کہ تو اتنا روپیہ دیدے تو آزاد ہے، ایسے غلام کو زکات دینی جائز ہے تا کہ وہ اپنے آقا کو وہ رقم دے کر آزاد ہو جائے۔

(6) وَالْغٰرِمِيْنَ: سے مراد ایسے قرضدار ہیں جن پر اتنا قرض ہو کہ قرض کے منہا ہونے کے بعد جو رقم باقی رہ جائے وہ نصاب سے کم ہو تو ایسے لوگوں کو زکات کی رقم لے کر ان کے قرض کو ادا کرنا

درست ہے۔

(7) وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: ایسے مجاہد اور غازی کو زکات کا دینا درست ہے جو اپنا گھر اور مال و اسباب تو رکھتا ہے مگر میدان جہاد میں گھر سے جدا ہو کر حاجت مند ہو گیا ہے اور یہاں اس کے پاس کوئی سامان نہیں، یہی حکم حاجی کا ہے۔

(8) وَابْنِ السَّبِیْلِ: ایسا مسافر جو اپنے وطن میں مال و دولت رکھتا ہو، لیکن مسافرت میں غریب الوطن ہو کر حاجت مند ہو گیا ہے، ایسے شخص کو بھی مال زکات دینا درست ہے۔

ان ساری صورتوں میں شرط یہ ہے کہ جن کو زکات دی جائے ان کو اس کا مالک کر دیا جائے، بغیر مالک بنائے زکات ادا نہ ہوگی۔

یہ سارے احکام فرض زکات سے متعلق ہیں۔ نفل صدقات میں یہ شرائط نہیں ہیں۔

ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ زکات لینے والا ہاشمی نہ ہو۔

(ہدایہ، تفسیرات احمدیہ) 12

دوسری حدیث

15/2701۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت شریف ''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ'' الخ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں جن جن لوگوں کو مستحق زکات قرار دیا گیا ہے ان میں سے تم جس کسی کو بھی زکات دو گے تمہاری زکات ادا ہو جائے گی۔ اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

16/2702۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف(1): آیت ''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ' کی تفصیل اس سے پہلے والی حدیث کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔

مستحقین زکات میں سے کسی ایک کو بھی زکات دی جائے تو زکات ادا ہو جاتی ہے

ف(2): اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مستحقین زکات میں سے جس کسی کو زکات دی جائے تو زکات ادا ہو جائے گی اس بارے میں ہدایہ میں لکھا ہے کہ زکات ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ مذکورہ مستحقین زکات میں سے ہر ایک کو دے یا چاہے تو وہ مذکورہ لوگوں میں کسی ایک ہی کو دیدے۔ ہر دو صورتوں میں زکات ادا ہو جائے گی اور یہی مذہب حنفی ہے۔

تنگدست کوزکات دینا جائز ہے اگرچیکہ وہ صحیح اور تندرست ہو، اور باوجود تنگدستی کے سوال نہ کرنا افضل ہے

17/2703۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کو تنگدستی لاحق ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: جو شخص (باوجود تنگی کے) سوال کرنے سے بچے (اور اپنی تنگی کا دوسروں سے شکوہ نہ کرے) تو اللہ تعالی اس کو (دوسروں کا) محتاج ہونے سے بچالیتے ہیں اور جو (دوسروں کے مال سے اپنے دل کو) غنی رکھے تو اللہ تعالی اس کو غنی بنادیتے ہیں اور جو ہم سے مانگے ہم اس کو دیں گے۔ابوسعید خدری کہتے ہیں میں اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ میں اب کسی سے سوال نہیں کروں گا تا کہ اللہ تعالی مجھے (دوسروں کا) محتاج بننے سے بچائے اور اپنے (قلب) کو غنی رکھوں گا تا کہ اللہ تعالی مجھے غنی بنادے وہ کہتے ہیں کہ (میرے اس عزم کے بعد) خدا کی قسم چند ہی روز نہ گزرنے پائے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام میں کشمش تقسیم فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے ہمارے لئے بھی حصہ روانہ فرمائے۔پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَو تقسیم فرمائے تو اس میں سے بھی ہمارے پاس حصہ روانہ فرمائے، پھر کیا تھا کہ ہم پر دنیا کا سیلاب امنڈ آیا اور (دنیا نے تونگری میں) ہم کو ڈبودیا۔ہاں مگر وہی شخص محفوظ رہا جس کو اللہ تعالی نے محفوظ رکھا۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "مَنْ سَأَلَنَا اَعْطَيْنَا"، یعنی جو ہم سے مانگے ہم اس کو دیں گے۔اس بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب اپنے صحابہ سے تھا جن میں اکثر و بیشتر صحیح وتندرست تھے ان میں کوئی اپاہج یا مریض نہ تھے، ہاں البتہ تنگدست ضرور تھے، ان کے صحیح وتندرست ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زکات حاصل کرنے سے نہیں روکا، اور یہ نہیں فرمائے کہ ہم اسی کو زکات دیں گے جو صحیح اور تندرست نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ زکات لینا جائز ہونے کی شرط صحت اور مرض نہیں بلکہ تنگدستی ہے۔

اس حدیث شریف سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے پر اس شخص کو فضیلت دی ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور اپنے کو مانگنے سے بچاتا ہو، جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے۔12

فرض زکات اسی مقام کے مسلمان فقراء میں تقسیم کرنا چاہئے

18/2704 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے (یمن کا حاکم بنا کر) بھیجے تو فرمائے کہ تم ایک ایسی قوم میں جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں (یعنی یہود ونصاریٰ ہیں) پس تم ان کو (اسلام کی) دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو مان لیں (یعنی اسلام قبول کرلیں) تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر ہر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس بات کو (یعنی پنجگانہ نمازوں کی فرضیت کو) مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر زکات فرض کی ہے جو ان کے (ایسے) مالداروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہیں اور جن کے مال زکات واجب ہونے کے شرائط پر پورے اترتے ہیں) اور ان کے (مسلمان) فقراء پر تقسیم کی جائے گی (جو زکات لینے کے مستحق ہیں) اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کا بہترین مال (زکات میں) نہ لینا (اور اسی طرح ناقص مال بھی نہ لینا بلکہ متوسط مال لینا کہ نہ تو زکات دینے والے کا نقصان ہو اور نہ بیت المال کا اور زکات کا مال وصول کرنے میں زیادتی اور بدزبانی سے زکات دینے والے کو تکلیف نہ دینا) اور (ایسے) مظلوم کی بددعاء سے خود کو بچائے رکھنا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ" یعنی زکات ان ہی کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اس بارے میں اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ فرض زکات مسلمان فقراء ہی میں تقسیم کی جائے، البتہ نفل صدقات غیر مسلم فقراء کو بھی دے سکتے ہیں۔

حدیث شریف کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زکات کو اسی مقام کے فقراء میں تقسیم کرنا چاہئے، اس لئے زکات کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا درست نہیں، البتہ اگر دوسرے شہر میں قرابت دار ہوں یا وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں تو اس صورت میں زکات کا منتقل کرنا درست ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ 12

زکات کا مال ہدیۃً قبول کرنے سے پرہیز بطور تقویٰ اولیٰ ہے

19/2705 ۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ دودھ پیا، وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص سے جس نے آپ کو یہ دودھ پلایا تھا دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے تو انہوں نے کہا کہ پانی کی ایک

جگہ پر اترا تھا جس کا انہوں نے نام بھی بتایا اور (کہا کہ) وہاں زکات کے کچھ اونٹ آئے ہوئے تھے اور لوگ ان کو پانی پلا رہے تھے تو اونٹ والوں نے ان کا دودھ نچوڑا یہی وہ دودھ ہے جس کو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا (اور آپ کو پیش کیا ہوں ۔ یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حلق میں)انگلی ڈال کر قے کر دی (اور دودھ نکال دیا)۔

اس کی روایت امام مالک نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قے کے ذریعہ دودھ جو نکال دیا آپ کا یہ عمل تقویٰ اور پرہیز گاری کی بناء پر تھا۔ ورنہ اس طرح کا مال جو کسی فقیر کی جانب سے کسی غنی کو بطور ہدیہ دیا جائے ،اس کا استعمال کرنا درست ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث 66 میں گزر چکا ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ " لَهَا صَدَقَةٌ وَ لَنَا هَدِيَّةٌ" (ان کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے)۔

(4/84)بَابُ مَنْ لَاتَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَ مَنْ تَحِلُّ لَهٗ

(یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے کہ جن کوسوال کرنا (مانگنا) جائز نہیں ہے اور جن کوسوال کرنا جائز ہے)

ف: واضح ہو کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی خوراک موجود ہو اس کو بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے اور ایسے شخص کے لئے بھی سوال کرنا حرام ہے جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور بھیک مانگنے کو پیشہ بنالینا بھی حلال نہیں ہے البتہ ایسے شخص کوسوال کرنا جائز ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی سوال کرنا جائز ہے جو کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور ایسے شخص کے لئے بھی سوال جائز ہے جس کے پاس سترِ عورت یعنی ناف کے نیچے سے لے کر جسم کو گھٹنوں سمیت ڈھانکنے کے لئے کپڑا موجود نہ ہو اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بے ضرورت سوال کرنا جائز نہیں ہے اگر ضرورتاً کوئی سوال کرے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان تین شرائط کا لحاظ کرے: ایک یہ کہ خود کو ذلیل نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ سوال کرنے میں آہ وزاری نہ کرے، اور تیسرے یہ کہ جس سے سوال کر رہا ہو اس کو ایذاء نہ دے۔

ان مذکورہ شرائط کے ساتھ سوال کرنے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایسا سوال کرنا حرام ہے یا کراہت کے ساتھ حلال ہے البتہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر مذکورہ شرائط میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو ایسا سوال حرام ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

وہ تین آدمی جن کے لئے سوال کرنا جائز ہے

1/2706 ۔قبیصۃ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قرضہ کی ادائی کی ضمانت اپنے اوپر لی تھی (جو ایک دیت یعنی خونبہا کے سلسلہ میں تھی، چوں کہ مصرف زکات میں قرض کی ادائی بھی شامل ہے اس لئے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قرض کی ادائی کے لئے کچھ مرحمت فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: کچھ دن ٹھہر جاؤ۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس زکات کا مال آجائے اور ہم اس میں سے تم کو دلوادیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اے قبیصۃ! (یاد رکھو) سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ (ایک) اس شخص کے لئے جو کسی قرضہ کا ضامن ہو تو اس کے لئے اسی حد تک مانگنا جائز ہے کہ اس سے اس قرضہ کی ادائی ہو جائے (بشرطیکہ وہ اس کی ادائی سے

قاصر ہو) اور پھر اس کے بعد نہ مانگے۔ (دوسرے) اس شخص کو سوال کرنا جائز ہے جس کا مال و اسباب کسی آفت ناگہانی کے تحت تباہ و برباد ہوگیا ہو) جیسے کھیتی گھر دار وغیرہ تو ایسے شخص کو) اس حد تک (مانگنا جائز ہے) جس سے اس کے کھانے اور کپڑے کی ضرورت پوری ہوجائے یا اس حد تک کہ وہ اپنا کاروبار سدھار لے سکے (تیسرے) اس شخص کو (بھی) سوال کرنا جائز ہے جو ایسے فقر وفاقہ میں مبتلا ہوگیا ہو کہ جس کی تصدیق ایسے تین سمجھدار آدمی کرتے ہوں جو اس کو جاننے پہچاننے والے ہوں (تو اس کو) اس حد تک (مانگنا جائز ہے) کہ جس سے اس کی خوراک اور لباس کی ضرورت پوری ہوجائے یا اس حد تک کہ وہ اپنی زندگی کو سنبھال لے سکے۔ اے قبیصۃ! ان تینوں کے سواء کسی کو سوال کرنا جائز نہیں ہے (اگر کوئی شخص ان تینوں صورتوں کے سواء سوال کرے گا) تو ایسا سوال اس کے لئے حرام ہوگا اور (اس سوال کے ذریعہ سے) وہ حرام مال کھائے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حاجت مند اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے سوال کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے سوال کرنے کے لئے معذوری اور بیماری شرط نہیں ہے۔ تندرست آدمی جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو، اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے سوال کرسکتا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

ناجائز سوال کی وعید

پہلی حدیث

2/2707۔ حبشی بن جنادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ غنی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے (یعنی ایسے شخص کے لئے جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو) اور نہ اس شخص کے لئے (سوال کرنا جائز ہے) جو تندرست اور طاقت ور ہو (اور کمانے پر قادر ہو) ہاں اس شخص کو (سوال کرنا جائز ہے) جس کو فقر و فاقہ نے زمین پر گرا دیا ہو، یا زیادہ قرضدار ہوگیا اور جو شخص اپنے مال کو بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا پھرے تو یہ (سوال) قیامت کے دن اس کے چہرے پر زخم کی صورت میں نمودار ہوگا اور (اس طرح کے سوال سے حاصل کیا ہوا مال قیمت کے دن) جہنم کے گرم پتھروں کی شکل میں ہوگا جن کو یہ کھائے گا (چہرے پر زخم کا عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے اللہ تعالی کی مرضی کے خلاف غیر اللہ کی طرف

توجہ کی اور سوال کیا اور گرم پتھروں کے کھانے کا عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے اپنی زبان اور منھ سے سوال کرکے اللہ تعالی کی شکایت مخلوق سے کی ہے) (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے ۔12) تو جو چاہے اس کو (یعنی ایسے ناجائز سوال کے عذاب کو) کم کرے اور جو چاہے اس کو بڑھالے ۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے ۔

ف : حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ غنی کے لئے سوال جائز نہیں ہے، اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ جس کسی کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو تو ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور اس شخص کے لئے بھی سوال کرنا جائز نہیں ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک تو موجود نہیں، لیکن وہ صحیح اور تندرست ہے اور کمانے پر قادر ہے ۔12

دوسری حدیث

3/2708۔ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (لوگوں سے ان کے مال کا) سوال کرنا زخم ہے کہ آدمی سوال کرکے اپنے چہرہ کو زخمی کرلیتا ہے (یعنی انسان سوال کرکے اپنے آپ کو بے آبرو کرلیتا ہے) پس جو شخص چاہے (سوال نہ کرکے اپنی آبرو کو) اپنے چہرہ پر باقی رکھے اور جو چاہے اس کو چھوڑ دے (یعنی سوال کرکے اپنی عزت اور آبرو کو برباد کردے) البتہ آدمی حاکم سے (اپنے حق کے لئے) سوال کرے یا کسی ایسے کام کے لئے جس کے لئے سوال کرنا ناگریز ہے (لوگوں سے سوال کرے، جیسے کسی کے پاس ایک دن کی بھی خوراک نہ ہو تو ایسا سوال چہرہ پر زخم کا سبب نہ بنے گا) ۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے ۔

ضرورت پر کس سے سوال کریں؟

4/2709۔ ابن الفراسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ان کے والد) فراسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں لوگوں سے سوال کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے : نہیں (سوال نہ کرو) اور اگر سوال کرنا ضروری ہو تو نیک لوگوں سے سوال کیا کرو (اس لئے کہ نیک لوگوں کے پاس حلال رزق ہوتا ہے اور وہ کریم ہوتے ہیں کہ دے کر احسان نہیں جتاتے) ۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے ۔

مانگنے کی مذمت اور کسب حلال کی ترغیب

5/2710۔زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تم میں سے کوئی (حاجتمند ہو اور وہ سوال سے بچنے کے لئے) اپنی رسی اپنے ہاتھ میں لے لے اور (جنگل سے) جلانے کی لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لائے اور اس کو بیچ دے اور اس (معاش) کے ذریعہ سے اللہ تعالی اس کی آبرو کو برقرار رکھیں (اور اس کو سوال کی ذلت سے بچالیں) تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرے، خواہ لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ سائل کو لوگ دیں یا نہ دیں دونوں صورتیں اس کے لئے بہتر نہیں، سائل کو لوگ اگر دیدیں تو یہ اس لئے بہتر نہیں کہ وہ ان کا احسان مند ہوگا اور اس کو مانگنے کی عادت ہوجائیگی اور اگر سائل کو لوگ نہ دیں تو یہ چیز اس کے لئے اس وجہ سے بہتر نہیں کہ اس نے سوال کر کے خود کو ذلیل کیا، اور سوال کے باوجود اس کو کچھ ملا بھی نہیں۔

(یہ اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے)12

مانگنے کی مذمت اور کسب حلال کی ترغیب کا ایک واقعہ

6/2711۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر کچھ مانگنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دریافت فرمائے کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں میرے پاس ایک موٹی کمبل ہے جس کا ایک حصہ تو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور ایک حصہ بچھا لیتے ہیں، اور لکڑی کا ایک چھوٹا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ تم وہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ تو وہ انصاری دونوں چیزیں آپ کی خدمت میں لے آئے، ان دونوں چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں لے کر فرمائے: ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں کو ایک درھم میں لیتا ہوں۔ پھر آپ فرمائے کہ اس کو ایک درھم سے زیادہ میں کون خریدتا ہے؟ اس کو آپ دو یا تین بار فرمائے! اس پر ایک صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں کو دو درھم میں لیتا ہوں تو حضور ان دونوں چیزوں کو ان کے حوالہ فرمائے اور درہم لے لئے اور ان کو انصاری کو دے کر ارشاد فرمائے کہ ایک درہم کا غلہ لے کر گھر والوں کو دیدو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس

لے آؤ تو وہ انصاری کلہاڑی خرید کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کلہاڑی میں لکڑی (کا دستہ) اپنے دست مبارک سے لگا دی اور فرمایا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو اور پندرہ دن تک تم مجھ سے نہ ملنا (اور اسی کام میں مشغول رہنا) چنانچہ وہ انصاری چلے گئے (روزآنہ) لکڑیاں کاٹتے اور فروخت کیا کرتے، پھر جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درھم تھے تو (انھوں نے اس میں سے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان صاحب سے ارشاد فرمائے کہ یہ کام تمہارے لئے مانگنے سے بہتر ہے کہ جس کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر ایک داغ ہو جائے، کیوں کہ مانگنا صرف تین ہی آدمیوں کے لئے جائز ہے: (ایک) اس شخص کے لئے جو فقرہ وفاقہ سے خاک آلودہ ہو چکا ہو یا (دوسرے) اس شخص کے لئے جو بہت قرضدار ہو اور (قرض کے بار سے) پریشان ہو، یا (تیسرے) اس شخص کے لئے جس پر خون بہا واجب ہو اور (اس کو ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے) بہت پریشان ہو۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

مانگنے کی وعید

پہلی حدیث

7/2712۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو لوگوں سے اس غرض سے سوال کرتا ہے کہ وہ خوب مالدار بن جائے تو وہ حقیقت میں (جہنم کے انگارے مانگتا ہے اب اسے اختیار ہے کہ چاہے وہ اپنے لئے آگ کے شعلہ کم جمع کرے یا زیادہ (جس میں سے جلنا ہوگا)۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/2713۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے (بغیر استحقاق کے) مانگتا رہتا ہے تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرہ پر ذرہ برابر بھی گوشت نہیں رہے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

9/2714۔معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ مانگنے میں اصرار کرکے زچ نہ کیا کرو۔کیوں کہ خدا کی قسم اگر کسی کے مانگنے کی وجہ سے میں بادل ناخواستہ کچھ دیدیتا ہوں تو اس کو میں نے جو مال دیا ہے اس میں برکت نصیب نہ ہوگی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

فقروفاقہ میں مسلمان کیا کرے

10/2715۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں: جوکوئی فاقہ کشی میں مبتلا ہوگیا ہو،یعنے کوئی سخت حاجت درپیش ہوگئی ہواوراس نے (بطور شکایت) لوگوں پر ظاہر کرکے ان سے حاجت روائی کی خواہش کی ہوتو اس کی حاجت پوری نہیں ہوگی اور جو اپنی حاجت کو(بجائے مخلوق کے) اللہ تعالی کے آگے پیش کیا ہوتو اللہ تعالی اس کی حاجت بقدر کفایت جلد پوری فرمادیں گے وہ اس طرح کہ یا تو اس کو غنی کردیں گے یا اس کو موت سے ہمکنار کردیں گے۔اس کی روایت ابوداؤداورترمذی نے کی ہے۔

سوال نہ کرنے کی فضیلت

11/2716۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوشخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کرے گا میں اس لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں تو ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں (اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں گا) اس کے بعد حضرت ثوبان کا یہ حال رہا کہ وہ کسی سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔

اس کی روایت ابوداؤداورنسائی نے کی ہے۔

سوال نہ کرنے کی تاکید

پہلی حدیث

12/2717۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس بات پر عہد لینے کے لئے بلائے کہ میں لوگوں سے کبھی کسی چیز کے لئے سوال نہ

کروں، میں نے عرض کیا: جی ہاں (میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تاکیداً) ارشاد فرمائے کہ اگر تمہارے ہاتھ سے چابک بھی گر جائے (تو کسی سے نہ مانگنا) بلکہ سواری سے اتر کر خود اس کو اٹھالیا کرنا۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

13/2718۔امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عرفہ کے دن (مقام عرفات میں) ایک شخص کو سوال کرتے ہوئے سن کر فرمائے: کیا اس (مبارک) دن میں اور اس (مبارک) جگہ میں تو غیر اللہ سے سوال کر رہا ہے؟ (یہ فرماتے ہوئے) آپ نے اس کو درہ سے مارا (اس لئے کہ اس مبارک مقام میں اللہ تعالی اپنے ہر بندہ کی دعاء قبول فرماتے ہیں، ایسے موقع پر اللہ ہی سے دعاء کرنی چاہئے)۔اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

تیسری حدیث

14/2719۔امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ لوگو! جان لو کہ لالچ (حقیقت میں) محتاجی ہے اور (لوگوں سے اپنے آپ کو) بے پروا کر لینا تونگری ہے اور انسان جب کسی چیز (کے حاصل کرنے) سے مایوس ہوجاتا ہے تو اس سے بے پروا ہوجاتا ہے۔اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے

پہلی حدیث

15/2720۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) منبر پر تشریف فرما تھے اور (اس وقت) صدقہ لینے اور سوال سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے (اسی سلسلہ میں ارشاد فرمائے) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اس لئے کہ اوپر کا ہاتھ دینے والا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ لینے والا ہاتھ ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

16/2721۔حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ مال) مانگا آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے (دوسری بار) پھر سوال کیا تو آپ نے (دوبارہ بھی) عطا فرمایا (میں نے تیسری بار سوال کیا) تو حضورؐ ارشاد فرمائے اے حکیم (دنیا کا) یہ مال ومتاع خوشنما اور لذیذ معلوم ہوتا ہے، پس جو کوئی اس کو (بے مانگے) اور بغیر طمع کے حاصل کرے تو اس مال میں اس کو برکت دی جائے گی اور جو کوئی لالچ اور حرص کے ساتھ حاصل کرے تو اس کو ایسے مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور اس کا ایسے شخص کا سا حال ہوگا جو کھائے اور (بے برکتی کے سبب) سیر نہ ہو (اور یہ بھی ارشاد فرمائے اے حکیم) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یہ سن کر) حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات عالی کی قسم یا جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اب اس کے بعد کسی سے سوال نہیں کروں گا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سوال سے بچنے کی فضیلت اور صبر کرنے کی تاکید

17/2722 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ مال) مانگا تو آپ نے دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ نے پھر دیدیا یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا اس کے بعد حضور ارشاد فرمائے: مال میں سے جو چیز میرے پاس ہوگی میں اس کو تم سے (بچا کر) جمع نہیں رکھوں گا اور جو سوال کرنے سے بچے اللہ اس کو بچاتا ہے (اور اس کو کسی کا محتاج نہیں رکھتا) اور جو (لوگوں کے اموال سے) استغناء ظاہر کرتا ہے (اور اپنے کو سوال سے بے نیاز کر لیتا ہے) اللہ تعالی اس (کے دل) کو غنی بنا دیتے ہیں (اور لوگوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں) اور جو شخص (اللہ سے) صبر (کی توفیق) طلب کرتا ہے، اللہ تعالی اس پر صبر آسان کر دیتے ہیں، اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عاملِ زکات کو معاوضہ لینا جائز ہے

پہلی حدیث

18/2723 ۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو (زکات وصول کرنے کا) معاوضہ مرحمت فرماتے تو میں عرض کرتا کہ حضور

اس کو مجھ سے زیادہ حاجت مند کو سرفراز فرمائیں تو آپ فرماتے کہ اس کو لے لو اور اپنے مال میں شامل کرلو اور (اگر تم کو ضرورت نہیں ہے تو) اس کو خیرات کردو، اور (یاد رکھو) کہ جو چیز بغیر سوال اور طمع کے ملے تو تم اس کو لے لو اور جو چیز اس طرح نہ ملے اس کی خواہش نہ کرو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

19/2724۔ابن الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے عامل زکات مقرر فرمایا جب میں (زکات وصول کرنے سے) فارغ ہوگیا اور زکات کا مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ مجھ کو میری خدمت کا معاوضہ دیدیا جائے تو میں نے عرض کیا کہ میں نے تو یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالی دیں گے تو حضرت عمر فرمائے: جو کچھ تم کو دیا جارہا ہو وہ لے لو۔ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں (زکات وصول کرنے کی) خدمت انجام دی تھی تو حضورﷺ نے بھی مجھ کو اس کا معاوضہ دیا تو میں نے بھی وہی کہا تھا جو تم نے کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ارشاد فرمائے کہ جب تم کو کوئی چیز بغیر سوال کے دی جائے (تو اس کو لے لو، اگر حاجت ہو) تو اس کو استعمال کرلو، اور (اگر غنی ہو تو) خیرات کردو۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیت المال سے عام کاموں کا معاوضہ لینا جائز ہے جیسے قضاءت، احتساب اور تدریس، بلکہ امام پر واجب ہے کہ بیت المال سے اس قسم کے کام کرنے والوں کی کفالت کرے۔

غنی کے لئے سوال حرام ہے اور غنی کی تعریف

پہلی حدیث

20/2725۔سہل بن الحنظلیۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے (ظہر غنی) تونگری کے باوجود لوگوں سے سوال کیا تو وہ حقیقت میں جہنم کے انگارے زیادہ سے زیادہ جمع کرلیتا ہے اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ''ظہر غنی'' سے کیا مراد ہے؟ حضورﷺ ارشاد فرمائے ''ظہر غنی'' یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے گھر والوں کے لئے ایک دن کی غذا موجود ہے جو ان کے لئے صبح اور شام کفایت کرسکتی

ہے۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

21/2726۔سہل بن الحنظلیۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی نے ایسی حالت میں سوال کیا کہ اس وقت اس کے پاس اتنا مال موجود ہے جو اس کو سوال سے بے نیاز کردیتا ہے (اس کے باوجود وہ سوال کرے تو) وہ حقیقت میں اپنے لئے (جہنم میں) آگ ہی کو زیادہ جمع کررہا ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: محیط میں مذکور ہے کہ غنی یعنی تونگری کی تین قسمیں ہیں: ایک غنی وہ ہے جو آدمی پر زکات واجب کرتی ہے یعنی وہ ایسے مال کا مالک ہے جو نصاب کو پہونچتا ہو (ایسے شخص پر سوال کرنا اور دوسروں کی زکات لینا حرام ہے)۔

غنی کی دوسری قسم وہ ہے کہ اس پر زکات تو واجب نہیں البتہ صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے (ایسے شخص پر بھی سوال کرنا اور دوسروں کی زکات لینا حرام ہے)۔

غنی کی تیسری قسم وہ ہے کہ آدمی کے پاس ایک دن کا خوراک اور اتنا کپڑا موجود ہو جس سے وہ اپنا ستر چھپالے تو ایسے شخص پر بھی سوال حرام ہے، البتہ وہ دوسروں سے زکات اور خیرات لے سکتا ہے۔یہ مرقات میں مذکور ہے۔

(5/85)بَابُ الْاِنْفَاقِ وَ كَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ
(یہ باب سخاوت کی فضیلت اور بخل کی برائی کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ، فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ منافقون ،آیت نمبر:10 ،پ:28، ع:2، میں)اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرلو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر وہ (بطور تمنا اور حسرت) کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں کچھ خیر خیرات کر لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہوجاتا۔

سخاوت کی ترغیب

1/2727 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہ ہوگی کہ اس پر تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے میرے پاس کچھ باقی رہے، ہاں صرف اتنا رکھ چھوڑوں گا کہ جس سے قرض ادا ہو جائے ۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

سخاوت کی ترغیب میں حضرت ابوذرؓ کا ایک واقعہ

2/2728 ۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دیدی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں (اس وقت) ایک لاٹھی تھی ،حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار سے (جو اس وقت وہاں موجود تھے) پوچھا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور کثیر مال چھوڑ گئے ہیں، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے (کہ انہوں نے اس قدر جو کثیر مال چھوڑا ہے اس سے ان پر کیا کچھ وبال ہوگا) کعب رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) جواب دیا کہ (میری رائے میں) اگر وہ اس مال سے خدا کا حق یعنی زکات نکالتے تھے تو اس سے ان پر کوئی وبال نہ آئے گا (یہ سن کر) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ (جو وہاں موجود تھے ان کو غصہ آیا اور) انہوں نے اپنی لاٹھی سے کعبؓ کو)

مارتے ہوئے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میرے پاس یہ (احد) پہاڑ سونے کا بن جائے اور اس کو میں راہِ خدا میں خرچ کردوں اور وہ قبول بھی ہوجائے تو میں اس بات کو ہرگز پسند نہ کروں گا کہ چھ اوقیہ سونا بھی اس میں سے اپنے پیچھے (بچا کر) چھوڑ جاؤں (یہ کہتے ہوئے) حضرت ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمائے کہ اے عثمانؓ! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ نے بھی ان کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے نہیں سنا ہے (اور اس سوال کو تین دفعہ دہرایا تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا ہاں میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

حضور کو تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے پاس مال رکھنا پسند نہ تھا

3/2729۔ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور فوراً تیزی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے ازواج مطہرات کے حُجروں میں سے ایک کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرح تیزی سے تشریف لے جانے سے پریشان ہوگئے۔ جب آپ واپس تشریف لائے اور ملاحظہ فرمائے کہ لوگ آپ کی اس تیزی سے حیران ہیں تو فرمائے مجھ کو سونے کی ایک چیز یاد آ گئی جو گھر میں رہ گئی تھی تو مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ کہیں یہ مجھے تقرب الٰہی سے روک دے۔ پس میں نے اس کو تقسیم کردینے کا حکم دیدیا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

4/2730۔ اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ گھر میں سونے کا ایک ڈلّہ جو زکات کا تھا چھوڑ آیا تھا تو میں نے اس کو برا سمجھا کہ ایک رات بھی اس کو اپنے پاس رکھوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد رحلت مال کا چھوڑ جانا پسند نہ تھا

5/2731۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے زمانہ میں چھ یا سات اشرفیاں میرے پاس تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ان اشرفیوں کو لوگوں میں تقسیم کردوں لیکن آپ کی علالت نے مجھے (ایسا) مشغول رکھا (کہ میں ان کو تقسیم نہ کرسکی) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

خود ہی مجھ سے دریافت فرمایا کہ ان اشرفیوں کا کیا ہوا؟ میں عرض کی: واللہ! آپ کی علالت نے مجھے (ایسا) مشغول کردیا (کہ میں ان کو بروقت تقسیم نہ کرسکی) تو آپ ان اشرفیوں کو طلب فرمائے اور اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمائے کہ (اللہ تعالی) کیا خیال فرماتے اپنے نبی کے متعلق اگر وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرتے کہ یہ اشرفیاں ان کے پاس ہوتیں (کیونکہ مال کا چھوڑ جانا نبوت کے کمال کے منافی ہے (مرقات، اشعۃ اللمعات) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

سخاوت کی فضیلت اور بخل کی مذمت

6/2732 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) نہ اترتے ہوں جن میں سے ایک تو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ (نیک کاموں میں) خرچ کرنے والے (سخی) کو اس کا بدل (دنیا اور آخرت میں) عطا کر (اور اس کے مال میں زیادتی کر) اور دوسرا یوں کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کا مال ضائع کردے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

راہ خدا میں ایک تہائی نفع خرچ کرنے کی برکت کا ایک واقعہ

7/2733 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا تھا اس نے ابر میں سے ایک آواز سنی کہ (کوئی کہہ رہا تھا) فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر تو وہ ابر ایک جانب کو بڑھا اور اک پتھریلی زمین پر پانی برسایا، وہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں سے ایک بڑے نالے میں جمع ہوکر آگے بڑھا وہ شخص (جو اس منظر کو دیکھ رہا تھا یہ معلوم کرنے کے لئے کہ پانی کہاں جاتا ہے) پانی کے ساتھ ساتھ چلا، ناگہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے بیلچہ سے پانی کو اِدھر اُدھر پھیلا رہا تھا۔ اس شخص نے (باغ والے سے) پوچھا کہ اے بندۂ خدا آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس شخص نے (جواب میں) وہی نام بتلایا جو اس نے ابر میں سے سنا تھا (تو باغ والے نے) اس شخص سے پوچھا کہ تم نے میرا نام کیوں دریافت کیا ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اس ابر میں سے جس کا یہ پانی ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر (یعنی) تیرا نام لیا۔ پس بتا کہ تو اپنے باغ میں (ایسا) کونسا نیکی کا کام کرتا ہے (کہ جس کی

وجہ سے تجھ پر یہ مہربانی ہوئی) باغ والے نے جواب دیا (میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنے اس راز کو فاش کروں) لیکن اب جبکہ تم پوچھ ہی رہے ہو تو (تم کو بتلاتا ہوں) کہ میرے باغ میں جو کچھ پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی تو میں خیرات کردیتا ہوں اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک تہائی کو (کاشت کے لئے باغ میں) لگا دیتا ہوں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نعمتوں کو اتفاقی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ نعمتیں بحکم خداوندی ہی ملتی ہیں

ف: تحفۃ الاخیار میں لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ منافع میں ایک تہائی مال خدا کی راہ میں خرچ کریں اور حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بحکمِ الٰہی پانی برساتے ہیں اور یہ حکم نام و نشان کے ساتھ ہوتا ہے کہ فلاں ملک، فلاں شخص کے کھیت میں پانی برساؤ اور اسی طرح دنیا کے سب کام فرشتے حسب الحکم کرتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ جو نعمت ان کو ملے خواہ وہ مال کی ہو یا جان کی، اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرے اور اس کو اتفاقی نہ سمجھے۔

خیرات گنے بغیر اور کم زیادہ کا خیال کئے بغیر کرنا چاہئے

8/2734۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اللہ کی خوشنودی میں مال) خرچ کرتی جاؤ اور گنتی مت رکھو (کہ کیا دی اور کتنا دی، اگر گنتی رکھو گی تو آئندہ دینے سے تم رک جاؤ گی اور) اللہ تعالی بھی تم کو شمار کر کے دے گا، اور (فقیر سے مال کو) مت روکو، کیونکہ اللہ تعالی بھی تم سے (مال کو) روک دے گا (کم زیادہ کا خیال مت کرو) تم سے جتنا بھی ہو سکے دیدیا کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مال کا خرچ کرنا زیادتی نعمت کا سبب ہے

9/2735۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ایک حدیث قدسی میں اس طرح) سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ابن آدم تُو خرچ کرتا جا، میں تجھ کو دیتا جاؤں گا، (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس لئے کہ خرچ کرنا مالی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اور شکر زیادتی نعمت کا سبب ہوتا ہے) (جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مال جمع کرنے کی وعید

10/2736 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا (یہ دیکھ کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرمائے کہ یہ کیا ہے اے بلال! تو حضرت بلال نے عرض کیا: یہ کھجور ہیں، جس کو میں نے آئندہ کے لئے جمع کیا ہے (یہ سن کر) آپ ارشاد فرمائے: اے بلال! کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ (کھجور کا ڈھیر) کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ کا دھواں بن کر تم کو آ لپٹے (اور مزید یہ بھی فرمائے) اے بلال! خرچ کرتے جاؤ اور عرش (عظیم) کے مالک سے افلاس اور فقر کا اندیشہ مت رکھو (یہ ارشاد مقام توکّل اور حق سبحانہٗ و تعالی پر کامل اعتماد کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ اہل وعیال کے لئے ایک سال کا مال جمع کرنا جائز ہے (جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12)

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

ضرورت سے زائد مال خیرات کرنے کا اور خرچ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرنے کا بیان

11/2737 ۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اے ابن آدم! اپنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دینا تیرے لئے بہتر ہے اور (ضرورت سے زائد) مال کو جمع رکھنا تیرے لئے برا ہے اور (بقدر ضرورت) مال جمع رکھنے پر تجھے ملامت کا خوف نہیں اور (خرچ کی) ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو (جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: ردالمحتار میں لکھا ہے کہ جو مال اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت سے زائد ہو، اس کا خیرات کرنا مستحب ہے البتہ اگر کسی نے وہ مال خیرات کر دیا جو اس کے اہل وعیال کی پرورش کے لئے تھا جس سے ان لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑی اور ان کو نقصان ہو تو ایسی خیرات پر وہ شخص گناہگار ہوگا۔12

صدقہ رد بلاء ہے

12/2738 ۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (بیمار ہونے یا موت سے پہلے) صدقہ دینے میں جلدی کرو، اس لئے کہ (صدقہ دینے سے) بلاء آتی نہیں (یا اگر آئی ہے تو دفع ہوجاتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

سخی اور بخیل کی ایک مثال

13/2739۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بخیل اور سخی کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جو لوہے کے دو زرہیں پہنے ہوئے ہوں (اور جو اس قدر تنگ ہوں) کہ ان کے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور ہنسلی کی ہڈیوں تک جکڑ گئے ہوں۔پس جب کبھی سخی خیرات کا ارادہ کرتا ہے اور خیرات دینے لگتا ہے تو اس کے (دونوں جکڑے ہوئے ہاتھ کشادہ ہوجاتے ہیں) اور زِرہ کھل جاتی ہیں، اور بخیل جب کبھی خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے (دونوں) ہاتھ (اور) سکڑ جاتے ہیں اور زرہ کی ہر کڑی اپنی اپنی جگہ تنگ ہوجاتی ہے (یعنی سخی جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور وہ خیرات کردیتا ہے، اس کے برخلاف بخیل جب کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ اور تنگ ہوجاتا ہے اور وہ دینے سے رک جاتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مرتے وقت خیر خیرات کرنے کی مثال

14/2740۔ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اپنی موت کے وقت خیرات کرے یا غلام باندی آزاد کرے، اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی کو ایسے وقت تحفہ دے جبکہ (لینے والے کا) پیٹ بھرا ہوا ہو (یعنی جس طرح کسی پیٹ بھرے ہوئے کو کھانا دینے سے اتنا ثواب نہیں ہے جتنا کہ بھوکے کو کھانا کھلانے میں ہے، اسی طرح مرتے وقت خیرات کرنے میں اتنا ثواب نہیں ہے جتنا زندگی میں خیر خیرات کرنے سے ثواب ملتا۔اس حدیث کی روایت امام احمد، نسائی، دارمی اور ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سخی اور بخیل کا انجام

15/2741۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ سخاوت جنت میں ایک درخت (کے مانند) ہے (جس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں تو جو کوئی سخی ہوگا وہ اس (درخت) کی کسی ایک شاخ کو پکڑ لے گا اور یہ شاخ اس شخص کواس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو جنت میں داخل نہ کرے، اور بخل (بھی) دوزخ میں ایک جھاڑ (کے مانند) ہے، جس کی شاخیں بھی دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں تو جو کوئی بخیل ہوگا وہ اس (جھاڑ) کی کسی ایک شاخ کو پکڑ لے گا اور یہ شاخ اس شخص کواس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کوجہنم میں داخل نہ کردے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

شُح کی مذمّت

16/2742۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ ظلم کرنے سے بچتے رہو کہ ظلم قیامت کے روز بہت تاریکیوں کا سبب ہوگا اور شح سے بچو (شح یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے مال کا ذمہ دار ہو، اور کوشش یہ کرتا ہو کہ اس دوسرے کا مال بھی خرچ نہ ہو اور یہ بخل کی ایک قسم ہے) کیوں کہ شُح نے تم سے پہلے کی امتوں کو ہلاک کردیا کہ ان کو خونریزی پر اور حرام کو حلال کرنے پر تک آمادہ کردیا تھا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

زائد مال جمع کرنے کی وعید

17/2743۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھتے ہی فرمائے: (اے ابوذر!) ربّ کعبہ کی قسم وہ لوگ سخت نقصان اور خسارہ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون لوگ ہیں؟ یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے کہ زائد مال جمع کرنے والے۔ مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جنہوں نے (اپنے اموال کی) یوں داد و دہش کردی۔ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اپنے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں جانب اشارہ فرمایا اور (یہ بھی ارشادفرمایا کہ) اس طرح دینے والے بہت کم لوگ ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ناشکری سے نعمت کے زائل ہونے کا ایک عبرتناک واقعہ

18/2744۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے (ایک) کوڑھی (دوسرا) گنجا (تیسرا) اندھا۔اللہ تعالی نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا (کہ وہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں) چنانچہ ان کے پاس ایک فرشتہ کو (ایک مسکین آدمی کی صورت میں) روانہ کیا۔فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھ کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: خوش رنگ اور خوب صورت جلد اور یہ بات (بھی پسند ہے) کہ میرا یہ مرض دور ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا کوڑھ جاتا رہا اور اس کو اچھا رنگ اور خوب صورت جلد دیدی گئی۔فرشتہ نے (پھر) اس سے پوچھا کہ تجھ کو کونسا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے جواب دیا اونٹ یا گائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اس کو گابھن اونٹنیاں دیدی گئیں اور فرشتہ نے کہا: اللہ تعالی تم کو اس مال میں برکت دے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے تو اس نے جواب دیا خوب صورت بال اور یہ بات کہ یہ گنجا پن دور ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ فرشتہ نے اس (کے سر) پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنجا پن جاتا رہا اور اس کو خوب صورت بال دیدیئے گئے۔(پھر) فرشتہ نے اس سے پوچھا: کونسا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: گائے، اس کو حاملہ گائیں عطا کی گئیں۔فرشتہ نے (اس سے کہا) اللہ تعالی تم کو اس میں برکت عطا فرمائے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ فرشتہ (پھر) نابینا کے پاس پہونچا اور پوچھا کہ تم کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے تو اس (نابینا) نے جواب دیا کہ اللہ تعالی میری بینائی مجھے دوبارہ عطا فرمائیں تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔حضورؐ فرمائے کہ فرشتہ نے اس (کی آنکھوں) پر ہاتھ پھیرا، اور اللہ تعالی نے اس کی بینائی اس کو واپس دیدی۔پھر فرشتہ نے پوچھا کہ تم کو کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بکریاں تو اس کو بچے دینے والی بکریاں دیدی گئیں۔چنانچہ ان دونوں یعنی اونٹ والے کی اونٹنیوں نے اور

گائے والی کی گائیوں نے بچے دیئے۔ اوراس بکری والے کی بکریوں نے بھی بچے دیئے، تو (اونٹ والے کی) اونٹنیوں سے ایک وادی اور گائے والے کی گائیوں سے ایک وادی اور بکری والے کی بکریوں سے ایک وادی بھرگئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ پھر وہی فرشتہ اپنی اسی (پہلی) صورت اور ہئیت میں کوڑھی کے پاس آیا اوراس سے کہا کہ میں ایک مسکین اور نادار شخص ہوں، میرے ذرائع سفر ختم ہوگئے ہیں، اب اللہ کی مدد کے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں (اور اللہ کے بعد) پھر تیرا ذریعہ ہے۔ پس میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھے اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال دیا ہے، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں کہ جس کے ذریعہ سے میں اپنا سفر طے کر سکوں، اس (کوڑھی) نے جواب دیا کہ مجھ پر بہت حقوق ہیں (ان کی موجودگی میں تجھے کوئی حق نہیں پہونچتا یہ سن کر) پھر فرشتہ نے کہا میرا خیال ہے کہ تو وہی کوڑھی تو نہیں جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور تو نادار تھا۔ پس اللہ نے تجھے مال دیا۔ کوڑھی نے (اس کے جواب میں) کہا: یہ مال مجھے اپنے بڑوں سے نسلاً بعد نسلٍ ملا ہے (یہ سنکر) فرشتہ نے کہا: اگر تو (اپنے قول میں) جھوٹا ہے تو اللہ تجھے اپنی پہلی حالت میں پلٹا دے، (یعنی تجھے کوڑھی اور نادار کردے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ فرشتہ اپنی اسی (پہلی) شکل میں گنجہ کے پاس پہونچا اوراس سے بھی ایسا ہی سوال و جواب ہوا جیسا کہ کوڑھی سے ہوا تھا، اوراس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کوڑھی نے جواب دیا تھا (یہ سن کر) فرشتہ نے اس سے کہا: اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی (گنجا اور نادار) کردے جیسا کہ تو پہلے تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ فرشتہ (اب) نابینا کے پاس اپنی اسی (پہلی) شکل اور حالت میں پہونچا اوراس سے کہا: میں ایک مسکین آدمی اور مسافر ہوں میرا سامان سفر جاتا رہا اور اللہ تعالی کی مدد کے بغیر منزل مقصود تک پہونچنا ممکن نہیں (یا اللہ کے بعد) پھر تیرا ذریعہ ہے۔ پس میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھے دوبارہ بینائی بخشی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ سے میں اپنا سفر طے کرسکوں۔ نابینا نے یہ سن کر کہا: بے شک میں نابینا تھا اللہ تعالی نے مجھے بینائی بخشی تُو جس قدر چاہے مال لیجا اور جس قدر تیرا جی چاہے چھوڑ جا۔ اللہ کے لئے جس قدر مال آج تم لوگے میں تمہیں (اس کی واپسی کی) تکلیف نہیں دوں گا (یہ سن کر) فرشتہ نے کہا: تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو تم (تین لوگوں کی اللہ تعالی کی طرف سے یہ) آزمائش لی گئی تھی کہ تم سچے ہو

یا جھوٹے، مخلص ہو، یا منافق اور شکر گزار ہو یا ناشکرے) پس اللہ تعالی تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں (کوڑھی اور گنجا) سے ناراض ہوا (کہ ان کو اپنی اصلی حالت پر سزا ءً لوٹا دیا گیا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سائل کو خالی ہاتھ لوٹانے کا ایک عبرتناک واقعہ

19/2745 ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس (پکے ہوئے) گوشت کا ایک ٹکڑا تحفةً بھیجا گیا تھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت پسند تھا اس لئے ام المومنین نے خادمہ سے کہا کہ اس کو گھر میں رکھ دو، ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تناول فرمائیں تو خادمہ نے اس گوشت کو گھر کے ایک طاقچہ میں رکھ دیا (اس کے بعد) ایک سائل آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر سوال کیا: (گھر والو! کچھ) خیرات کرو، اللہ تعالی تم کو برکت دے، گھر والوں نے سائل کو جواب دیا کہ خدا تجھے بھی برکت دے تو (یہ سن کر) سائل چلا گیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور فرمائے: ام سلمہ! تمہارے پاس کوئی چیز کھانے کو ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا کہ جی ہاں (ہے) اور خادمہ سے کہا کہ جاؤ اور وہ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آؤ۔ خادمہ وہاں گئیں (تو دیکھا) کہ (گوشت کی بجائے گار کے پتھر کا ایک ٹکڑا وہاں رکھا ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ واقعہ کا علم ہوا) تو حضورؐ ارشاد فرمائے کہ وہی گوشت، گار کا پتھر بن گیا ہے، اس لئے کہ تم نے اسے سائل کو نہیں دیا۔

اس کی روایت بیہقی نے دلائل النبوہ میں کی ہے۔

خیرات کرنے میں جلدی کرنا چاہئے

پہلی حدیث

20/2746 ۔ حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ خیرات کیا کرو (اور خیرات کرنے کو غنیمت جانو، جب تک کہ تمہارے پاس مال موجود ہے اور مستحقین بھی مل جاتے ہوں) کیونکہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ انسان اپنی خیرات کو لے کر پھرے گا لیکن کوئی اس کو قبول کرنے والا نہ ملے گا ہر شخص اس

سے یہی کہے گا اگر تم اس (خیرات) کو کل لاتے تو میں لے لیتا۔ آج مجھے اس کی حاجت نہیں۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ جس میں خیرات کو قبول کرنے والا نہ ملے گا وہ آخری زمانہ ہوگا جس میں حضرت مہدی ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔

دوسری حدیث

21/2747۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کونسی خیرات ہے جس میں زائد اجر ملتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے کہ ایسی حالت میں خیرات کرے جبکہ تو تندرست ہو اور تجھے مال جمع کرنے کی حرص ہو، اور تو افلاس سے ڈرتا ہو اور تونگر بننے کی آرزو دل میں رکھتا ہے (تو ایسی حالت میں خیرات کرنے میں بڑا اجر اور ثواب ہے) اور (حضور یہ بھی ارشاد فرمائے کہ) خیرات کرنے میں اتنی سستی اور دیر نہ لگاؤ کہ تمہاری جان کندنی کا وقت آپہونچے اور اس وقت تم یہ وصیت کرنے لگو کہ اتنا مال فلاں کے لئے اور اتنا فلاں کے لئے، حالانکہ تم یہ جانتے ہو کہ یہ مال فلاں شخص ہی کو ملے گا (یعنی وارث کو ملے گا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

22/2748۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ انسان کا اپنی تندرستی کی حالت میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

عابد بخیل سے جاہل سخی بہتر ہے

23/2749۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ سخی نزدیک ہے اللہ سے نزدیک ہے جنت سے اور نزدیک ہے لوگوں سے (یعنی لوگوں میں عزیز ہے) اور دور ہوتا ہے دوزخ سے، اور بخیل دور ہے اللہ سے، دور ہے جنت سے اور دور ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے۔ اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے پاس زائد محبوب ہے بخیل عابد سے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

خیرات کی فضیلت

24/2750۔ 25/2751 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض بیبیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (آپ کی وفات کے بعد) ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملیں گی۔ حضور ﷺ فرمائے کہ تم میں سے جن کے ہاتھ سب سے بڑے ہوں! تو امہات المومنین ایک لکڑی لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپنے لگیں تو حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے لانبا تھا (لیکن جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے انتقال ہوا تو (ہم کو معلوم ہوا کہ لانبے ہاتھوں سے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) مراد زیادہ خیرات کرنے والے ہاتھ تھے، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں اوران کو خیر خیرات سے بہت محبت تھی۔ اس کی روایت بخاری (اور مسلم) نے کی ہے۔

بخل اور بداخلاقی مومن کی شان نہیں

26/2752 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں (ایک) بخل (دوسرے) بد اخلاقی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ بخل اور بداخلاقی مومن کے شایان شان نہیں اگر کسی مسلمان میں یہ خصلتیں موجود ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ سے ان کو دور کردے، تا کہ مومن کامل کہلانے کا مستحق ہو۔ 12

دغابازی، بخل اوراحسان جتانے کی وعید

27/2753 ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جنت میں نہ تو دغا باز داخل ہوگا اور نہ بخیل اور (خیرات دیکر) احسان جتانے والا (بھی) جنت میں داخل نہ ہوگا (جب تک یہ ان برائیوں سے توبہ نہ کرلیں یا ان کی سزا پا کر چھٹکارا نہ پالیں یا پھر اللہ تعالی خود اپنے فضل سے ان کو معاف نہ فرمادیں، اس لئے مسلمان کو ان برائیوں سے بچتے رہنا چاہئے) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بخل اور بزدلی کی مذمّت

28/2754 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ انسان میں دو خصلتیں بدترین ہیں: ایک ایسا بخل جو انسان کو مال کے حاصل کرنے پر حریص بنادے اور مال خرچ کرنے کے مواقع پر اس کو بے چین کردے۔ دوسرے ایسی بزدلی کہ جو اس کو مشرکین کے مقابلہ میں لڑنے سے روک دے اور ایسی بزدلی جو اس کو نیک کام کرنے نہ دے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اللہ کے نام پر نہ دینے کی وعید

29/2755۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسا شخص نہ بتاؤں کہ جو اللہ تعالی کے پاس مرتبہ میں سب سے برا ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا گیا: جی ہاں! (ضرور بتائیے یا رسول اللہ) حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ارشاد فرمائے: وہ شخص (اللہ کے پاس مرتبہ کے لحاظ سے بدترین ہے) ہے کہ جس سے اللہ کا واسطہ سے کر سوال کیا جائے، (اور وہ باوجود دینے کی قدرت رکھنے کے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ سائل واقعی مستحق ہے) اللہ کے نام پر نہ دے۔
اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ جو شخص سائل کو دینے کی قدرت رکھتا ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ سائل واقعی محتاج ہے اور وہ اللہ کا واسطہ دے کر مانگ رہا ہے تو ایسی صورت میں سائل کے سوال کو رد کرنا گناہ کبیرہ ہے، اگر مسئول حاجت اصلی سے زیادہ مال نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں سائل کے سوال کو رد کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔

الرحمۃ المہداۃ حاشیۂ مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ اگر سائل واقعی احتیاج کے بغیر اللہ کا واسطہ دے کر مانگے اور اس کو نہ دیا جائے تو ایسا سائل ہی اللہ کے پاس سب سے بدترین شخص ہوگا۔ 12

چھپا کر خیرات کرنے کی فضیلت اور غیر مستحق کو لاعلمی سے خیرات دی جائے تو اس کا ثواب مل جاتا ہے

30/2756۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا: میں (آج کی رات) ضرور کچھ خیرات کروں گا۔ (رات میں خیرات کرنے سے اس شخص کا مقصد چھپا کر خیرات کرنا تھا) چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر چلا اور (اندھیرے میں) ایک چور کے

ہاتھ دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات چور کو خیرات دی گئی۔اس شخص نے (یہ سن کر) کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے (اگر چہ کہ میری خیرات) چور کو ملی۔(اس کے بعد اس نے کہا آج کی رات پھر) میں ضرور خیرات کروں گا، چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور (اندھیرے میں) ایک زانیہ کے ہاتھ دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات ایک زانیہ کو خیرات دی گئی، جب اس شخص نے سنا تو کہا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے (کہ میری خیرات) زانیہ کو مل گئی۔اس شخص نے پھر کہا کہ میں (آج کی رات بھی) ضرور خیرات کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور (اندھیرے میں) ایک غنی کے ہاتھ دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات غنی کو خیرات دی گئی (صدقہ دینے والے نے) کہا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ (میری خیرات) چور، زانیہ اور غنی پر خرچ ہوئی۔ پس اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ (تیرے تمام صدقات قبول ہوئے) جو صدقہ تو نے چور کو دیا ممکن ہے وہ اس کو چوری سے باز رکھے اور تو نے جو صدقہ زانیہ کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کو زنا سے باز رکھے اور جو صدقہ تو نے غنی کو دیا ہے ممکن ہے اس کو عبرت اور نصیحت ہو اور وہ بھی اس مال میں سے خیرات دینے لگے جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے

31/2757۔ ام بُجَیدُ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہے کہ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ مسکین میرے دروازے پر (آ کر) کھڑا رہتا ہے (اور بار بار سوال کرتا ہے) یہاں تک کہ مجھے شرم آتی ہے، کیونکہ میرے پاس اس کو دینے کے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے (ایسی صورت میں میں کیا کروں؟ یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: اگر تیرے پاس جلا ہوا کھر بھی موجود ہو تو وہی اس کے ہاتھ پر رکھ دے (یعنی اس کو معمولی سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو دے کر روانہ کر دے، خالی ہاتھ اسے واپس نہ کر)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(6/86)بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ
(یہ باب صدقہ اور خیرات کی فضیلت کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :''وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ''اوراللہ تعالی کاارشاد ہے:(سورۃ البقرۃ،آیت نمبر:276، میں) اور وہ یعنی اللہ تعالی خیرات کو بڑھاتے ہیں (یعنی جس مال سے خیرات نکالی گئی ہو اس مال میں دنیا میں برکت عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں اجر وثواب دگنا کردیتے ہیں)۔(معالم التنزیل)۔

وَقَوْلُهُ: ''وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ،وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ، وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ، وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ''اوراللہ تعالی کاارشاد ہے: (سورۃ البقرۃ،آیت نمبر:177، میں) اور لیکن کمال نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالی پر روز آخرت پر،فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور (اللہ کے) نبیوں پر ایمان لائے اور مال کو اس کی محبت کے باوجود (اللہ تعالی کی محبت میں) رشتہ داروں، یتیموں،محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے اور نماز کی پابندی کرے اور زکات بھی ادا کرے۔

ف:تفسیر مدارک میں کہا ہے کہ آیت صدر میں ''وَاٰتَى الْمَالَ'' سے مراد نفل صدقات اور خیرات ہے۔

مال میں زکات کے سوا اور بھی حقوق ہیں

1/2758۔فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ یقیناً مال میں زکات کے علاوہ اور بھی حقوق (اللہ تعالی کی جانب سے انسان پر) عائد کئے گئے ہیں (جیسے یہ کہ سائل اور قرض خواہ کومحروم نہ کرے اور گھر کے متعلقہ سازوسامان میں سے مثلاً برتن، دیگ وغیرہ کوئی مستعار مانگے تو ان کو دینے سے انکار نہ کرے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (استدلال میں) اس آیت کو تلاوت فرمائی:۔'' لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ

تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ،وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ، وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ، وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ'' (آیت شریفہ کا ترجمہ باب فضل الصدقۃ کی ابتداء میں ملاحظہ ہو)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

حلال مال میں سے تھوڑی خیرات بھی بہت ہے

2/2759۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اپنی جائز اور حلال کمائی سے ایک کھجور برابر بھی خیرات کرے تو اللہ تعالی اس کو قبول فرماتے ہیں اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالی حلال مال ہی میں سے خیرات کو قبول فرماتے ہیں، پھر اللہ تعالی اس خیرات کئے ہوئے مال کو خیرات کرنے والے کے لئے اس طرح بڑھاتے جاتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک وہ خیرات بڑھتے بڑھتے پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال مال سے تھوڑی سی خیرات بھی ثواب میں اللہ تعالی کے پاس مقبول اور بے حساب ہے اس کے برخلاف اگر حرام مال سے لاکھوں روپیہ بھی خرچ کرے تو اللہ تعالی اس کو قبول نہیں فرماتے اور نہ اس کا کوئی ثواب ہے، اس سے مسلمانوں کو چاہئے کہ راہ خدا میں خرچ کرتے وقت حلال مال کا خیال رکھیں، تھوڑے بہت کا خیال نہ کریں۔

صدقہ کے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ ثواب کا بیان

3/2760۔ ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے بتائیے کہ صدقہ (کا ثواب اور اس کی فضیلت) کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اس کا ثواب کئی گنا ثواب ہے (اور اس زیادتی کی کم سے کم مقدار ہر نیکی پر دس گنا ہے) بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ (اور اس زیادتی کی ایک مقدار ہر نیکی پر سات سو گنا تک ہے) اور اللہ تعالی کے پاس تو اس سے بھی زیادہ ہے (اور اللہ تعالی چاہیں تو ہر نیکی پر سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا

ارشاد ہے: ''وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ''۔

(سورۂ بقرہ، پ:3، ع:36، آیت نمبر:261) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

خیرات کرنے، قصور معاف کرنے اور انکساری اختیار کرنے کی فضیلت

4/2761۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا (بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے) اور باوجود انتقام کی قدرت رکھنے کے) کسی کا قصور معاف کردینے سے اللہ تعالی اس بندہ کی عزت بڑھاتے ہیں (جس نے کہ قصور معاف کئے) اور جس کسی نے اللہ تعالی کے لئے تواضع اور انکساری اختیار کی تو اللہ تعالی اس کا رتبہ بڑھاتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

راہ خدا میں دوہری چیز خرچ کرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

5/2762۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص راہ خدا میں کسی مال کا جوڑا دے (مثلاً دو کپڑے یا دو گھوڑے یا دو روپیہ) دے تو اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی دروازے ہیں پس جو شخص نمازی (یعنی زیادہ نوافل پڑھنے والا) ہوگا تو اس کو جنت کے ''بَابُ الصَّلٰوةِ'' (نماز کے دروازے) سے بلایا جائے گا اور جو کوئی شخص جہاد کرنے والا یعنی راہ خدا میں بہت لڑنے ولا ہوگا تو اس کو ''بَابُ الْجِهَادُ'' (جہاد کے دروازے) سے بلایا جائے گا اور جو شخص بہت خیر خیرات کرنے والا ہوگا تو اس کو ''بَابُ الصَّدَقَةُ'' (صدقہ کے دروازے) سے بلایا جائے گا اور جو شخص کثرت سے روزے رکھنے والا ہوگا اس کو ''بَابُ الرَّيَّانُ'' (پیاس بجھانے والا دروازہ) سے بلایا جائے گا یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بظاہر تو اس کی ضرورت نہیں کہ سب دروازوں سے (بیک وقت) کسی کو بلایا جائے (جب کہ اس کو ایک دروازے سے بلایا جاچکا ہو اور وہ جنت میں داخل ہوچکا ہو لیکن) پھر بھی کیا کوئی ایسا شخص ہوگا جس کو جنت کے ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے: ہاں (بعض ایسے لوگ ہوں گے جن کو ان کے کثرت صلوۃ، کثرت صوم، کثرت جہاد، کثرت خیرات کی وجہ سے ان کی تعظیم اور تکریم کے لئے ان کو جنت

کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا) اور مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوں گے۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

6/2763۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان راہ خدا میں اپنے مال سے دو دو چیزیں خرچ کرے تو جنت کے سارے دربان اس کا استقبال کریں گے اور ہر دربان اپنے دروازے والی نعمت کی طرف اس شخص کو دعوت دے گا۔ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا صورت ہوگی، یعنی دو دو چیزیں کس طرح خرچ کی جائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمائے: اگر اونٹ ہو تو دو اونٹ اور گائے ہوں تو دو گائے (راہ خدا میں خیرات کرے)۔
اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ان چار اعمال کا بیان جن سے جنت حاصل ہوتی ہے

7/2764۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمائے کہ تم میں سے کون آج جنازہ کے ساتھ گیا؟ (یعنی جنازہ کی نماز پڑھی اور جنازہ کے پیچھے چلا (اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : میں (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں (یارسول اللہ ﷺ) (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پھر) دریافت فرمایا کہ تم میں سے آج کس نے بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے (یارسول اللہ ﷺ) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جس کسی شخص میں یہ (چار چیزیں ایک دن میں) جمع ہو جائیں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف(1): اس حدیث شریف سے اور حدیث 131 سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال اور جنتی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔12

انا یعنی میں کہنا اچھا بھی ہے اور برا بھی

ف(2): اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ''اَنَا'' (میں) کہا ہے، اس بارے میں صاحب مرقات اور صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے ''اَنَــا'' (میں) کہنا دو حقیقتوں سے ہوتا ہے، ایک مذموم (یعنی برا) دوسرے محمود (یعنی اچھا) ''اَنَـا'' کہنے کی مذموم حیثیت یہ ہے کہ بطور فخر اً ''اَنَـا'' کہا جائے جیسے ابلیس کا قول '' اَنَا خَیْرٌ مِنْهُ'' یا'' اَنَا الْعَالِمُ'' ''اَنَا الزَّاهِدُ'' وغیرہ۔ اور''اَنَا'' کہنے کی محمود حیثیت یہ ہے کہ طلب ثواب کے موقع پر یا بطور (انکساری''اَنَا'' کہا جائے، جیسے :''اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ''، ''اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ'' یا''اَنَا الْحَقِیْر''،'' اَنَا الْعَبْد'' وغیرہ۔12

تحفہ کتنا ہی کم ہو اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے

8/2765۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عورتوں سے) ارشاد فرمائے: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کی (حقیر سے حقیر تحفہ پر) حقارت نہ کرے اگر چہ وہ (تحفہ) بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو (خواہ وہ تحفہ دینے والی ہو یا لینے والی ہو)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ہر نیکی صدقہ ہے

9/2766۔ جابر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر نیکی (خواہ وہ قولی ہو یا فعلی، جس سے اللہ تعالی کی رضاء مقصود ہو) خیرات (کا ثواب رکھتی) ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا تعلق صرف مال سے ہی نہیں بلکہ ہر وہ عمل جس سے رضاء الٰہی حاصل ہو، صدقہ ہے مثلاً کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا وغیرہ۔ اشعۃ اللمعات۔12

کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے

10/2767۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی نیکی کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو، اگر چیکہ وہ (نیکی) یہ ہو کہ تم اپنے

(مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

خوش اخلاقی اور مسلمان کی تھوڑی سی خدمت بھی صدقہ ہے

11/2768۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر نیک کام (پر) خیرات (کا ثواب ملتا) ہے اور یہ کام بھی یقیناً نیکی میں شامل ہے کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو، اور یہ بھی (نیکی میں شامل ہے) کہ تم اپنے ڈول سے اپنے (مسلمان) بھائی کے برتن میں پانی بھر دو۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

جن اعمال پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے ان کی تفصیل

12/2769۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تمہارا اپنے (مسلمان) بھائی سے مسکراتے ہوئے (ملنا) صدقہ ہے (یعنی اس پر ثواب ملتا ہے) اور تمہارا نیک کاموں کی تلقین کرنا (بھی) صدقہ ہے، اور تمہارا برائی سے منع کرنا (بھی) صدقہ ہے، اور تمہارا کسی راہ بھولے ہوئے شخص کو راہ دکھانا (بھی) تمہارے لئے صدقہ ہے اور تمہارا کسی نابینا یا کمزور بینائی والے شخص کی رہبری کرنا (بھی) تمہارے لئے صدقہ ہے اور تمہارا راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی (اور اسی قسم کی تکلیف دہ چیزوں) کا ہٹا دینا (بھی) تمہارے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے (مسلمان) بھائی کے ڈول میں پانی بھر دینا (بھی) تمہارے لئے صدقہ ہے (یعنی ان تمام کاموں پر صدقہ کے جیسا ثواب ملتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

چند قابل قدر نصیحتیں

13/2770۔ ابو جُرَیّ جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (جب) میں مدینہ منورہ آیا تو ایک حضرت کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے پر چلتے ہیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں، ان (کے ہر حکم) کی پوری تعمیل کرتے ہیں۔ میں نے (لوگوں سے) دریافت کیا یہ کون حضرت ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں! تو میں (آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور) کہا: **علیک السلام، یارسول اللہ**! اور میں نے دومرتبہ یہ الفاظ کہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمائے: **علیک السلام** نہ کہہ! (کیونکہ) علیک السلام (کہنا) مردہ کا سلام ہے (اس لئے) تم "**السلام علیک**" کہا کرو (پھر) میں نے عرض کیا: کیا آپ ہی اللہ کے رسول ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ہاں! میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تم پر کوئی مصیبت آن پڑے اور تم (میرے وسیلہ سے جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) اللہ سے دعاء کرو تو اللہ تعالی تمہاری اس مصیبت کو دور کردیں گے اور اگر تم پر قحط سالی آجائے اور تم اللہ تعالی سے دعاء کرو تو وہ تمہارے لئے غلہ اور گھاس پیدا کردیں گے اور اگر تم (کسی وقت) کسی بنجر زمین میں یا کسی ایسے جنگل میں ہو جو آبادی سے دور ہو اور ایسے میں تمہاری سواری گم ہوجائے اور تم اللہ سے دعاء کرو تو وہ تمہاری سواری تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے (صاحب اشعۃ اللمعات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں اس اللہ کا رسول ہوں جس میں یہ صفات ہیں، اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ میری بعثت وسیلۂ رحمت اور اس اللہ تعالی سے خیر وبرکات کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جو حاجتوں کا پورا کرنے والا اور مشکلات کا دور کرنے والا ہے) جابر بن سلیم (راوی) کہتے ہیں کہ میں (یہ سن کر) عرض کیا: حضور! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تم کسی کو گالی نہ دیا کرو!۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہ تو کسی آزاد کو، نہ غلام کو، نہ اونٹ کو، نہ بکری کو گالی دی (اس کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم فرمائے کہ تو کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھ (یہاں تک کہ) اگر تو اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے ملے تو یہ بھی نیکی ہے (اور ثواب کا کام ہے) اور تو اپنے ازار (یعنی تہہ بند اور پاجامہ) کو اپنی نصف پنڈلی تک اونچا رکھ، اگر اتنا اونچا تجھے پسند نہ ہو تو کم سے کم ٹخنوں سے اونچا رکھ اور ازار کو (ٹخنوں سے) نیچا رکھنے سے بچ، اس لئے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور اللہ تعالی تکبر کو پسند نہیں فرماتے اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے اور تجھ کو تیرے ایسے عیب سے جو اسے معلوم ہے عار (یعنی شرم) دلائے تو تُو (اس کے جواب میں) اس کو اس کے اس عیب سے جس سے تو واقف ہے عار نہ دلا، اس لئے کہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے صرف سلام کی حد تک کے واقعہ کی روایت کی ہے۔

14/2771۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی شخص کے تجھ کو عار دلانے پر) تیری خاموشی کا ثواب تجھے ملے گا اور اس (عار

دلانے) کا وبال اس شخص پر ہوگا۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن سلیم کو علیک السلام کہنے سے منع فرمایا ہے، اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ کسی قبر پر سلام کرتے تو " علیک السلام " کہتے، اسی عام عادت کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن سلیم کو زندوں پر علیک السلام کہنے سے منع فرمایا اور ان کو تعلیم دی کہ جب وہ کسی کو سلام کریں تو "السلام علیک" کہا کریں، ویسے تو مردوں پر " السلام علیکم" کہنا اور احادیث سے ثابت ہے۔12

خیرات کا وجوب اور ان کاموں کی تفصیل جن سے خیرات کا ثواب ملتا ہے

15/2772۔ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اللہ تعالی کی گوناگوں نعمتوں کے شکریہ میں) ہر مسلمان پر صدقہ (یعنی خیرات) واجب ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) اگر کسی کے (پاس صدقہ دینے کے لئے) کچھ بھی نہ ہو (تو کیا کرے؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کسب کرے (اور مال حاصل کرے کہ) خود بھی فائدہ حاصل کرے اور خیرات بھی کرے، پھر صحابہؓ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کسی میں اس کی بھی قوت نہ ہو یا ایسا نہ کرسکے (تو وہ کیا کرے؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ غمگین حاجت منداور دادخواہ کی (کسی طرح بھی) مدد کرے۔ صحابہؓ نے (پھر) عرض کیا کہ اگر کوئی ایسا بھی نہ کرسکے (تو وہ کیا کرے؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ (لوگوں کو) نیکی کا حکم کرے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے (پھر) عرض کیا کہ اگر کوئی یہ بھی نہ کرسکے (تو پھر کیا کرے؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (کہ اگر کسی سے یہ سب کچھ نہ ہوسکے تو کم از کم) وہ اپنے آپ کو برائی سے بچائے رکھے اور یہی اس کے حق میں خیرات ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

انسان کے ہر جوڑ پر اس کے کارآمد ہونے کے شکرانہ میں صدقہ واجب ہے

16/2773۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر روز جبکہ دن نکلتا ہے انسان پر اس کے بدن میں جتنے جوڑ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لئے صدقہ دینا واجب ہے۔ اگر کسی نے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کیا تو یہ (بھی) صدقہ ہے اور اگر کسی نے کسی آدمی کو اس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد دی، اور اس کو سواری

پر سوار کر دیا، یا اس کا سامان سواری پر اٹھا کر رکھ دیا۔ یہ (بھی) اس کے لئے خیرات ہے، اور (ہر) اچھی بات کہنا (یا سائل) کو نرمی سے جواب دینا بھی) اس کے لئے صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لئے (مسجد کی طرف) جانے میں وہ اٹھاتا ہے وہ (بھی) صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے تو یہ (بھی) صدقہ ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ان اعمال کی صراحت جن کی وجہ سے دوزخ سے براءت حاصل ہوتی ہے

17/2774۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں سے پیدا کیا گیا ہے (یعنی ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کے کارآمد ہونے کے شکریہ میں انسان ہر روز کچھ نہ کچھ خیرات کرے) تو جو کوئی "**اَللّٰهُ اَكْبَرُ**" کہے، "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهُ**" کہے، "**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**" پڑھا کرے۔ "**سُبْحَانَ اللّٰهُ**" کہے، اور اللہ تعالی سے استغفار کرے اور لوگوں کے راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی دور کر دے یا کسی کو نیک بات بتائے یا برائی سے روکے، اور یہ سب چیزیں (جس دن) تین سو ساٹھ ہو جائیں تو (چونکہ اس نے ہر جوڑ کے بدلے میں ایک ایک نیکی کر لی ہے اس لئے) اس روز وہ (گناہوں سے پاک وصاف ہو کر) ایسا چلے گا کہ گویا اس نے اپنے آپ کو دوزخ سے بچا لیا ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے مسلمان ہر دن ان اعمال کو انجام دیتا رہے تا کہ وہ دوزخ سے اس کی براءت ہر روز لکھی جایا کرے۔ 12

راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کا ثواب

پہلی حدیث

18/2775۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک شخص ایک درخت کی شاخ پر گزرا، جو بڑھ کر درمیان راہ آ گئی تھی تو اس نے کہا: میں ضرور اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے دور کر دوں گا تا کہ یہ ان کو تکلیف نہ دے۔ پس وہ شخص اس (کارِ خیر) کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا گیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور سے کی ہے۔

دوسری حدیث

19/2776 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ وہاں سیر کرتا پھر رہا تھا (کیونکہ)اس نے (دنیا میں ایک کارخیر یہ کیا تھا کہ) (لوگوں کے) راستہ سے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو(راستہ میں ہونے کی وجہ سے)تکلیف دیا کرتا تھا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

20/2777 ۔ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ حاصل ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا کرو۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ان چیزوں کا بیان جن پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے

21/2778 ۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر دفعہ'' سُبْحَانَ اللّٰه '' کہنے پر اور ہر دفعہ'' اللّٰه اکبر '' کہنے پر، اور ہر دفعہ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہنے پر اور ہر نیک کام کے بتانے پر اور ہر برے کام سے روکنے پر خیرات کا ثواب ملتا ہے اور (یہاں تک کہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو اس پر (بھی) نیکی کا ثواب ملتا ہے (یہ سن کر حیرت سے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کہ ہم میں سے ایک شخص اپنی خواہش نفس کی تکمیل کرتا ہو اور اس پر بھی اس کو ثواب ملتا ہو! (یہ بات کیسے ممکن ہے؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: دیکھو! اگر وہ حرام (یعنی ناجائز) طریقہ پر اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل کرتا تو کیا اس کو عذاب نہ ہوتا؟ چونکہ اس نے (حرام طریقہ سے بچ کر) حلال طریقہ سے اپنی خواہش پوری کی ہے (اور اپنی بیوی کا حق ادا کیا ہے) اس لئے اس کو (اس پر خیرات) کا ثواب ملے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ نفس جماع نہ تو صدقہ ہے اور نہ عبادت، البتہ کوئی شخص

جماع کے ذریعہ حرام سے اپنے نفس کی نگہداشت کرتا ہے اور اپنی بیوی کا حق بھی ادا کرتا ہے اور نیک اولاد پیدا ہونے کی نیت کرتا ہے، اس لئے اس طرح اپنی بیوی سے جماع کرنے پر مسلمان کو ثواب ملتا ہے۔12

پانی اور نمک کے دینے سے انکار نہ کرنا چاہیئے

22/2779۔ بُهَيْسَةُ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے دریافت کرتی ہیں کہ ان کے والد نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جس سے (کسی کو) روکنا درست نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: وہ پانی ہے، انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پانی کے بعد) وہ کونسی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا منع ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: وہ نمک ہے۔ انہوں نے پھر دریافت کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کونسی چیز ہے جس کا انکار کرنا درست نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جس قدر نیک کام تم سے ہو سکے تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

پھل یا کھیتی کے نقصان پر صبر کرنے سے خیرات کا ثواب ملتا ہے

پہلی حدیث

23/2780۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے، اور اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کچھ کھالے تو (اس کو اس نقصان پر صبر کرنے کی وجہ سے) خیرات کا ثواب ملتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

24/2781۔ اور مسلم کی روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ اگر اس کے (پھل یا کھیتی سے) کچھ چوری ہو جائے تو اس پر بھی اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔

دوسری حدیث

25/2782۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی نے بنجر زمین کو آباد کیا (یعنی افتادہ زمین میں کھیتی کی) تو اس میں بھی اس کے لئے ثواب ہے اور کھیتی کا کسی وجہ سے نقصان ہو جائے (یعنی سیلاب آ جائے یا جانور

کھا جائے یا انسان لے جائے اور اس پر وہ صبر کرے) تو اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔
اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

دودھ والے جانور کو مستعار دینا بھی بڑا ثواب ہے

26/2783۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہترین صدقہ زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی ہے جو کسی کو مستعار دی جائے (تا کہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد اس کو واپس کردے۔یا بہترین صدقہ) وہ زیادہ دودھ دینے والی بکری ہے جو کسی کو مستعار دی جائے کہ وہ صبح کو برتن بھر دودھ دیتی ہو، اور شام کو بھی برتن بھر دودھ۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں " مِنْحَةٌ " کا لفظ مذکور ہے اور " مِنْحَةٌ " عطیہ کو کہتے ہیں اور یہ عموماً اونٹ، گائے اور بکری میں ہوا کرتا تھا۔عرب میں یہ معمول تھا کہ صاحب ثروت جس کو اللہ تعالی توفیق دے، وہ دودھ والی اونٹنی، گائے یا بکری، کسی محتاج کو مستعار دیتا تا کہ وہ دودھ استعمال کرنے کے بعد مالک کو پھر واپس کردے، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پسند فرمایا اور اس کی تعریف کی ہے۔(مرقات، اشعۃ اللمعات)۔

ان اعمال کا بیان جن پر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے

27/2784۔برّاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: اگر کوئی شخص کسی کو دودھ دینے والا جانور عاریۃً دے یا کچھ رقم بطور قرض دے یا کسی کو گلی کوچہ میں راہ بتادے (کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہونچ سکے) تو اس کو ایک غلام یا باندی آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔
اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

جانور کو پانی پلانے کا ثواب

28/2785۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک بدکار عورت کی بخشش (محض) اس بناء پر ہوگئی (کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا) جبکہ وہ راستہ سے گزر رہی تھی تو اس نے ایک کتے کو کنویں کے پاس دیکھا جو (پیاس کے مارے) اپنی زبان باہر نکالے ہوئے تھا اور قریب تھا کہ وہ (پیاس کی شدت کے

مارے) ہلاک ہوجائے۔ پس اس نے اپنا موزہ نکالا اوراس کواپنی اوڑھنی سے باندھ کر کنویں سے پانی کھینچا اور کتے کو پلایا۔ اس کام کے صلہ میں اس عورت کو بخش دیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جانوروں پر احسان کرنے میں بھی ہم کو ثواب ملتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: ہاں! ہر جاندار کے ساتھ احسان کرنے میں ثواب ملتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جانور کو بھوکا مارنے کا عذاب

29/2786 ۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک عورت کو (محض) ایک بلّی کی وجہ سے عذاب دیا گیا کہ جس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، نہ تو وہ اس کو کھلاتی اور نہ کھلا چھوڑتی کہ وہ زمین میں کے جانور (مثلاً چوہے وغیرہ) کھاتی (اور اپنا پیٹ بھرتی)۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جنت میں لے جانے والے اعمال کا بیان

پہلی حدیث

30/2787 ۔ عبداللہ بن سلّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں (آپ کی خدمت میں) حاضر ہوا (تاکہ آپ کے حالات معلوم کر کے دعوائے نبوت کی تصدیق کروں اور اسلام لاؤں)۔ تو جوں ہی میری نظر حضور ﷺ کے رخ انور پر پڑی تو میں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ ایسی (نیک) صورت کسی جھوٹے شخص کی نہیں ہوسکتی۔ (مدینہ پاک پہونچنے کے بعد لوگوں کو جمع کر کے) پہلی چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! سلام کو رواج دو (یعنی کثرت سے سلام کیا کرو، اور پکار کر سلام کرو، چاہے وہ اپنا ہو یا پرایا ہو) اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔ اور رات میں اس وقت نماز پڑھا کرو جبکہ لوگ سوتے ہوں (تاکہ تم کو یکسوئی اور دلجمعی حاصل ہو) تو تم (ان کاموں کے صلہ میں) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

31/2788۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ اللہ بزرگ و برتر کی جو رحمٰن ہیں عبادت کرو۔(جس نے اپنی رحمت سے تم کو قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں) اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کو رواج دو (یعنی کثرت سے سلام کیا کرو، اور با آواز بلند اپنے اور پرائے پر سلام کیا کرو) تو تم (ان کاموں کے صلہ میں) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

صدقہ برے خاتمہ سے بچاتا ہے

32/2789۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ صدقہ اللہ تعالی کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور برے خاتمہ سے بچاتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے سوء خاتمہ کی دوصورتیں بیان کی ہیں: ایک یہ کہ انسان موت کے وقت غفلت، وسوسے اور جزع فزع میں مبتلا ہوجائے اور شہادت ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔دوسری صورت یہ ہے کہ موت اچانک جلنے، ڈوبنے اور دب کر مرنے سے واقع ہو تو خیرات کرنے سے اللہ تعالی سوء خاتمہ کی ان دونوں صورتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا وآخرت کی سلامتی عطا فرماتے ہیں۔12

صدقہ قیامت کے دن سایہ کا کام دے گا

33/2790۔ مَرۡثَدُ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ ان صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشادفرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن مسلمان کا صدقہ اس کے لئے سایہ کا کام دے گا (یعنی قیامت کی گرمی سے راحت وآرام کا سبب ہوگا)۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے وہ باقی ہے

34/2791۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے) کسی نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کو فقراء اور

پڑوسیوں میں تقسیم کیا) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر) تشریف لائے تو دریافت فرمائے (کیا اس بکری میں سے تقسیم کے بعد) کچھ باقی رہ گیا ہے؟ تو ام المومنین جواب دیں کہ (صرف) ایک دست باقی رہ گیا ہے اس میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (نہیں) پوری بکری باقی ہے سوائے اس دست کے جو (گھر میں) رہ گیا ہے۔ (یعنی جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا گیا، اس کا ثواب اللہ کے پاس باقی ہے اور جو گھر میں بچ گیا وہ فانی ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

وہ تین شخص جن سے اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں

35/2792۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ) تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں: **ایک** وہ شخص جو رات کے وقت (نیند سے) اٹھ کر کلام اللہ (کو نماز یا غیر نماز میں) پڑھا کرتا ہو، **دوسرا** وہ شخص جو اپنے داہنے ہاتھ سے چھپا کر اس طرح خیرات کرے (کہ) بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو۔ **تیسرا** وہ شخص جو کسی جہاد میں شریک ہو، اور اس کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے لیکن وہ (تنہا) دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالی محبت کرتے ہیں
اور تین آدمی جن سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں

36/2793۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں۔ پس وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے (جس نے اللہ کے نام پر مانگنے والے کو صدقہ دیا) جبکہ ایک سائل ایک جماعت کے پاس آیا اور اللہ کے نام پر مانگا اور ان لوگوں سے قرابت کا واسطہ دے کر نہیں مانگا، ان لوگوں میں سے کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ انھیں میں سے ایک شخص (چپکے سے اٹھ کر) باہر آیا اور اس مانگنے والے کو اس طرح چھپا کر دیا کہ سوائے خدا اور اس شخص کے جس کو دیا گیا کسی کو معلوم نہ ہوسکا (یہی وہ سائل کو دینے والا شخص ہے جس سے اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں۔ دوسرا وہ شخص ہے جو سب کو رات میں

سوتا چھوڑ کر خدا کی عبادت کرتا ہو، جبکہ لوگ رات میں سفر کر رہے ہوں، یہاں تک کہ جب نیند ان پر غالب آ گئی اور وہ سو گئے انھیں میں سے ایک شخص (سب کو سوتا چھوڑ کر) اٹھا (اللہ تعالی فرماتے ہیں) اور میرے سامنے گڑگڑانے لگا اور میرے کلام کی تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ اور (تیسرا) وہ شخص ہے جو کسی لشکر میں (شریک جہاد) تھا اور دشمن سے مقابلہ ہوا، اور اس کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ (دشمن کے مقابلہ میں) سینہ تانے ثابت قدم رہا۔ یہاں تک کہ اپنی جان دیدی، یا اس کو فتح حاصل ہوئی (ایسا شخص بھی اللہ تعالی کے پاس محبوب ہے) اور وہ تین شخص جن پر اللہ تعالی غضبناک ہوتے ہیں (وہ یہ ہیں: ایک) زناکار بوڑھا (دوسرے) تکبر کرنے والا فقیر اور (تیسرے) وہ دولتمند جو ظلم کرتا ہو۔ اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

چھپا کر خیرات کرنے کی عظمت اور اہمیت

37/2794۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی تو (اس کو تھامنے کے لئے) اللہ تعالی نے پہاڑ پیدا کئے اور پہاڑوں کو زمین پر ٹھیرایا تو زمین (کا ہلنا بند ہوگیا اور اس) کو قرار حاصل ہوگیا تو فرشتے پہاڑوں کی سختی (کو دیکھ کر اس) سے حیران رہ گئے اور عرض کئے: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے بڑھ کر بھی کوئی سخت چیز ہے؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: ہاں (وہ) لوہا ہے (جو پہاڑ سے سخت ہے کہ وہ پتھر کو توڑ دیتا ہے) فرشتوں نے (حیرت سے) پھر پوچھا: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ہاں (وہ) آگ ہے (جو لوہے سے سخت ہے کہ لوہے کو نرم کر دیتی ہے) فرشتوں نے پھر عرض کیا اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: ہاں (وہ) پانی ہے (جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے) فرشتوں نے پھر عرض کیا: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ہاں (وہ) ہوا ہے (جو پانی پر غالب ہے کہ پانی کو اڑا لے جاتی ہے، تو فرشتوں نے پھر عرض کیا: اے پروردگار! کیا آپ کے مخلوق میں ہوا سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمائے: ہاں (وہ) انسان ہے (جو سب سے زیادہ سخت اور قوی ہے) کہ جو اپنے سیدھے ہاتھ سے اس طرح چھپا کر خیرات کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی (اس لئے کہ اس نے نفس کو ریا اور دکھاوے اور شیطانی وسوسوں سے

بچایا اور جبلی عادتوں کا مقابلہ کیا اور اخلاص سے خیرات کر کے اللہ تعالی کی رضا مندی حاصل کی اور اللہ تعالی کے غضب کو ٹھنڈا کیا) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ننگے، بھوکے اور پیاسے کی مدد کرنے کا جنت میں بدلہ

38/2795۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: جو مسلمان کسی برہنہ مسلمان کو کپڑے پہنادے تو اللہ تعالی اس کو جنت کا سبز لباس پہنائیں گے اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالی اس کو جنت کے پھل کھلائیں گے اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ تعالی اس کو جنت کی مہر لگی ہوئی شراب (طہور) پلائیں گے۔ اس کی روایت ابوداود اور ترمذی نے کی ہے۔

مسلمان کو کپڑا پہنانے کی فضیلت

39/2796۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو کوئی کپڑا (جیسے تہ بند، چادر وغیرہ) پہنادے تو یہ (پہنانے والا مسلمان) اس وقت تک اللہ کی حفاظت (اور امان) میں رہے گا جب تک کہ اس کپڑے کی ایک دھجی بھی اس کے (یعنی پہننے والے کے جسم) پر باقی رہے گی۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

میت پر ایصال ثواب کا جواز

40/2797۔ سعد بن عُبَادَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سعدؓ یعنی میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے (اور میں ان کی روح پر ایصال ثواب کے لئے کچھ خیرات کرنا چاہتا ہوں ارشاد ہو کہ) کونسی خیرات افضل ہے (جس سے ان کو ثواب پہونچے)؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ پانی (بہترین صدقہ ہے، اس لئے تم کنواں کھدواؤ تاکہ سب کو اس سے فائدہ پہونچے) تو حضرت سعدؓ نے کنواں کھودا، اور کہا یہ کنواں ام سعد (پر ایصال ثواب) کے لئے (وقف) ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

عاشوراء کے دن خرچ کرنے کی برکت

41/2798۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر نفقہ میں (یعنی کھانا کھلانے وغیرہ میں) وسعت کریگا تو اللہ تعالی اس پر سال بھر وسعت کریں گے (یعنی خیر وبرکت نازل کریں گے) سفیان ثوری (جو اس حدیث کے راویوں میں ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا (اور خوب ہی پایا کہ سال بھر وسعت رہی)۔

اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

42/2799۔اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

(7/87)بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ

(یہ باب بہترین صدقہ کے بیان میں ہے)

بہترین صدقہ کا بیان

پہلی حدیث

1/2800۔ابو ہریرہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین خیرات وہ ہے جو ضرورت سے زائد مال میں سے دی جائے (کہ خیرات کے بعد بھی مال اہل وعیال کی ضرورت کے لئے باقی رہے) اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور مسلم نے صرف حکیم بن حزام سے روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2801۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کونسی خیرات (ثواب کے اعتبار سے) بہترین ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (بہترین خیرات یہ ہے کہ) غریب آدمی (محنت اور مشقت کرکے جو مال حاصل کرتا ہے اس میں سے اپنی) وسعت کے لحاظ سے خیرات کردے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/2802۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہترین خیرات یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو (خواہ وہ مسلمان ہو، یا کافر ہو، یا جانور) پیٹ بھر کھانا کھلا دے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

مال کا بہترین مصرف اہل وعیال اور جہاد میں خرچ کرنا ہے

4/2803۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہترین دینار (یعنی رقم) وہ دینار ہے جس کو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار (بھی بہترین) ہے جس کو آدمی اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرے، اور (اسی طرح) وہ دینار (بھی بہترین) ہے جس کو آدمی اپنے جہاد کرنے والے ساتھیوں پر خرچ کرے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مال کو خرچ کرنے کی ترتیب

5/2804۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کئے: (یارسول اللہ!) میرے پاس دینار ہیں (ارشاد ہو کہ میں ان کو کیسے خرچ کروں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (پہلے) تو اس کو اپنی ذات پر خرچ کر۔انھوں نے عرض کیا کہ (اس کے بعد بھی) میرے پاس دینار (باقی) رہ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اس کو تو اپنی اولاد پر خرچ کر انھوں نے (پھر) عرض کیا کہ (اس کے بعد بھی) میرے پاس اور دینار (باقی) رہ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تو اس کو اپنی بیوی پر خرچ کر، انھوں نے (پھر) عرض کیا: (اس کے بعد بھی) میرے پاس اور دینار (باقی) رہ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تو اس کو اپنے خادم پر خرچ کر، انھوں نے (پھر) عرض کیا کہ میرے پاس اور دینار رہ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تم خود سمجھدار ہو (اس لئے تم جس کو مستحق سمجھتے ہو اس کو دیدو)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرنا بھی نیکی ہے

6/2805۔ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس پر اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

افضل ترین خرچ وہ ہے جو اہل وعیال پر ہو

7/2806۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (انسان اپنے مال کو کئی طریقوں سے خرچ کرتا ہے) ایک (خرچ تو) وہ دینار ہے جس کو تم راہ خدا (یعنی جہاد، یا حج، یا طلب علم) میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام باندی آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر خیرات کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو (یوں تو ان میں سے تم کو ہر ایک دینار کے خرچ پر ثواب ملتا ہے لیکن) وہ دینار جس کو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا ہو وہ ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اولاد پر خرچ کرنے کا ثواب

8/2807۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں پر جو میرے ہی بطن سے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تم ان پر خرچ کرتی جاؤ تم جو کچھ خرچ کروگی اس کا ثواب تم کو برابر ملے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

صلہ رحمی کا ثواب خیرات سے بڑھکر ہے

پہلی حدیث

9/2808۔ ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (وہ کہتی ہیں) کہ انہوں نے ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آزاد کیا پھر (بعد میں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اگر تم اس (باندی) کو اپنے ماموں کو دے دیتیں (جن کو ایک خادم کی ضرورت تھی) تو اس کا ثواب (آزاد کرنے سے) زیادہ ہوتا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کا ثواب خیرات کرنے سے بڑھ کر ہے)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

10/2809 ۔سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اجنبی) مسکین کو خیرات دینے سے (صرف) ایک خیرات کا ثواب ملتا ہے اور (غریب) قرابت دار کو خیرات دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک تو خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔اس کی روایت امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کی ایک تفسیر

11/2810 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، انصار مدینہ میں کھجوروں کے اعتبار سے بہت مالدار تھے اور ان کو سب سے زیادہ محبوب وہ باغ تھا جس کو بَیْرَحَاء کہتے تھے جو مسجد نبوی کے مقابل واقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا عمدہ (اور شیریں) پانی پیا کرتے۔انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' (تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کروگے)(سورۃ آل عمران:92)

تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے: یا رسول اللہ! اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' اور '' بَیْرَحَاء ''(نامی باغ) مجھ کو اپنے مال میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے میں اس کو خدا کے نام پر خیرات کرنا چاہتا ہوں اور اس (کو خیرات کرنے سے) اللہ تعالی کے پاس نیکی اور ذخیرۂ (آخرت) کی امید رکھتا ہوں۔پس یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں (یعنی جس کو چاہیں دیدیں)(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: بَخٍ بَخٍ (واہ واہ! شاباش، شاباش) یہ باغ نہایت نفع دینے والا ہے، تم نے جو کچھ کہا میں نے سن لیا (یعنی مجھے تمہارا منشا معلوم ہوگیا) اب میری رائے میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو اپنے (محتاج) قرابت داروں میں تقسیم کردو۔(تاکہ صدقہ کا بھی ثواب حاصل ہو، اور صلۂ رحمی کا بھی) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا ہی کروں گا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عورت کا شوہر اور بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب

12/2811 ۔ رابطہ بنت عبداللہ جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور جو ایک ہنر مند صحابیہ ہوئی ہیں ان سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بیروزگار تھے تو یہ (اپنے ہنر کی آمدنی کو روزانہ) ان پر اور ان کی اولاد پر خرچ کیا کرتی تھیں ۔ (چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو حکم (جیسا کہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں مذکور ہے جو زینب زوجۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔12) دیا تھا کہ وہ خیرات کیا کریں، یہ ارشاد سن کر) انہوں نے (اپنے شوہر سے) کہا خدا کی قسم! تم نے اور تمہارے بچوں نے مجھے خیرات کرنے سے روک رکھا ہے (کہ میرے ہنر کی پوری آمدنی تم پر خرچ ہو جاتی ہے) جس کی وجہ سے میں کچھ بھی خیرات نہیں کر سکتی ہوں (یہ سن کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہم پر خرچ کرنے کی وجہ سے تم ثواب سے محروم ہو رہی ہو تو مجھے بھی پسند نہیں کہ تم ہم پر خرچ کرو، تو یہ دونوں حضرات (میاں بیوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (حاضر ہوئے اور) رابطہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ہنر مند عورت ہوں اور (چیزیں بنا کر) فروخت کرتی ہوں اور (اس وقت) میرے بچے اور میرے خاوند کے پاس کچھ بھی (مال) نہیں ہے (چونکہ میں ان پر خرچ کرتی ہوں) اس لئے میں خیرات نہیں کر سکتی ہوں (حضور ﷺ! ارشاد ہو کہ) میری آمدنی جو ان پر خرچ ہو رہی ہے کیا اس کا مجھے اجر و ثواب ملے گا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جب تک تم ان پر خرچ کرو گی تم کو اس کا (برابر) ثواب ملتا رہے گا۔اس لئے تم ان پر خرچ کرتی جاؤ۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

بیوی کا اپنے شوہر اور اولاد کو زکات دینا جائز نہیں، اس پر دلیل

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابطہ رضی اللہ عنہا اپنی روزانہ کی کمائی سے اپنے شوہر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اپنی اولاد پر خرچ کیا کرتی تھیں۔

واضح ہو کہ حضرت رابطہؓ کا ان پر خرچ کرنا مدّ زکات سے نہ تھا اس کی دلیل شرح معانی الآثار میں اس طرح مذکور ہے کہ خود حضرت رابطہ فرماتی ہیں کہ میں ایک ہنر مند عورت ہوں اور اپنی دستکاری سے (روزانہ) جو کچھ بناتی ہوں اور اس کی آمدنی کو حضرت ابن مسعود پر خرچ کرتی ہوں۔(اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی آمدنی کو ہر روز خرچ کر دیا کرتی تھیں، اس لئے مال پر سال کے نہ گزرنے کی وجہ سے زکات کے نصاب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا خرچ مدّ زکات سے نہ تھا) چنانچہ حضرت رابطہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بچوں پر خرچ کرنا ثواب کا موجب ہے یا نہیں۔ اس سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال نفل خیرات کے ثواب سے متعلق تھا نہ کہ زکات سے۔

حضرت رابطہؓ کا خرچ مدّ زکات سے نہ ہونے پر شرح معانی الآثار میں دوسری دلیل یہ ہے کہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکات کے مال کو اپنے بچوں پر خرچ کرے، چونکہ حضرت رابطہؓ جس مال کو اپنے بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں، اسی مال میں سے اپنے شوہر پر بھی خرچ کیا کرتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ مال جس کو بچوں پر خرچ کرتی تھیں وہ مدّ زکات میں سے نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مال حضرت رابطہؓ اپنے شوہر پر خرچ کرتی تھیں وہ بھی مدّ زکات سے نہ تھا۔12

پڑوسی کی تعریف اور اس کے حقوق

13/2812۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان دو میں کس کو تحفہ دوں؟ تو حضور ارشاد فرمائے کہ جس کا دروازہ تمہارے (دروازے) سے قریب ہو (اس کے پاس تحفہ بھیجو)۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں پڑوسی کا ذکر ہے، پڑوسی کے تعین میں ائمہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پڑوسی وہ ہے کہ جس کا گھر تمہارے گھر سے ملا ہوا ہو اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو تمہارے محلّہ میں رہتا ہو اور محلّہ کی مسجد کا مصلی ہو وہ پڑوسی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پڑوس کا شمار اپنے گھر کے ہر جانب سے چالیس گھر تک ہوتا ہے۔ در منتقی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور اسی کی صراحت علامۂ قاسم نے بھی کی ہے اور قیاس بھی یہی ہے کہ پڑوسی وہی ہے جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو۔ (در منتقی کی عبارت یہاں ختم ہوئی)۔

پڑوسی کے تعین کے بعد پڑوسی سے متعلق حقوق یہ ہیں کہ اگر پڑوسی نادار ہو تو اس کے کھانے، کپڑے اور اس کی امداد سے غافل نہ ہو اور اگر پڑوسی کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو اس کے دکھ درد میں شریک رہے اور اگر گھر میں کھانے وغیرہ کا اہتمام ہو تو اس میں اپنے پڑوسی کو بھی شریک کرلے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو کم از کم اپنے گھر پر پکوان وغیرہ کے انتظامات کو نمایاں نہ کرے تا کہ وہ رنجیدہ نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیرات احمدیہ، درمختار اور ردالمختار کی ''کتاب الوصایا'' میں مذکور ہے12

پڑوسیوں سے سلوک کرنے کی تاکید

14/2813۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جب تم (گوشت کا) شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کردو تاکہ (تم اس کے ذریعہ سے) اپنے پڑوسیوں کی مدد کرسکو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بہترین آدمی اور بدترین آدمی کون ہے؟

15/2814۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کیا میں تم کو سب سے بہتر آدمی کا پتہ نہ دوں؟ سنو! سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو (ہر وقت) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہتا ہے (پھر آپ ارشاد فرمائے): کیا میں تم کو اس شخص کا پتہ نہ دوں جو (درجہ میں) اس کے قریب ہے؟ (سنو یہ) وہ شخص ہے جو چند بکریوں کے ساتھ گوشۂ تنہائی اختیار کرلے اور ان بکریوں پر جو اللہ تعالی کا حق ہے (یعنی زکات ہے) اس کو ادا کرتا ہے (پھر آپ ارشاد فرمائے): کیا میں تم کو سب سے برے آدمی کی خبر نہ دوں؟ (سنو یہ) وہ شخص ہے جس سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے اور (وہ باوجود قدرت رکھنے کے) نہ دیتا ہو۔ اس کی روایت ترمذی، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

اللہ کے نام کا واسطہ دیکر سوال کرنے کی اور ایسے سائل کو نہ دینے کی وعید

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کے لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس سے سائل، اللہ کے نام کا واسطہ دیکر مانگے اور وہ نہ دے۔ اس بارے میں ابن مبارک کا قول مختارات میں اس طرح مذکور ہے کہ جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر یا اللہ کا حق بتا کر مانگے، مجھے یہ بات پسند ہے کہ ایسے سائل کو کچھ نہ دیا جائے، اس لئے اس نے (دنیوی مال) جس کو اللہ نے حقیر قرار دیا ہے (اس کے حاصل کرنے کے لئے) اس نے اللہ کے نام کو جو عظمت اور شان والا ہے (ایسی حقیر چیز کے لئے) استعمال کیا۔

یہ قول اس وقت پر محمول ہے جب کہ معلوم ہو کہ سائل حقیقت میں ضرورت مند نہیں ہے۔ اس خصوص میں طبرانی نے قوی سند کے ساتھ ایک حدیث ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اس شخص پر لعنت ہے جو اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہو اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے اور (وہ قدرت رکھنے اور سائل کی ضرورت سے واقف ہونے کے

باوجود) سائل کو نہ دے۔ اگر سائل سوال کرتے وقت برا بھلا کہہ دے تو ایسی صورت میں نہ دینے والا لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور ابوداؤد اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کی ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور ابن عمرؓ نے اس حدیث کو مرفوع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کے نام کا واسطہ دے کر مانگے تم اس کو دیدو۔

صاحب درمختار اور ردالمحتار نے حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ مانگنے والا اور نہ دینے والا یہ دونوں اس صورت میں لعنت کے مستحق قرار دئے جائیں گے جب کہ مانگنے والا بے ضرورت اور اپنے مال کو بڑھانے کے لئے سوال کرے اور نہ دینے والا اس وقت ملعون ہوگا جب کہ وہ دینے کی قدرت رکھنے اور سائل کی ضرورت سے واقف ہونے کے باوجود نہ دے۔ 12

احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہئے

16/2815۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص (بطور فریاد کے کسی کے شر سے) اللہ کے نام پر تم سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دے دو، اور جو شخص تم سے سوال کرے اور اللہ کے نام پر کوئی چیز مانگے تو تم اس کو دیدو، اور جو شخص کھانے کی دعوت دے تو تم اس کی دعوت کو قبول کرو، اور کوئی شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اس کے احسان کا بدلہ دو (یعنی اس کے ساتھ کوئی نیکی کرو) اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو اس کے لئے دعاء کرتے رہو، یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ تم نے اس (کے احسان) کا بدلہ چکا دیا۔ اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ احسان کرنے والے کا بدلہ احسان سے نہ کر سکیں تو کم از کم "جَزَاکَ اللّٰهُ خَيْرًا" (اللہ تعالی تم کو اس کا بہتر بدلہ دے) کہہ دیں تو یہ دعا اس کے احسان کا بدلہ ہو جائیگی۔ 12

اللہ کے نام کا واسطہ دیکر دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگنا چاہئے

17/2816۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ کی ذات (یا اس کے نام کا واسطہ دیکر نہ اللہ سے نہ اس کے غیر سے) بجز جنت (کے کوئی اور چیز) نہ مانگی جائے (یعنی لوگوں سے اللہ کا واسطہ دے کر دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگنا چاہئے)۔ (مرقات اور اشعۃ اللمعات۔ 12) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا چاہئے

18/2817۔ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ سائل کو (خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ کچھ نہ کچھ ضرور دو) اگرچیکہ وہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی روایت امام مالک، نسائی نے کی ہے اور ترمذی اور ابوداؤد نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

(8/88)بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ

(اس باب میں شوہر کے مال سے بیوی کے خیرات کرنے کا بیان ہے)

بیوی اور ملازم کے خیرات کرنے کا بیان

1/2818۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جب بیوی اپنے گھر کے کھانے میں سے (راہ خدا میں کچھ خیرات کرتی ہے اوراس (خیرات) میں اسراف نہیں ہورہا ہوتو اس عورت کو اس خیرات کا ثواب ملتا ہے اوراس کے شوہر کو بھی اس کمائی کا ثواب ملتا ہے (جس مال میں سے خیرات دی گئی ہے) اوراسی طرح اس داروغہ کو بھی (خیرات کا ثواب ملتا ہے جواپنے مالک کی جانب سے اس کے مال میں سے کچھ خیرات کردے) تینوں کو برابر پورا ثواب ملتا ہے) ایک کا ثواب کم کرکے دوسرے کو نہیں دیا جائے گا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

خیرات کی ان صورتوں کا بیان جن میں شوہر یا مالک کی اجازت ضروری نہیں اور ان صورتوں کا بیان جن میں اجازت ضروری ہے

ف: مرقات میں محی السنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرے،خواہ وہ اجازت صراحت کے ساتھ ہو یا اشارۃً ہو۔

اوراسی طرح خادم کے لئے بھی جائز نہیں کہ اپنے مالک کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرے،اب رہا مذکورہ حدیث شریف اور وہ حدیثیں جو بعد میں آرہی ہیں ان میں بغیر اجازت کے بیوی اور خادم کے خیرات کرنے کا جو ذکر ہے وہ اس بناء پر ہے کہ اہل حجاز کی عام عادت یہ تھی کہ وہ اپنی بیویوں اور خادموں کو اجازت دے رکھتے تھے کہ اگر سائل آئے تو دیدیا کریں اور مہمان آئے تو مہمان نوازی کیا کریں،علامہ شریف جرجانی نے بھی مشکوۃ کے حاشیہ میں ایسا ہی کہا ہے۔

اورعلامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ اس بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں،ان میں تطبیق یعنی اختلاف کو دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی اور خادم کو خیرات کرنے کی اجازت کا انحصار مُلک کے رواج،شوہر اور مالک کی طبیعت اور جو چیز خیرات کی جارہی ہے اس کی حیثیت پر ہوگا۔مثلاً کسی ملک کا رواج یہ ہے کہ شوہر اور مالک کی اجازت کے بغیر وہاں خیرات دی جاتی ہو، یا شوہر کی

طبیعت یہ ہے کہ وہ اجازت کے بغیر اپنی بیوی کی خیرات پر اور مالک اپنے خادم کی خیرات پر راضی رہتے ہوں یا جو چیز خیرات میں دی جارہی ہے وہ معمولی حیثیت کی ہے اور زیادہ مدّت تک رکھنے سے خراب ہوجاتی ہے تو ان تمام صورتوں میں بیوی یا خادم کا بغیر اجازت کے خیرات کرنا جائز ہوگا اس کے برخلاف ملک کا رواج ایسا نہ ہو، یا شوہر اور مالک کی طبیعت میں بخل ہو اور وہ اجازت کے بغیر خیرات کو پسند نہ کرتے ہوں یا جو چیز خیرات دی جارہی ہو شوہر اور مالک کے پاس اہم ہو تو ان تمام صورتوں میں شوہر یا مال کی اجازت کے بغیر خیرات کا دینا جائز نہ ہوگا۔12

شوہر کے حکم کے بغیر بیوی کے خیرات کرنے کا بیان

پہلی حدیث

2/2819۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب بیوی اپنے شوہر کے مال سے اس کے حکم کے بغیر کچھ خیرات کرے تو اس کو (پورے ثواب کا) آدھا ثواب ملے گا (اور باقی نصف اس کے شوہر کو ملے گا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

3/2820۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی مال خرچ نہ کرے (اس پر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا کھانے میں سے بھی (اجازت کے بغیر بیوی کے لئے خیرات کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ وہ روپیہ پیسہ کے مقابلہ میں معمولی چیز ہے تو) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: (نہیں کھانا بھی خیرات نہ کرے) کھانا تو ہمارا بہترین مال ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

4/2821۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک قوی اور جسیم عورت کھڑی ہوئی جو غالباً قبیلۂ مُضَر کی عورتوں میں سے تھیں، عرض کیں: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم اپنے باپ،

بیٹے اور شوہروں کے زیر پرورش ہوتی ہیں (ارشاد فرمائیے کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال سے) ہمیں کیا چیز (خیرات کرنا) جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ کچی چیزیں (جو جلد خراب ہو جاتی ہوں، مثلاً سالن، دودھ اور کچا میوہ وغیرہ) تم ان کو کھاؤ اور ہدیہ کے طور پر بھی بھیج سکتی ہو (جس کا عام طور پر رواج بھی ہے)۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

مالک کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر، غلام خیرات کرسکتا ہے

5/2822۔ عمیر رضی اللہ عنہ جو ابی اللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میرے آقا نے مجھے حکم دیا کہ میں گوشت کے کباب بناؤں، اتنے میں ایک فقیر آ گیا تو میں نے اس گوشت میں سے اس کو کچھ کھلا دیا۔ میرے آقا کو (جب) یہ معلوم ہوا تو انھوں نے مجھے مارا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے آقا کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم نے عمیر کو کیوں مارا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میری اجازت کے بغیر یہ میرا کھانا دے دیا کرتا ہے۔ حضور ارشاد فرمائے کہ اس قسم کی خیرات کا تم دونوں کو ثواب ملے گا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا یہ نہیں کہ غلام مالک کے مال میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے بلکہ غلام کو مارنے سے منع فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ مالک کو اس بات کی تسلی دی جائے کہ اس قسم کی خیرات سے دونوں کو ثواب ملتا ہے اور اس ثواب کو جو غلام کی خیرات سے مالک کو مل رہا ہے غنیمت سمجھنا چاہئے) (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12)

6/2823۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنے آقاؤں کے مال سے کچھ خیرات کرسکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: ہاں! (خیرات کرسکتے ہو) اور اس کا ثواب تم کو اور تمہارے مالکوں کو برابر برابر ملے گا۔

خیرات کے ثواب میں مالک کے ساتھ ملازم بھی شریک ہے

7/2824۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ امانت دار مسلمان خانساماں جو اپنے مالک کے حکم کے مطابق بلا کم و کاست خوش دلی سے اس شخص کو خیرات دے کہ جس کو مالک نے دینے کا حکم دیا ہے تو وہ بھی دو خیرات کرنے والوں میں سے ایک ہوگا (یعنی اس کو بھی مالک کی طرح خیرات کرنے کا ثواب ملے

گا)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

میت کے لئے ایصال ثواب کا ثبوت

8/2825۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا یکا یک انتقال ہوگیا ہے اور اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو میرا خیال ہے کہ وہ ضرور خیرات کی وصیت کرتی، اب اگر میں اس کی جانب سے خیرات دوں تو کیا اس کو اس خیرات کا ثواب ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (اس کو ضرور ثواب ملے گا)۔

9/2826۔اور دار قطنی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ جب زندہ تھے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتا تھا اب دونوں انتقال کر چلے ہیں تو میں ان کی موت کے بعد کس طرح ان کے ساتھ سلوک کروں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنی نمازوں کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی نفل نماز پڑھ لیا کرو اور (اس کا ثواب ان کی ارواح کو ہدیہ دو) اسی طرح جب تم روزہ رکھتے ہو تو اپنے روزوں کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی نفل روزہ رکھ لیا کرو (اور اس کا ثواب بھی ان کی ارواح کو ایصال کیا کرو)۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ میت کو خیرات کا ثواب پہنچتا ہے ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے صراحت کی ہے کہ انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخشے، خواہ وہ نماز ہو، یا روزہ یا خیرات۔

اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ فرائض کے علاوہ نوافل کا ثواب دوسروں کو پہونچتا ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ یافعی نے اپنی کتاب روضۃ الریاحین میں لکھا ہے کہ شیخ اجل علامہ عزُّ الدین عبدالسلام کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، فرمارہے تھے کہ ہم دنیا میں ایصال ثواب کے قائل نہ تھے، لیکن یہاں یعنی عالم برزخ میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ میت کو بھیجا ہوا ثواب پہونچتا ہے۔12

(9/89)بَابُ مَنْ لَا يَعُوْدُ فِيْ الصَّدَقَةِ
(یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جس کو خیرات دے کر واپس نہ لینا چاہئے)
خیرات دے کر واپس لینے کی ممانعت

1/2827 ۔امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جو جہاد میں جارہا تھا (اور جس کے پاس گھوڑا نہ تھا) راہ خدا میں ایک گھوڑا دے دیا۔اس نے اس گھوڑے (کو لاپرواہی سے رکھا اور) اس کو دبلا کر دیا۔میں نے چاہا کہ اس کو خریدلوں،اور میرا خیال تھا کہ وہ اس کو سستی قیمت پر فروخت کردے گا پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نہ خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو،اگرچہ کہ وہ تمہیں ایک ہی درہم میں کیوں نہ بیچ دے،اس لئے کہ اپنی خیرات کو واپس لینے والا ایسے کتّے کی طرح ہے جو اپنی قئے کو پھر چاٹ لے۔

2/2828 ۔اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ تم اپنی خیرات کو واپس نہ لو،اس لئے کہ اپنی خیرات کو واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قئے کو پھر چاٹ لے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بعض حالتوں میں خیرات واپس لی جاسکتی ہے

3/2829 ۔بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک خاتون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیں:یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنی ماں کی خدمت کے لئے ایک باندی دی تھی اور میری والدہ کا انتقال ہوگیا (اور وہ باندی وراثت میں واپس مجھے مل گئی ہے،اب میں اس کو لے سکتی ہوں یا نہیں؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (باندی دینے کا) ثواب تو تمہیں مل گیا،اور اب وراثت نے اس (باندی) کو تمہارے لئے واپس کردیا ہے (اس لئے تم اس کو لے لو)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

میت کی طرف سے اس کے قضاء روزوں کا فدیہ دینے کا بیان

4/2830۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص انتقال کر جائے اور اس پر ایک مہینہ کے روزے قضاء ہوں تو (اس کے ولی کو) چاہئے کہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو (دو وقت کا) کھانا کھلائے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور "الجوھر النقی" میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

میت کی طرف سے کوئی شخص روزہ قضاء نہیں کرسکتا البتہ فدیہ دیا جاسکتا ہے

5/2831۔ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور ان پر رمضان کے روزے قضاء رہ گئے ہیں کیا میرے لئے ان کی طرف سے روزوں کی قضاء جائز ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ان کی طرف سے روزے رکھنے کے بجائے تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو خیرات دے دیا کرو (مرقات اور عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے کہ ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو ایک فطرہ کی مقدار غلّہ دیا جائے۔ واضح ہو کہ ایک فطرہ کی مقدار دو کیلو گیہوں ہوتے ہیں)۔

اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔ اور عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میت کی طرف سے حج بدل کا ثبوت

6/2832۔ اور مسلم کی ایک روایت میں (بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، ایک خاتون نے حاضر ہوکر) عرض کیا کہ میری والدہ نے حج نہیں کیا تھا (اور ان کا انتقال ہوگیا) کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تم ان کی طرف سے حج کرلو۔

عبادات کے اقسام اور ان کو نیابتاً ادا کرنے کی تفصیل

ف: واضح ہو کہ عبادات کی تین قسمیں ہیں ایک محض مالی جیسے زکات، دوسرے محض بدنی جیسے نماز، اور تیسرے مالی اور بدنی مشترک جیسے حج، پہلی قسم کی عبادات (یعنی محض مالی جیسے زکات) میں اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں نیابت درست ہے، اس لئے کہ مالی عبادات میں نیابت سے بھی

اس کا مقصود کہ اللہ تعالی کے واسطے مال خرچ کیا جائے حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم کی عبادات (یعنی محض بدنی) میں کسی صورت میں (صحت ہو یا مرض) نیابت درست نہیں، اس لئے کہ بدنی عبادات میں اتعاب نفس (یعنی انسان کا اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنا) مقصود ہے اور نیابت سے یہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

تیسری قسم کی عبادات یعنی مالی اور بدنی مشترک میں عجز کی صورت میں نیابت درست ہے، بشرطیکہ وہ عجز دائمی ہو اور حج فرض ہو چکا ہو، البتہ نفل حج ادا کرنا چاہتا ہو تو قدرت کے باوجود اپنے نائب کے ذریعہ حج بدل کروانا درست ہے۔

نیابت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے اسی کی عبادات کو ادا کرے۔

(یہ مضمون ہدایۃ سے ماخوذ ہے 12)۔

7-کِتَابُ الصَّوْمِ
(یہ کتاب روزے کے بیان میں ہے)

ف: "صَــوْمٌ" کے معنی شریعت میں اپنے نفس کو کھانے، پینے اور جماع سے نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روکنے کے ہیں، روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، مدینہ منورہ میں ہجرت کے ڈیڑھ برس بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

اللہ تعالی نے کئی عظیم فائدوں کی وجہ سے روزہ کو فرض کیا ہے۔منجملہ ان فوائد کے ایک تو نفس امارہ کی اصلاح ہے۔کیوں کہ جب روزہ کی وجہ سے نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے تو تمام اعضاء جسمانی سیر رہتے ہیں۔ہر عضو اپنی اپنی خواہشات سے رک جاتا ہے اور اللہ تعالی کی اطاعت پر مائل ہوجاتا ہے۔ مثلاً آنکھ دیکھنے کے گناہ سے، زبان بولنے کے گناہ سے اور کان سننے کے گناہ سے اور فرج شہوت کے گناہ سے محفوظ رہتے ہیں، جس سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔اس کے برخلاف جب نفس روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے کھاپی کر سیر رہتا ہے تو سارے اعضاء بھوکے ہوجاتے ہیں اور گناہ کے کاموں پر مائل ہوجاتے ہیں جس سے دل سیاہ ہونے لگتا ہے۔

روزہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ رکھنے سے روزہ دار میں غرباء پر شفقت اور مہربانی کرنے کی صفت پیدا ہوتی ہے، اس لئے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں بھوک کی جو تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس کا یہ احساس روزہ نہ رکھنے کی حالت میں عام دنوں میں بھی باقی رہتا ہے اس احساس کی وجہ سے وہ غریبوں سے اچھا سلوک کرتا ہے جس کا اجر اس کو اللہ کے پاس مل جاتا ہے۔

روزہ کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے فقراء کے حال سے موافقت پیدا ہوجاتی ہے، فقراء تو اکثر بھوکے ہی رہتے ہیں اور بھوک کی تکلیف برداشت کرتے ہیں اور روزہ دار روزہ رکھ کر بھوک کی تکلیف کو برداشت کرکے فقراء کے حال سے مشابہت پیدا کرلیتا ہے اور اس سے اللہ تعالی کے پاس اس کا درجہ بلند ہوتا ہے، چنانچہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص سخت سردی کے موسم میں حاضر ہوا۔اس نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں، اُس نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسی سردی میں اپنے کپڑے کیوں اتار دیئے ہیں، تو حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: بھائی! فقراء بہت ہیں اور میں ان کو کپڑے نہیں دے سکتا ہوں تو اس لئے میں کپڑے اتار کر سردی کو برداشت کررہا ہوں تاکہ ان کی اس تکلیف میں شریک ہوجاؤں۔(یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "يَـٰٓاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَo اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ''۔

اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:183/184، میں)اے ایمان والو!تم پر (رمضان کے)روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے (اورامتوں پر)فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤاوروہ گنتی کے چند دن ہیں(ان دنوں سے ماہ رمضان مراد ہے)

(معالم التنزیل۔12)

وَقَوْلُهٗ: ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ،فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ''اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۂ بقرہ ،آیت نمبر:185، میں)ماہ رمضان وہ(برکت والامہینہ)ہے جس میں قرآن نازل ہوا، جولوگوں کے واسطے ہدایت ہےاورجس میں ہدایت کی اورحق و باطل میں فرق کرنے کی کھلی نشانیاں ہیں،تو جو شخص اس مہینہ کو پالےاس کوضروراس میں روزہ رکھنا چاہیئے۔

رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان

پہلی حدیث

1/2833۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہےتو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں(یعنی اللہ کی رحمت پے درپے نازل ہوتی رہتی ہے، نیک اعمال بغیر کسی رکاوٹ کے آسمان پراٹھالئے جاتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں)

2/2834۔اورایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (یعنی ماہ رمضان المبارک میں روزہ دارکوایسے اعمال کی توفیق ہوتی ہے جن سے وہ جنت کا مستحق ہوجاتا ہے)اوردوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں(یعنی روزہ دارتزکیہ نفس کی وجہ سے ایسے گناہ اورایسےاعمال بد سے بچ جاتا ہے جودوزخ میں پہونچانے کاباعث ہوتے ہیں)اورشیاطین کو قیدکردیا جاتا ہے(جس کی وجہ سے روزہ دارشیاطین کے وسوسوں اورگناہوں کی ترغیب سے محفوظ ہوجاتا ہے)۔

3/2835۔اورایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طورپر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان ہے کہ مسلمان نے جب روزہ رکھا اور پیٹ خالی ہوا تو اکثر گناہوں سے بچا تو رحمت الٰہی کو جوش ہوا، بہشت کے دروازے کھلے، دوزخ بیکار ہوئے، شیطان بند ہوئے، کیوں کہ انسان پر شیطان کا قابو پیٹ بھرنے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر بے نمازی بھی رمضان میں روزہ رکھتے ہیں۔ اور نماز شروع کردیتے ہیں اور یہی دلیل ہے شیطان کے قید ہونے کی۔ بہرحال رمضان المبارک کی برکت میں کوئی شبہ نہیں۔12

دوسری حدیث

4/2836۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات آجاتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور دوزخ کا کوئی دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جنت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک منادی یہ ندا کرتا ہے: اے طالب خیر متوجہ ہوجا (اور خیر کی جانب آجا) اور اے شر پسند (گناہوں سے) باز آجا (کہ یہ گناہوں سے توبہ کرنے کا وقت ہے) اور اللہ تعالی (اس مہینہ میں گناہ گاروں کو) دوزخ سے نجات دیتے ہیں اور (یہ ندا رمضان المبارک میں) ہر رات ہوا کرتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

5/2837۔ اور امام احمد نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں شیاطین اور سرکش جن قید کئے جاتے ہیں اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ شیاطین کو اور سرکش جنوں کو اس لئے قید کیا جاتا ہے تاکہ وہ روزہ داروں کے دلوں میں وسوسے نہ ڈالیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں اکثر گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو جو دیکھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں بھی گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین کے بہکانے کے پرانے اثرات ان کے دلوں میں جمے رہتے ہیں اور وہ اپنی عادت کے مطابق برائی کرتے رہتے ہیں۔12

شب قدر کی فضیلت

پہلی حدیث

6/2838۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آیا ہے، اللہ تعالی نے تم پراس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینہ میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں (یعنی اللہ تعالی کی رحمت پے درپے نازل ہوتی رہتی ہے) اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں (یعنی روزہ دارتزکیۂ نفس کی وجہ سے ایسے گناہوں سے بچ جاتا ہے جودوزخ میں پہونچانے کا باعث ہوتے ہیں) اورسرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالا جاتا ہے (یعنی ان کوجکڑ دیا جاتا ہے) اس مہینہ میں اللہ تعالی (کے تجلیات) کی ایک خاص رات ہے جو ہزارمہینوں سے بہتر ہے (یعنی شب قدر میں عبادت کرناایک ہزارمہینہ عبادت کرنے کے برابر ہے) جوشخص اس رات کی نیکی سے محروم رہاوہ یقیناً ہرطرح کی خیروبرکات سے محروم رہا (یعنی جس کوشب بیداری کی توفیق نہ ہوئی یااول شب یاآخر شب عبادت نہ کی تووہ شب قدر کے برکات سے محروم رہا)۔

اس کی روایت امام احمد، اورنسائی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

7/2839 ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ یہ (مبارک) مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے، (توتم اس کوغنیمت سمجھو، دن میں روزے رکھا کرواور رات میں تراویح پڑھا کرو) اوراس میں ایک ایسی رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزاروں مہینوں کی راتوں (میں عبادت کرنے) سے بہتر ہے (اس لئے تم شب قدرکواس مہینہ کی ہررات میں عبادت کرکے تلاش کروتاکہ تم اس کی برکات کوحاصل کرلو، اس لئے) کہ جواس (شب قدر) کی بھلائیوں (یعنی اس میں عبادت کرنے کی توفیق) سے محروم رہاوہ ہر بھلائی سے محروم رہااوراس کے (برکات سے) وہی محروم رہتاہے جوبےنصیب ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

روزہ دارکوافطارکرانے کی فضیلت اورملازمین سے کام کم لینے کاثواب

8/2840 ۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کوخطبہ دیااوراس (خطبہ) میں ارشادفرمایا کہ ایک بڑے مہینہ نے تم پرسایہ ڈالا ہے جو برکت والامہینہ ہے یہ ایک ایسا (مبارک) مہینہ ہے جس میں

ایک ایسی رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزار مہینوں (کی راتوں میں عبادت کرنے سے) بہتر ہے۔ اللہ تعالی نے اس مہینہ کے روزے فرض کیے ہیں اور اس مہینہ کی راتوں میں عبادت (یعنی تراویح پڑھنے) کو سنت (مؤکدہ) قرار دیا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیک کام کو بطور نفل ادا کرے اور اس سے اللہ تعالی کا قرب چاہے تو وہ اس شخص کے برابر ہے جو کسی اور مہینہ میں فرض عبادت ادا کرتا ہے (یعنی اس مہینہ کی نفل عبادت اجر اور ثواب میں دوسرے مہینوں کی فرض عبادت کے برابر ہے) (اور جو شخص اس (مہینہ) میں فرض عبادت کرے تو (اجر و ثواب پانے میں) وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی دوسرے مہینہ میں ستّر (70) فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ (محتاجوں سے) ہمدردی کرنے کا ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کو افطار کرائے تو یہ اس شخص کے گناہوں کی بخشش کا سبب ہے اور دوزخ سے اس کی نجات کا ذریعہ ہے اور اس شخص کو اس روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی (راوی نے کہا کہ) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر ایک کو اتنا مقدور نہیں کہ روزہ دار کو افطار کرا سکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی ہر اس شخص کو یہ ثواب دیتے ہیں جو کسی روزہ دار کو دودھ یا لسّی پلائے یا کھجور کھلا دے یا (کم از کم) پانی کا ایک گھونٹ ہی پلا دے! اور جو شخص کسی روزہ دار کا پیٹ بھر دے گا تو اللہ تعالی میرے حوض (کوثر) سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء (یعنی پہلا دہا) رحمت ہے اور درمیان (یعنی دوسرا دہا) بخشش ہے اور آخر (یعنی تیسرا دہا) دوزخ سے نجات ہے اور جو شخص اپنے روزہ دار باندی اور غلام سے کم کام لے تو اللہ تعالی اس کو بخش دیں گے اور اس کو دوزخ سے نجات دیں گے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

روزہ دار اعزاز کے طور پر جنت میں باب الرّیّان سے داخل ہوگا

9/2841۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ کا نام رَیّان (خوب سیراب کرنے والا) ہے اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی (اعزاز کے طور پر جنت میں) داخل ہوں گے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

رمضان میں نیک اعمال کرنے سے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں

10/2842۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس نے عقیدت اور ایمان کے ساتھ (خلوص نیت سے) ثواب حاصل کرنے کے لئے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جو عقیدت اور ایمان کے ساتھ (خلوص نیت سے) رمضان میں عبادت کرے (یعنی تراویح، تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول رہے) تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے عقیدت اور ایمان کے ساتھ (خلوص نیت سے) شب قدر میں عبادت کی تو اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

روزہ کی فضیلت اور اس کے آداب

11/2843۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ انسان کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی (کا ثواب) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ لیکن روزہ کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کا بدلہ میں ہی دوں گا کہ روزہ دار میری (خوشنودی) کے لئے اپنی خواہش اور اپنا کھانا چھوڑ دیتا ہے۔روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں: (1) ایک خوشی افطار کے وقت (کہ روزہ پورا ہوا، اور بھوک و پیاس کا غلبہ جاتا رہا) اور (2) دوسری خوشی (آخرت میں) اللہ تعالی سے ملاقات کے وقت (کہ اللہ تعالی سے مل کر روزہ کا ثواب حاصل کرے گا) اور روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالی کے پاس مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے (کہ روزہ دار اس سے دنیا میں شیطان کے شر سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا تم میں سے جب کوئی روزہ دار ہو تو فحش کلامی نہ کرے اور نہ شور مچائے اور اگر اس کو کوئی برا کہے یا (اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (مجھے لڑنا یا گالی دینا زیب نہیں ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے پاس مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔اس بارے میں صاحب مرقات نے کہا ہے کہ اس پر یہ لازم نہیں ہوتا کہ

روزہ دار مسواک کے ذریعہ سے اپنے منھ کی بو کو دور نہ کرے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ روزہ دار کے منھ کی بو کو حدیث شریف میں مشک کی خوشبو سے جو بہتر قرار دیا گیا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ماں اپنے بچہ کے پیشاب کے بارے میں کہتی ہے: میرے بچہ کا پیشاب مجھے عرق گلاب سے زیادہ پسند ہے۔ ماں کے اس طرح کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بچہ کا پیشاب ناپاک نہیں ہے کہ جس کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک سے زیادہ پسند ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسواک ہی نہ کرے اور بو کو باقی رہنے دے۔

ان شاءاللہ اس مسئلہ کی مزید تفصیل "بَابُ تَنْزِيهِ الصَّوْمِ" میں آئے گی۔

فقہاء احناف میں قدوری رحمہ اللہ نے اور مالکی فقہاء میں ابن العربی رحمہ اللہ نے اور شافعی فقہاء میں ابوعثمان صابونی، ابوبکر ابن السمعانی وغیرہ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو کے بارے میں حدیث شریف میں جو ذکر ہے اس سے اللہ تعالی کی جانب سے اظہار خوشنودی اور شرف قبولیت ہے۔ اور قاضی نے کہا ہے کہ اللہ تعالی روزہ دار کو آخرت میں اس طرح بدلہ دے گا کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو آخرت میں مشک کی خوشبو سے زیادہ مہک اٹھے گی، اور شیخ تقی الدین ابن الصلاح اور شیخ عزالدین عبدالسلام اس بارے میں مختلف الرائے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے؟ امام عزالدین عبدالسلام کا مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو آخرت میں ہوگی دنیا میں نہیں، جس طرح شہداء کے خون کے بارے میں صراحت ہے اور انہوں نے مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام احمد اور نسائی نے عطاء کی سند سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی روزہ دار کے منہ کی خوشبو قیامت کے دن اللہ تعالی کے پاس مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ یہ مضمون عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث شریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ قرار دیا جائے۔ اس بناء پر کہ مسواک سے روزہ دار کے منہ کی بو زائل ہوجاتی ہے، حالانکہ مسواک سے صرف دانتوں کی زردی زائل ہوتی ہے اور منہ کی بوٗ زائل نہیں ہوتی جو حقیقت میں خلو معدہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور مسواک سے پیٹ تو نہیں بھرتا کہ خلو معدہ دفع ہو اور منہ کی بو زائل ہوجائے۔

عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کے منہ کی بو کی تعریف اس لئے فرمائی ہے کہ تا کہ لوگ روزہ دار کے منہ کی بو کی وجہ سے کہیں اس سے بات کرنا چھوڑ نہ دیں اور اس طرح فرمانے سے یہ مطلب نہیں کہ روزہ دار مسواک نہ کرے اور اللہ تعالی کی ذات عالی کو خوشبو وغیرہ کی احتیاج تو نہیں وہ تو ہر چیز سے بے نیاز اور غنی ہیں تو اس طرح یقین کے ساتھ ہم اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ حدیث شریف کا یہ مفہوم نہیں کہ منہ کی بو کو باقی رکھا جائے اور مسواک نہ کریں بلکہ مفہوم یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو کی وجہ سے لوگ اس سے بات کرنے میں کنارہ کشی نہ کریں اور اس سے

نفرت نہ کریں، کیوں کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے پاس قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔12

قیامت میں روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے

12/2844۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (ماہ رمضان کا) روزہ اور قرآن (کی تلاوت) یہ دونوں (روزہ دار) بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے پروردگار! میں اس کو دن میں کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے روک رکھا تھا۔ پس اس (روزہ دار) کے حق میں میری شفاعت قبول فرما (اور اس کے گناہوں کو بخش دے) اور قرآن کہے گا: اے پروردگار! میں نے اس (قرآن پڑھنے والے) کو رات کی نیند سے روک رکھا تھا (کہ تراویح اور تہجد میں قرآن پڑھا کرتا تھا) پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر (اور اس کو جنت میں بلند درجات عطا فرما) پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت

13/2845۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر سائل کو دیا کرتے تھے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے، اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالی رمضان المبارک میں بندوں کو دوزخ سے نجات دیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح اللہ تعالی کے اخلاق کی پیروی میں قیدیوں کو جو حقوق اللہ یا حقوق العباد میں ماخوذ ہوں، ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

حقوق اللہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ قیدیوں کو چاہیں تو چھوڑ دیں، اس اختیار کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے۔

اب رہا حقوق العباد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریقین کے درمیان تصفیہ فرما کر ایسے قیدیوں کو بھی چھوڑ وادیتے تھے۔12

رمضان کے لئے جنت آراستہ کی جاتی ہے

14/2846۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشادفرمایاہے کہ جنت رمضان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے، ابتداء سال سے آخر سال تک جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہےتو حورعین پر جنت کے پتوں کی ہواعرش کے نیچے سے چلتی ہےتو حوریں کہتی ہیں کہ اے رب! اپنے (نیک، روزہ دار، اورعبادت گزار) بندوں میں سے ہمارے لئے ایسے شوہر عطا فرما جن سے ہماری آنکھوں کوٹھنڈک حاصل ہو اوران کی آنکھوں کو ہم سے مل کر ٹھنڈک حاصل ہو۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

رمضان کے آخری رات کی فضیلت

15/2847 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ امت محمدیہ (کے ہرروزہ دار) کی بخشش رمضان کی آخری رات میں کردی جاتی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ! کیا وہ لیلۃ القدر ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: نہیں! بلکہ کام کرنے والے کواس کے کام کے ختم پرہی اس کا پورا معاوضہ دیا جاتا ہے (اسی طرح روزہ دارکوروزوں کے ختم پر بخش دیا جاتا ہے۔) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رمضان کی آخری شب ہرروزہ دار کی بخشش کی جاتی ہے، اس سے مرادعید کی شب ہے کہ اس پر ماہ رمضان کا روزہ ختم ہوتا ہے اوراس کی بڑی فضیلت ہے۔12

(1/90) بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ
(چاند دیکھنے کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :"يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ." اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:189، میں) لوگ آپ سے چاندوں کے (ہر مہینہ گھٹنے بڑھنے کی) حالت (اوراس میں جو فائدہ ہے اس فائدہ کی تحقیق کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ (فائدہ اس کا یہ ہے) وہ چاند (اپنے اس گھٹنے بڑھنے کے اعتبار سے) لوگوں کے لئے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں (مثلاً عدت، مطالبۂ حقوق اور ایام حیض کا تعین وغیرہ) اور حج (کی تاریخ اور ایام) کے لئے بھی (معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔)

چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرو اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کیا کرو

1/2848۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک (رمضان) کا چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھا کرو اور جب تک (عید کا) چاند نہ دیکھ لو روزہ ختم نہ کرو اور اگر (ابر کی وجہ سے) تم لوگوں کو چاند نظر نہ آئے تو اندازہ کرو (یعنی رمضان کے دنوں کو گن لو اور تیس دن کی تکمیل کرو)۔

2/2849۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہینہ (کبھی) 29 انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تو تم لوگ اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو، اگر (ابر کی وجہ سے) تم چاند نہ دیکھ سکو تو (رمضان کے) پورے تیس دن (کے روزوں کی) تکمیل کیا کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اگر (ابر کی وجہ سے) تم چاند نہ دیکھ سکو تو (رمضان کے) روزوں کا اندازہ کرو (یعنی رمضان کے دنوں کو گن لو، اور پورے تیس دن کی تکمیل کرلو) اس بارے میں قنیہ میں شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے اور چھوڑنے کے لئے شرط یہ ہے کہ رؤیت ہلال ہو اور اس بارے میں تقویم اور جنتری والوں کے قول کو نہ اختیار کیا جائے اور مجد الائمہ ترجمانی سے بھی منقول ہے کہ بجز شاذ و نادر کے جملہ اصحاب ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا

اسی پر اتفاق ہے کہ اس بارے میں حساب دانوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے حساب کا اعتبار ہوگا، اگر چیکہ یہ لوگ ثقہ اور عادل ہوں اور علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''فَاقْدُرُوا لَهُ'' (یعنی دنوں کو گن لو اور تیس دن کی تکمیل کرو) سے مراد یہی ہے کہ تیس دن کی تکمیل کی جائے جیسا کہ دوسری حدیث میں ''فَاقْدُرُوا لَهُ'' (کی تفسیر ''فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلاثِيْنَ'' کے الفاظ سے کی گئی ہے (یعنی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں رمضان کے پورے تیس دن کی تکمیل کرلو) اس لئے ''فَاقْدُرُوا لَهُ'' سے جنتری اور حساب کا مراد لینا درست نہیں، اس لئے کہ لوگوں کو اگر جنتری اور حساب کا مکلّف بنایا جائے تو ان پر دشواری ہوگی، کیوں کہ حساب اور نجوم سے بہت کم لوگ واقف ہوتے ہیں اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی عام فہم چیزوں کے ذریعہ سے احکام دیتے ہیں جن کے سمجھنے میں کسی کو دقت پیش نہ آئے بلکہ ہر شخص سمجھ سکے، اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے روزوں کے بارے میں ایک واضح اور فیصلہ کن حکم دے دیا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔

ظاہر ہے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اسی کو حجاز، عراق، شام اور مغرب کے فقہاء نے اختیار کیا ہے جن میں امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے جملہ تلامذہ ہیں اور اسی کو اکثر محدثین نے بھی اختیار کیا ہے۔

(یہ پورا مضمون ردالمحتار، درمختار اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔)

ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو کیا کیا جائے

پہلی حدیث

3/2850۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (عید کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو اور اگر (29/ شعبان کو ابر کی وجہ سے رمضان کا) چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو (اور اسی طرح 29/ رمضان کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرلو، اس کے بعد عید کرو)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

4/2851۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہر سال) شعبان کے مہینہ کے دنوں کو ایک ایک کرکے خوب یاد رکھتے تھے

کہ دوسرے مہینوں کے دنوں کو اس طرح گن کر یاد نہیں رکھتے تھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا کرتے تھے اور اگر (شعبان کی انیسویں کو ابر کی وجہ سے رمضان کا) چاند نظر نہ آتا تو شعبان کے مہینہ کے تیس دن شمار میں لے لیا کرتے اور پھر رمضان کا روزہ شروع فرماتے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تیسری حدیث

5/2852۔ ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (کوفہ سے) عمرہ کرنے کے لئے نکلے، جب ہم مقام بطن نخلہ میں ٹھہرے (جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے) تو چاند دیکھنے کے لئے جمع ہوگئے۔ (چاند دیکھ کر) بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا (چاند) ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ دوسری رات کا (چاند) ہے، پھر ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جا کر ملے تو ہم نے کہا کہ (فلاں رات کو) ہم نے چاند دیکھا، بعضوں نے کہا کہ وہ تیسری رات کا ہے اور بعضوں کا خیال تھا کہ وہ دوسری رات کا ہے (یہ سن کر) حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ تم نے کس رات میں چاند دیکھا؟ تو ہم نے بتلایا کہ فلاں رات کو (ہم نے چاند دیکھا تھا، یہ سن کر) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (رمضان کو) چاند دیکھنے پر موقوف رکھا ہے پس جس رات کو تم نے چاند دیکھا تھا (رمضان کو) اسی رات سے شمار کرو (یعنی اگر تم نے 29 ویں کو چاند دیکھا تو 29 کو شمار کرو اور اگر تیسویں کو چاند دیکھا تو تیسویں کو شمار کرو کیوں کہ چاند دیکھنے کی یہی دو تاریخیں ہیں)

6/2853۔ ایک دوسری روایت میں ابوالبختریؒ سے ہی اسی طرح مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان کا چاند مقام ذاتِ عرق میں دیکھا اور ایک شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں (مسئلہ) دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا (کہ آج چاند کی کونسی تاریخ ہے؟) حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (رمضان کے) چاند دیکھنے کی ایک تاریخ (یعنی 29 ویں شعبان) مقرر فرمائی ہے، پس اگر چاند (ابر کی وجہ سے) نظر نہ آئے تو (ماہ شعبان کے) تیس دن کو پورے شمار کرلو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے یا تیس دن کا

7/2854۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم (عرب) قوم اُمّی لوگ ہیں حساب و کتاب نہیں جانتے ہیں (یعنی مہینوں کے شمار کے بارے میں ہمارا عمل نجوم کے قاعدوں پر نہیں ہے بلکہ یاد رکھو کہ مہینہ 29 دن کا یا تیس دن کا ہوتا ہے، اس کو حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا) مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے (یعنی دو مرتبہ آپ نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کھول کر شمار کرکے بتایا) اور تیسری بار (ایک ہاتھ کے) انگوٹھے کو بند کرکے شمار فرمایا (اس طرح پہلی دو مرتبہ بیس کی تعداد اور تیسری بار آخری میں نو کے عدد کو بتلا کر 29 شمار فرمایا، اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کی دس دس انگلیوں کو کھول کر تین دفعہ اشارہ کرکے بتایا اور) فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہوتا ہے، پورے تیس دن کا ہوتا ہے، یعنی کبھی مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مہینہ 29 واں بھی ہو تو فضیلت یا ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی

8/2855 ۔ ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجۃ ایسے ہیں (کہ فضیلت اور ثواب میں) کم نہیں ہوتے (اگرچہ کہ وہ 29 دن ہی کیوں نہ ہوں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عید کے دو مہینے (ایسے) ہیں کہ ان (کے اجر و ثواب) میں کمی نہیں کی جاتی۔ اس بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ابر کی وجہ سے ایام حج کے تعین میں غلطی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ایک دن کی کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے جس طرح آخر رمضان میں تاریخ عید کے تعین میں غلطی ہوا کرتی ہے۔ ایام حج کے تعین میں غلطی کی صورت یہ ہے کہ ذوالقعدہ کے چاند دیکھنے میں ابر کی وجہ سے غلطی ہو جائے کہ ایک دن بڑھ جائے یا ایک دن گھٹ جائے، اگر غلطی کی وجہ سے ایک دن گھٹ جائے تو عرفہ، ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ہو جائے گا اور اگر ایک دن بڑھ جائے تو عرفہ سے ذوالحجہ کو آ جائے گا اور حقیقت میں وقوف عرفہ نویں ذوالحجہ کو ہونا چاہئے تھا اس کی وجہ سے وہ لوگ جو غلطی کی وجہ سے آٹھویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کریں یا دسویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کریں تو ان کو وقوف عرفہ کا وہی ثواب ملے گا جو ٹھیک نویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کرنے والوں کو ملتا ہے۔

اور ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسی طرح رمضان اگر 29 واں ہو جائے تو اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی بلکہ پورے تیس دن کا ثواب دیا جاتا ہے اور حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ 12

شعبان کے آخری دنوں میں کون روزہ رکھے اور کون نہ رکھے

9/2856 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان المبارک کے ایک یا دو دن قبل روزہ نہ رکھے، ہاں مگر وہ شخص رمضان سے قبل روزہ رکھ سکتا ہے جو روزہ رکھنے کا عادی ہو (مثلاً کوئی شخص دوشنبہ یا پنجشنبہ کا روزہ رکھا کرتا ہو اور اتفاق سے یہ معیّن دن رمضان سے پہلے آ گیا تو ایسا شخص اپنا روزہ رکھ سکتا ہے)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

10/2857 ۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یا کسی اور صحابی سے (جو ہر مہینہ کے آخر میں نفل روزہ رکھا کرتے تھے) (جیسا کہ اعلاء السنن میں مذکور ہے۔12) ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے شعبان کے آخری دنوں کے روزے رکھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں، (میں نے آپ کے منع فرمانے کی وجہ سے ان دنوں کے روزے نہیں رکھے ہیں) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم (جب رمضان کے) روزے ختم کرلو تو دو روزے رکھ لو (کیوں کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنا ان کے لئے ممنوع ہے جو عادتاً ان دنوں میں روزہ نہ رکھتے ہوں، تم چونکہ اس کے عادی ہو، اس لئے یہ ممانعت تم سے متعلق نہیں، اس لئے تم رمضان کے بعد یہ روزے رکھ لو)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد، نسائی اور طحاوی نے بھی کی ہے۔

شعبان میں نفل روزہ رکھنے کا جواز

11/2858 ۔ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متواتر دو مہینے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ماہ شعبان میں مسلسل نفل روزے رکھ کر) شعبان (کے نفل روزوں) کو رمضان (کے فرض روزوں) سے ملا دیتے تھے۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

12/2859 ۔اور طحاوی کی ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (شعبان میں نفل روزے رکھ کر) شعبان کو رمضان (کے فرض روزوں) سے ملا دیتے تھے۔

یَوْمُ الشَّکْ میں روزہ رکھنے کی تحقیق

ف: احادیث مذکورہ بالا میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ شعبان کے آخری دنوں کوئی روزہ نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ بظاہر ان حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ حدیثیں باہم معارض نہیں ہیں، اس لئے کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت اس شخص سے متعلق ہے جو رمضان کی نیت سے شعبان کے آخری دن روزہ رکھ لے۔ کیونکہ شعبان کی تیسویں شب کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آنے کی بناء پر تیسویں شعبان کو یوم شک کہا جاتا ہے اور اس دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور وہ حدیثیں جن سے آخر شعبان میں روزہ رکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ ایسے شخص سے متعلق ہیں جو مطلقاً نفل کی نیت سے روزہ رکھ لے، یا وہ عادتاً آخر ماہ میں روزے رکھا کرتا ہو، یا عادتاً ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھا کرتا ہو، اور یہ دن اتفاق سے آخر شعبان میں آ جائے یا وہ آخر شعبان میں اپنے قضاء روزوں کو رکھنا چاہتا ہو تو ایسا شخص آخر شعبان میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ (یہ درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، عمدۃ القاری، شرح معانی الآثار سے ماخوذ ہے) اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے یوم الشک میں نفل کی نیت سے روزہ رکھ لیا ہو اور بعد تحقیق ہوئی کہ وہ دن رمضان کا تھا تو اس کا نفل روزہ نفل باقی نہ رہے گا بلکہ رمضان کا فرض روزہ ہو جائے گا۔12

رویتِ ہلال کا اہتمام

13/2860۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ رمضان (کے چاند کی صحت) کی خاطر شعبان کے چاند (کو دیکھ کر شعبان کے دنوں) کا شمار کرو (تا کہ یہ تحقیق ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ 29 دن کا ہے یا تیس دن کا)۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی گواہی کافی ہے جب کہ مطلع ابر آلود ہو

پہلی حدیث

14/2861۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو انھوں نے جواب دیا: ہاں (میں اللہ ہی کے معبود ہونے کی گواہی دیتا ہوں) پھر آپ نے دریافت

فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں! (میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں) تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اعلان کردو کہ لوگ کل سے روزہ رکھیں۔

اس کی روایت ابوداود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مختلف طریق سے آئی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے: "أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا" (اعلان کردو کہ لوگ کل سے روزہ رکھیں) اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ اگر رمضان کا روزہ مطلقاً صوم کی نیت سے رکھا جائے، یعنی یہ کہا جائے کہ کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں اور یہ نہ کہے کہ کل رمضان کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ اس طرح مطلق روزہ کی نیت کرنے سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔12

دوسری حدیث

15/2862۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ (رمضان کا) چاند دیکھنے کے لئے جمع ہوئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی روزہ رکھے اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیئے۔

اس کی روایت ابوداود اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے بھی اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے موافق ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

ف: مذکورۂ بالا دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہلال رمضان کی گواہی ایک شخص بھی دیدے تو اس کی گواہی معتبر ہے۔ اس بارے میں ہدایہ، عالمگیری اور اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ آسمان پر ابر ہونے سے یا کسی اور وجہ سے رمضان کا چاند دکھائی نہ دے اور ایک عادل یعنی دیندار، پرہیز گار اور سچے آدمی نے گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو ایسے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کے برخلاف عید کا چاند مطلع صاف نہ ہونے سے دکھائی نہ دے تو ایسی صورت میں ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ایسے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہوگی جو معتبر اور پرہیز گار ہوں اور اگر مطلع بالکل صاف ہو تو ایک یا دو آدمیوں کی گواہی معتبر نہ ہوگی، چاہے وہ رمضان کا چاند ہو یا عید کا، بلکہ ایسی صورت میں ایک بڑی تعداد کا چاند کے دیکھنے کے بارے میں گواہی دینا ضروری ہوگا۔12

(2/91)بَابٌ

(اس باب میں روزے کے متفرق مسائل کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :''وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ،ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ. ''اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:187، میں)اور کھاؤ اور پیو، اس وقت تک کہ تمہارے لئے سفید خط (صبح صادق کی روشنی) سیاہ خط (صبح کاذب کی سیاہی) سے واضح ہوجائے، پھر (صبح صادق سے) رات تک (یعنی غروب آفتاب تک کچھ نہ کھا پی کر) روزے کو پوا کرلیا کرو۔

ف: آیت مذکورالصدر میں ارشاد ہے''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْل''، یعنی (صبح صادق سے) رات تک روزے کو پورا کرلیا کرو۔اس آیت میں ''ثُـــمَّ'' کا حرف لایا گیا ہے اور''ثُمَّ''عربی زبان میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے، چونکہ حرف ''ثُمَّ''آیت شریف میں ''مِنَ الْفَجْرِ'' کے بعد وارد ہوا ہے اور ''مِنَ الْفَجْرِ'' سے سحری کے وقت کا ختم ہونا ثابت ہوگیا۔

اب رہا روزہ کی نیت، تو اس بارے میں فقہاء حنفیہ حرف ''ثُـــمّ'' سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر رات ہی میں روزہ کی نیت کرلی جائے تو درست ہے اور اگر رات میں روزہ کی نیت نہیں کی گئی بلکہ دن میں روزہ کی نیت کی گئی تو روزہ درست ہوگا بشرطیکہ زوال سے پہلے تک نیت کرلی جائے۔

''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْل'' سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صوم وصال یعنی بغیر کچھ کھائے پئے مسلسل دو یا تین روزے رکھنا حرام ہے اس لئے آیت شریفہ میں رات تک روزہ رکھنے کا حکم ہے اور رات شروع ہوتے ہی روزہ ختم ہوجاتا ہے، اس لئے رات شروع ہونے کے بعد پھر روزہ کی نیت کرلینا حرام ہوگا، جیسا کہ کشاف، مدارک اور تفسیرات احمدیہ میں صراحت کی گئی ہے۔12

سحری کھانا سنت ہے

1/2863۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ سحری کا کھانا کھاؤ۔اس لئے کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے (برکت سے مراد اتباع سنت، ثواب اور روزہ رکھنے کی قوت ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سحری کے کھانے میں برکت ہے

2/2864۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لئے بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ تم (اس) بابرکت کھانے کے لئے آؤ۔اس کی روایت ''ابوداؤد'' اور ''نسائی'' نے کی ہے۔

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کا امتیاز

3/2865۔عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہمارے روزوں اور اہل کتاب (یعنی یہود ونصاری) کے روزوں کے درمیان فرق سحری کا کھانا ہے (یعنی ہم سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں اور وہ سحری کھائے بغیر روزہ رکھتے ہیں)۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بہترین سحری

4/2866۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: مسلمان کی بہترین سحری کھجور ہے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

5/2867۔سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے (یعنے آفتاب کی غروب ہوتے ہی افطار کریں گے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

6/2868۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بندوں میں مجھے وہ بندہ سب سے زیادہ پیارا ہے جو (غروب آفتاب کے ساتھ ہی) افطار کرنے میں جلدی کرے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

افطار میں دیر کرنا یہود ونصاری کا عمل ہے

7/2869۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کریں گے، کیونکہ یہود ونصاری (افطار کرنے میں) دیر کرتے ہیں۔

اس کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ یہود اور نصاری افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے اس عمل کی مخالفت کرکے افطار میں جلدی کرنی چاہئے اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اعداء اسلام کے اعمال کی مخالفت میں اسلام کا غلبہ اور شوکت کا انحصار ہے اور اسی پر دین کا مدار ہے۔12

افطار کرنے اور نماز مغرب میں جلدی کرنا مسنون ہے

8/2870۔ ابوعطیۃ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق (دونوں) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو صحابی ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں، ان میں سے ایک مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے وہ صحابی ہیں جو مغرب کی نماز پڑھنے اور افطاری کرنے میں تاخیر کرتے ہیں (یہ سن کر) ام المؤمنین نے دریافت کیا کہ مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار جلدی کرنے والے صحابی کون ہیں؟ مسروق نے جواب دیا کہ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار کرنے میں جلدی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

صبح صادق کے وقت سحری کھانے یا نہ کھانے کا حکم

9/2871۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی (فجر کی) اذان سن لے اور وہ سحری کھا رہا ہو اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھ دے یہاں تک اپنی حاجت پوری نہ کرلے۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور وہ فجر کی اذان سن لے تو وہ اپنے کھانے کو نہ چھوڑے بلکہ اس کو پورا کرے، اس بارے میں بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ ایک اذاں صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے "اَنَّهٗ يُنَادِىْ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمَكُمْ" کہ (بلال رضی اللہ عنہ) اس لئے (صبح صادق سے پہلے) اذان دیتے ہیں تا کہ تہجد پڑھنے والا اپنی تہجد کو ختم کردے اور سونے والا (نماز فجر کی تیاری کے لئے نیند سے) جاگ اٹھے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس اذان اول کے وقت ابھی سحری کا وقت باقی رہتا تھا تو جو اس وقت سحری کھا رہا ہو اس کو اپنی سحری پوری کر لینی چاہئے کیوں کہ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ کوکب دُرّی میں ایسا ہی مذکور ہے۔12

روزہ دار افطار کب کرے؟

10/2872۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس وقت کہ (مشرق کی طرف سے) سیاہی نمودار ہو جائے اور (مغرب کی طرف) دن ختم ہو جائے (یعنی آفتاب ڈوب جائے) تو روزہ دار کو چاہئے کہ افطار کر لے (کیونکہ اب روزہ ختم ہو چکا ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

صوم وصال کی ممانعت

11/2873۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (امت کو) صوم وصال (یعنی افطار یا سحر کے وقت کچھ کھائے پئے بغیر دو دن یا تین دن لگاتار روزہ رکھنے سے) منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ خود صوم وصال رکھا کرتے ہیں؟ (اس پر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں مجھ جیسا کون ہے اس لئے کہ میں رات گذارتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوم وصال رکھا کرتے تھے، اس بارے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ صوم وصال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اس لئے امت کو صوم وصال رکھنا جائز نہیں ہے۔ صوم وصال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو غذا اللہ تعالی کی طرف سے ملا کرتی تھی، اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شب جنت سے غذا ملا کرتی

تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ غذا سے مراد قوت اور توانائی ہے کہ جس کی وجہ سے صوم وصال میں بھوکے اور پیاسے رہنے کے باوجود عبادات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا اور قول مختار یہ ہے کہ غذاء روحانی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور پر معارف اور لذت مناجات اور لطائف الٰہیہ کا فیضان ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے حضور صوم وصال میں سرشار رہتے اور کچھ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوتی تھی۔
(مرقات اور اشعۃ اللمعات۔12)

فرض اور نفل دونوں روزوں کی نیت زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے

12/2874۔سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی کو عاشوراء یعنی دسویں محرم کو یہ حکم دے کر روانہ فرمائے کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کردے کہ جس کسی شخص نے (آج عاشورہ کے دن) روزہ نہیں رکھا ہے (اور کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے) تو وہ (اب روزہ کی نیت کرلے) اور روزہ رکھ لے اور اگر کسی نے (آج) کچھ کھا پی لیا ہے تو وہ شام تک (احتراماً) کچھ نہ کھائے نہ پئے (یہ حکم اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے اور یوم عاشوراء کا روزہ فرض تھا اور فرض روزہ کے دن اگر کوئی شخص صبح کچھ کھا پی لے تو اس کو چاہئے کہ احتراماً اب شام تک کچھ کھائے نہ پئے)۔

13/2875۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ عاشوراء کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی بستیوں میں آدمی روانہ فرمایا یہ اعلان فرمایا: اگر کسی نے روزہ رکھے بغیر صبح کی ہے (یعنی صبح صادق کے بعد کچھ کھا پی لیا ہے) تو وہ آج دن کے باقی حصہ میں کچھ نہ کھائے اور اگر کسی نے آج (صبح صادق کے بعد) کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو وہ اب (روزہ کی نیت کرکے) روزہ رکھ لے، رُبیع بنت معوذؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ اس حکم کی بناء پر ہم عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھوایا کرتے تھے (اور بچوں کو عاشوراء کے روزہ کا عادی بنانے کے لئے) ان کے لئے (رنگین) اون کے کھلونے بنادیا کرتے تھے اور اگر کوئی بچہ کھانے کے لئے رو پڑے تو ہم اس کو یہ (کھلونا) دیدیا کرتے تاکہ وہ (کھلونا) افطار تک اس کے پاس رہے (اور وہ کھلونے میں مشغول رہ کر صبر کرے)۔

14/2876۔اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے

تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قبل اسلام یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشوراء کے روزہ کو (بطور فرض) ترک فرمادیا، اب اگر کوئی چاہتا تو (بطور نفل روزہ رکھتا، اور اگر کوئی چاہتا تو روزہ نہ رکھتا۔

15/2877 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ ہم نے کہا: کچھ نہیں ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو میں اب روزہ کی نیت کر کے) روزہ رکھ لیتا ہوں۔

(ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ چاہے فرض ہو یا نفل ہر دو صورتوں میں دن میں زوال سے پہلے تک روزہ کی نیت کرنا جائز ہے، رات ہی سے نیت کرنا شرط نہیں)۔

اس روزہ کا بیان جس میں رات ہی سے نیت کرنا شرط ہے

ف: زجاجۃ المصابیح میں احادیث مذکورۃ الصدر پر ایک طویل حاشیہ ہے، جو" عمدۃ القاری، فتح القدیر، التعلیق الممجد اور معافی الآثار"سے ماخوذ ہے۔حاشیہ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے:

نیت کے اعتبار سے روزے کی تین قسمیں ہیں:

(1) ایسا روزہ جو اس خاص دن میں فرض ہو، جیسے ماہ رمضان کا روزہ تو ایسے روزے میں جائز ہے کہ نیت رات ہی سے کی جائے یا دن میں قبل زوال تک کرلی جائے۔

(2) نفل روزہ کہ اس میں بھی نیت رات ہی سے کرنا شرط نہیں ہے بلکہ دن میں زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے۔

(3) ایسا روزہ جو مذکورہ دونوں روزوں کے سواء ہو، جیسے کفارہ کا روزہ یا رمضان کی قضاء کا روزہ، تو ایسے روزوں میں رات ہی سے نیت کرنا شرط ہے، اگر دن میں نیت کی جائے تو روزہ درست نہ ہوگا۔12

کھجور سے افطار کرنا مستحب ہے

16/2878۔17/2879۔سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تم میں سے جو شخص افطار کرنا چاہے تو اس کو

چاہئے کہ وہ کھجور سے افطار کرے، اس لئے کہ کھجور برکت (کا سبب ہے اور زیادتی ثواب کا باعث ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرلے، اس لئے کہ پانی (معدہ کو) پاک کرنے والا ہے۔
(اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے)۔

اگر کھجور نہ ہوں تو پانی سے افطار کرنا چاہئے

18/2880۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز (مغرب) سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے ہی افطار فرمالیا کرتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی پی لیتے۔
اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

19/2881۔زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے یا کسی مجاہد کے لئے اس کے ساز وسامان میں مدد کرے تو ایسے شخص کو (جس کی خدمت اس نے کی ہے)اس کے مثل ثواب ملے گا (یعنی افطار کرانے والے کو روزہ دار کے ثواب کے برابر اور مجاہد کی امداد کرنے والے کو مجاہد کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا)۔
اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں اور محی السنہ نے شرح السنۃ میں کی ہے اور محی السنۃ نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

افطار کے بعد کی دعا

20/2882۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار فرمالیتے تو (یہ دعاء) پڑھتے: ’’ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ‘‘
پیاس دور ہوئی اور رگیں تر ہوئیں اور انشاء اللہ ثواب ضرور ملے گا۔
اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

افطار کی دعا

21/2883۔معاذ بن زھرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار فرمالیتے تو (یہ دعا) پڑھتے: "**اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ**" (اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا ہے اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔)
اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

(3/92)بَابُ تَنْزِيْهِ الصَّوْمِ

(یہ باب ان چیزوں کے بیان میں جن سے روزہ کو بچانا ضروری ہے
(خواہ وہ مفسدات ہوں یا مکروہات)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :''اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس '' لَّهُنَّ ، عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ،فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ، وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ. ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:187)تمہارے لئے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا حلال کردیا گیا ہے، کیوں کہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اورتم ان کا اوڑھنا بچھونا ہو۔ اللہ نے دیکھا کہ تم (چوری چوری)اپنی بیویوں کے پاس جانے سے)اپنا دینی نقصان کرلیتے تھےتو اللہ نےتمہارا قصور معاف کردیا اورتم سے درگذر کیا۔ پس اب تم ان سے (رمضان کی راتوں میں) مجامعت کرسکتے ہو (یہ ترجمہ موطا امام محمد کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12)اور(ہمبستری کا) جونتیجہ(یعنی اولاد)اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے، اس کے (حاصل کرنے کی) خواہش کرو (محض شہوت رانی کی خواہش مت رکھو)اور کھاؤ اور پیو، اس وقت تک تمہارے لئے سفید خط (صبح صادق کی روشنی) سیاہ خط (صبح کاذب کی سیاہی)سے واضح ہوجائے۔

رمضان میں غسل جنابت صبح صادق کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے

ف: آیت صدر میں ارشاد ہے:''وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ''الخ یعنی کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تمہارے لئے سفید خط (صبح صادق کی روشنی) سیاہ خط (صبح کاذب کی سیاہی) سے واضح ہوجائے،اس بارے میں امام محمد رحمہ اللہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ کے الفاظ ''حَتّٰى يَتَبَيَّنَ'' سے مراد 'حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ' کے ہیں،یعنی طلوع فجر (صبح صادق) تک مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے اور کھائے اور پئے تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ غسل جنابت

لازمی طور پر صبح صادق کے بعد ہی ہوگا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے فقہاء کا ہے۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ صبح صادق تک مجامعت جائز ہے اس سے اس بات کی دلیل حاصل ہوتی ہے کہ غسل جنابت میں تاخیر جائز اور صبح صادق کے بعد غسل جنابت کیا جاسکتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ چونکہ مجامعت صبح صادق تک جائز ہے، اس لئے اگر کسی نے اپنی بیوی سے صبح صادق تک جماع کیا ہو تو اس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ صبح صادق سے پہلے غسل کر سکے اس لئے لامحالہ وہ صبح صادق کے بعد ہی غسل کرے گا، تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر جنابت کی حالت میں صبح صادق ہو جائے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنے کی وعید

پہلی حدیث

1/2884۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس (روزہ دار) نے جھوٹ بولنا اور برے کام کرنا نہ چھوڑا (جیسے کفریہ کلام، جھوٹی شہادت، افتراء، غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوج، لعن وطعن کرنا وغیرہ) تو اللہ تعالی کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (اس لئے کہ صرف کھانا پینا چھوڑنے سے روزہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ نفسانی خواہشات کو زیر نہ کرے جو روزہ کا کمال ہے، اس لئے روزہ دار کو ایسی برائیوں سے بچنا چاہئے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2885۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں بہت سے روزہ دار (جو جھوٹ، غیبت وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتے) ایسے ہیں کہ جن کو ان کے روزے سے سوائے (بھوکا) پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار عبادت کرنے والے (جو ارکان وآداب نماز کا خیال نہیں رکھتے) ایسے ہیں جن کو (شب بیداری سے) سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

روزہ کی حالت میں بوس وکنار کا کیا حکم ہے

پہلی حدیث

3/2886۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لیتے اور بدن سے بدن لگاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شہوت پر پوری طرح قادر تھے (اور یہ بات تم لوگوں میں سے کس کو حاصل ہے)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ روزہ دار کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور بدن سے بدن لگانا اس صورت میں جائز ہے جب کہ اس کو جماع کرنے اور انزال ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو۔12

دوسری حدیث

4/2887۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بیوی سے مباشرت (یعنی بوس وکنار کرنے کے) بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی، ایک اور صحابی آئے اور (انھوں نے بھی یہی سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مباشرت سے منع فرمایا، حضور نے جن کو (مباشرت کی) اجازت دی تھی وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا تھا وہ جوان تھے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

رمضان میں غسل جنابت صبح صادق کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے

5/2888۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان میں (کبھی ایسا بھی اتفاق (ہوتا کہ) جنابت کی حالت میں اور یہ (حالت جنابت) احتلام کی وجہ سے نہ ہوتی (بلکہ جماع کی وجہ سے ہوتی) پس آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جماع کی وجہ سے صبح صادق کے بعد غسل کیا جاسکتا ہے تو اگر احتلام کی وجہ سے غسل کی حاجت ہوجائے تو اس میں بطریق اولی صبح صادق کے بعد غسل کرنا درست ہوگا، بلکہ اگر روزہ کی حالت میں احتلام ہوجائے تو اس سے بھی روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔
(فتاویٰ عالمگیری)12

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جب صبح صادق کے بعد غسل کرے تو اس کا روزہ درست ہوگا، روزہ خواہ فرض ہو یا نفل اور نہ تو اس پر قضاء لازم آئے گی نہ اور کوئی چیز۔12

حالت روزہ میں پچھنے لگوانے کا جواز

6/2889۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں پچھنا لگائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں (بھی) پچھنا لگائے کہ آپ روزہ دار تھے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

7/2890۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: حضرت ابوسفیان سے روایت ہے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ" (پچھنا لگانے والا اور وہ جس کو پچھنا لگوایا جائے ان کا روزہ ختم ہوگیا) فرمانے کے بعد بھی پچھنا لگوایا ہے۔

یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

"ابوسفیان" کا نام "طلحہ بن نافع" ہے۔اس سے امام مسلم ودیگر محدثین نے استدلال فرمایا ہے۔(مرقات)۔

حضرت امام محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جن حضرات نے (بحالت روزہ) پچھنا لگانے کی اجازت دی ہے ان میں بعض نے روزہ ٹوٹنے کی وجہ یہ بتلائی کہ (مجوم) جس کو پچھنا لگایا جارہاہے (خون نکلنے کی وجہ سے اس کو) کمزوری لاحق ہوگی (اور روزہ توڑنے کی نوبت آئے گی) اور (حاجم) پچھنا لگانے والا' جب وہ خون چوسے گا تو وہ اسے محفوظ نہیں رہتا کہ خون کا کچھ حصہ اس کے پیٹ تک پہنچ جائے۔

ف: واضح ہو کہ پچھنے لگوانا یا سینگی کھینچوانا یہ ہے کہ جسم میں خون زیادہ ہوجائے تو شریانوں کے ذریعہ اس کو خارج کروادیا جائے۔مرقات میں لکھا ہے کہ پچھنے لگوانے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ پچھنے لگوانے والے کا اتنا خون نہ نکال دیا جائے کہ کمزوری کی وجہ سے اس کو روزہ توڑنے کی نوبت آئے اور پچھنوں سے خون چوسنے والا احتیاط کرے کہیں خون اس کے پیٹ میں نہ چلا جائے کہ جس سے اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔12

وہ تین چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

8/2891۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتی ہیں: (ایک

یہ کہ روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا جائے اور (دوسرے) قئے (جو خود بخود ہوجائے) اور (تیسرے) احتلام۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

9/2892۔اور ابوداود نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے اس کی روایت کی ہے۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوداود کی روایت کردہ حدیث صواب وصحت سے زیادہ مشابہ ہے۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ صحیح ترین روایت ہے۔

10/2893۔اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ روایت، سند کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہو رصحیح ترین ہے۔

روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانا

11/2894۔ثابت بُنانی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرات روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ناجائز سمجھتے تھے تو آپ نے فرمایا: نہیں البتہ (ہم روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانا اس وقت مکروہ سمجھتے جبکہ روزہ دار کو پچھنا لگوانے سے) ضعف کا اندیشہ ہوجاتا تھا۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

12/2895۔اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (ابتداء میں) روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا کرتے تھے، پھر آپ نے ضعف کی وجہ سے (روزہ کی حالت میں ضعف ہوجانے کے خیال سے دن میں پچھنا لگوانا) چھوڑ دیا، اور رات میں پچھنا لگوایا کرتے تھے۔

13/2896۔اور دارقطنی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں پچھنے لگوایا کرتے تھے، اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

14/2897۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا پی لے تو وہ روزہ کی تکمیل کرلے (یعنی شام تک نہ کچھ کھائے اور نہ کچھ پیئے) اس لئے (اس نے بھولے سے جو کھایا پیا ہے) اس کو اللہ تعالی نے کھلایا اور پلایا ہے (اس کا روزہ پورا ہوجائے گا، نہ تو وہ قضاء کرے اور نہ کفارہ دیوے اور حکم فرض اور نفل دونوں قسم کے روزوں سے متعلق ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

روزہ کی حالت میں جماع کرنے کا کفارہ

15/2898۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں تو ہلاک ہوگیا، حضور ﷺ پوچھا: کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہوں! اس شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے کہ (کفارہ میں) تم اس کو آزاد کردو؟ انھوں نے فرمایا: جی نہیں! پھر حضور ﷺ نے پوچھا کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ تم مسلسل دو مہینے روزے رکھو (تا کہ اس کا کفارہ ادا ہو) انھوں نے کہا: جی نہیں (مجھے اس کی بھی طاقت نہیں!) حضور ﷺ نے پھر پوچھا: کیا تم (اس کے کفارہ میں) ساٹھ مسکینوں کو (دو وقت کا) کھانا کھلا سکتے ہو، انھوں نے کہا: جی نہیں! (مجھے اس کی بھی استطاعت نہیں) حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی (خاموش) بیٹھ گئے (گویا کہ کسی کا انتظار فرمارہے ہیں) اور ہم بھی اسی طرح (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک بڑا تھیلا لایا گیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ مسئلہ دریافت کرنے والے صاحب کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: میں حاضر ہوں! تو حضور نے فرمایا: اس (تھیلہ) کو لے لو اور خیرات کردو، ان صاحب نے عرض کیا: کیا اس شخص کو (خیرات دوں) جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، اللہ کی قسم (مدینہ منورہ کی) دونوں پہاڑوں کے درمیان (یعنی مدینہ پاک کی پوری آبادی میں) میرے گھر والوں سے زائد کوئی محتاج نہیں ہے (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے، یہاں تک کہ حضور کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے اور پھر حضور فرمائے کہ (اچھا) اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ اس شخص کو

حضور نے حکم دیا کہ وہ بیٹھا رہے، اتنے میں حضور کی خدمت میں دو بوری آئے جس میں کچھ کھانے کی چیزیں تھی۔ حضور نے ان کو اس شخص کو دے کر فرمایا کہ اس کو خیرات کردو۔

اور ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث میں یہ زائد مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ اس روزہ کی بجائے ایک روزہ رکھ لینا۔

روزہ کی حالت میں عمداً کھانا کھانے کا کفارہ

16/2899۔ اور دارقطنی کی ایک روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے (روزہ کی حالت میں عمداً) کھانا کھالیا تو ان صاحب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ (کفارہ میں) غلام یا باندی آزاد کردے۔

17/2900۔ اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ بیٹھا رہے، اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو بوری آئے جس میں کچھ کھانے کی چیزیں تھی۔ حضورؐ نے ان کو اس شخص کو دے کر فرمایا کہ اس کو خیرات کردو۔

18/2901۔ اور ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث میں یہ زائد مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ اس روزہ کی بجائے ایک روزہ رکھ لینا۔

روزہ کے کفارہ کی تفصیل

ف: اس حدیث شریف پر زجاجۃ المصابیح میں کئی مفصل حاشیے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے: روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص عمداً کھانا کھالے یا اپنی بیوی سے جماع کرلے تو روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ نہ ہوسکے تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ روزہ کے کفارہ میں اختیار ہے کہ کفارۂ ظہار کی طرح مسلمان غلام آزاد کرلے یا کافر غلام، البتہ کفارۂ قتل میں مسلمان غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

روزہ کے کفارہ کے بارے میں حدیث شریف میں جو ترتیب مذکور ہے اسی ترتیب کا لحاظ ضروری ہے۔ یعنی کفارہ میں پہلے غلام یا باندی آزاد کرے، اگر غلام یا باندی میسر نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر مسلسل دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا

کھلادے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب کوفرمایا کہ یہ کھجور اپنے گھر والوں کو کھلا دو، اس بارے میں یہ تحقیق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اجازت ان صاحب کے لئے خاص تھی، اس لئے کہ اس وقت وہ کفارہ ادا کرنے سے عاجز تھے اسی وجہ سے ان کو اجازت دیدی گئی کہ وہ کھجور کو اپنے گھر والوں کو کھلا دیں۔

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ ان سے ساقط ہو گیا بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فی الفور کفارہ ادا نہ کر سکے تو کفارہ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس پر اس وقت تک کفارہ واجب رہتا ہے جب تک وہ اس کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

اب رہا حدیث شریف میں ان صاحب پر کفارہ کی ادائی کے باقی رہنے کا جو ذکر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: وہ کفارہ کی تینوں صورتوں کی ادائی سے قاصر ہیں تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ بیٹھے رہیں یہاں تک کہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں کھجور لائے گئے تو حضور ﷺ ان کو دیکر فرمایا کہ ان کھجوروں کو وہ کفارہ میں ادا کریں، اگر تنگدستی کی وجہ سے کفارہ کی ادائی ان پر سے ساقط ہو جاتی تو ان کو باوجود فقر واحتیاج کے ان کھجوروں کو کفارہ میں ادا کرنے کا حکم نہ دیا جاتا اور ان کھجوروں کو ان کے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی اجازت صرف اس لئے دی گئی کہ وہ اس وقت مضطر اور عاجز تھے اور کفایہ بعد میں بھی ادا کیا جا سکتا تھا جیسا کہ جمہور اصولیین کے پاس جائز ہے کہ کسی حکم کے وجوب کے اظہار کو اس حکم کی ادائی پر قدرت رکھنے تک مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ عمدۃ القاری، نووی، ابوداؤد، زہری۔12

عمداً روزہ توڑنے سے کفارہ اور قضاء دونوں لازم آتے ہیں

واضح ہو کہ ابن ماجہ کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب کو یہ بھی فرمایا کہ تم اس روزہ کے عوض ایک اور روزہ رکھ لو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص روزہ کی حالت میں عمداً کھا پی لے یا جماع کرے تو اس پر کفارہ کے علاوہ بعد رمضان اس روزہ کی قضاء بھی واجب ہے۔(عمدۃ القاری، الجوہر النقی، اعلاء السنن۔12)

خودبخود قئے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

19/2902۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص پر روزہ کی حالت میں قئے کا غلبہ ہو (یعنی خودبخود قئے ہو جائے) تو اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے (کیونکہ خودبخود قئے ہونے سے اسکا روزہ فاسد نہیں ہوا، اس کے برخلاف) جو عمداً قئے کرے اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے اس لئے کہ عمداً قئے کرنے سے

روزہ فاسد ہوجاتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے اس کی روایت مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح حسن ہے اگر چہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور دارقطنی نے بھی اس کی روایت کی ہے، اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

20/2903۔ نیز عیسی بن یونس نے ہشام بن حسان حفص بن غیاث سے اس کی متابعت کی ہے۔ ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے، نیز حاکم نے اس کی روایت کی اور اس کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

21/2904۔ اور امام مالک نے مؤطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

22/2905۔ اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

23/2906۔ اور عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وہ قئے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ ایسی قئے جو حلق کے اوپر آ گئی ہو اور وہ دوبارہ اس کو نگل لے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔

اور اسی طرح منھ دھوتے وقت اگر پانی پیٹ میں چلا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔12

روزہ کی حالت میں مسواک کرنا مسنون ہے اور دن کے ہر حصہ میں مسواک کرنا جائز ہے

پہلی حدیث

24/2907۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی بار مسواک کرتے دیکھا جس کا شمار نہیں کرسکتا۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

25/2908۔ اور طبرانی کی روایت میں عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے

ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں روزہ کی حالت میں مسواک کرسکتا ہوں تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! (روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے) پھر میں نے (ان سے) دریافت کیا کہ (روزہ کی حالت میں) دن کے کس حصہ میں مسواک کرسکتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ دن کے جس حصہ میں چاہو صبح ہو یا شام (مسواک کرنا جائز ہے) میں نے پھر کہا کہ بعضِ لوگ (روزہ کی حالت میں) شام کے وقت مسواک کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور (دلیل میں) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالی کے پاس مشک کی خوشبو سے بہتر ہے (یہ سن کر) انھوں نے (یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے تعجب سے) فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰہُ ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو (روزہ کی حالت میں) مسواک کرنے کا حکم دیا ہے اور خود حضور کو یہ معلوم تھا کہ روزہ دار کے منھ میں بو رہتی ہے اگرچیکہ مسواک کی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ توقع نہیں کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ اپنے منہ کو عمداً بدبو دار رکھیں، جس میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اس میں خرابی ہے ہاں ہر ایک کو اس مصیبت کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں (یعنی مسواک کرنے کے بعد بھی خلوِّ معدہ کی وجہ سے منھ سے جو بو آتی ہے، اس سے مفر نہیں ہے۔)

دوسری حدیث

26/2909۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ روزہ دار کے بہترین کاموں میں ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ (روزہ کی حالت میں دن کے ہر حصہ میں) مسواک کرتا رہے۔

؟اس کی روایت ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے)۔

روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے

پہلی حدیث

27/2910۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے: میری آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں روزہ کی حالت میں سرمہ

لگا سکتے ہیں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

28/2911۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں سرمہ لگائے ہیں۔

اس کی روایت ابن ماجہ، ابوداؤد اور دارقطنی نے کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث شرح نقایہ میں بھی مذکور ہے۔

تیسری حدیث

29/2912۔عبیداللہ ابن ابی بکر بن انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

30/2913۔اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمعصر علماء میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کا سرمہ لگانا مکروہ قرار دیتے ہوں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اجازت دیا کرتے تھے کہ روزہ دار ایلوہ ملا ہوا سرمہ لگا سکتا ہے۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

روزہ کی حالت میں سر پر پانی ڈالنے کا بیان

31/2914۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرج میں دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں پیاس (کی شدت) یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر مبارک پر پانی ڈال رہے تھے۔

اس کی روایت امام مالک اور ابوداود نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں پیاس کی شدت یا گرمی کی وجہ سے روزہ کی حالت میں سر پر پانی ڈالنے کا جو ذکر ہے وہ بیان جواز کے لئے ہے تا کہ ضعیف لوگوں کے لئے سہولت ہو جائے،اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے روزہ کی حالت میں پانی میں اترنے یا تر کپڑے سے بدن کو لپیٹنے کو مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی قرار دیا ہے کیونکہ اس سے عبادت میں تنگی اور ملال ظاہر ہوتا ہے۔

(درمختار، ردالمختار اور مرقات)۔12

کسی عذر شرعی کے بغیر رمضان کا روزہ چھوڑنے کی وعید

32/2915۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص بغیر عذر یا بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو ساری عمر کے (نفل) روزے بھی اس کی تلافی نہ کرسکیں گے (یعنی اگر کوئی فرض روزہ بغیر کسی عذر شرعی کے چھوڑ دے تو تمام عمر بھی روزہ رکھ کر اس فرض روزہ کا ثواب حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہیں کرسکتا۔)اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

33/2916۔اور بخاری نے بھی اس کی روایت ترجمۃ الباب میں کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ فرض روزہ کو بلا عذر چھوڑنے پر اس کے بدلہ میں تمام عمر روزہ رکھ کر بھی اس کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔اس بارے میں علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نفل روزہ کے ذریعہ سے فرض روزہ کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ بطور تاکید اور تہدید فرمایا گیا ہے ورنہ فرض روزہ کی قضاء میں ایک ہی دن کا روزہ رکھنا کافی ہے اور اس سے اس شخص کے ذمہ سے فرض روزہ ساقط ہوجائے گا۔اور مرقات میں ابن الملک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر کسی نے رمضان کے کسی ایک روزہ کو بغیر عذر شرعی چھوڑ دیا تو اس بارے میں اجماع یہ ہے کہ اس ایک دن کے بجائے ایک دن بطور قضاء روزہ رکھے۔12

لعاب اور پانی کی تری کے پیٹ میں چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

34/2917۔عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے اگر کوئی شخص (روزہ کی حالت میں) منہ میں پانی لے اور کلی کردے، اور کلی کرنے کے بعد میں منہ میں کی جو تری رہ جاتی ہے اس کو نگل لے تو اس سے روزہ میں کچھ حرج نہیں ہوتا اور کوئی شخص (روزہ کی حالت میں) مصطگی (جو ایک قسم کا گوند ہے) کو چبائے، اگر مصطگی کو چباتے ہوئے اس کا تھوک پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر ایسا کرنا منع ہے۔

35/2918۔اس کی روایت بخاری نے ترجمۃ الباب میں کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مصطگی کو چباتے ہوئے اس کا تھوک پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں فاسد ہوتا۔اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ مصطگی کا تھوک پیٹ میں چلے جانے سے اس وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا کہ مصطگی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر کوئی چیز پیٹ میں نہیں جاتی بلکہ صرف تھوک پیٹ میں جاتا ہے جو مقصد صوم نہیں ہے اور اگر کسی چیز کے چبانے سے اس کے ٹکڑے ہوکر ٹکڑے پیٹ میں چلے جائیں تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔12

(4/93)بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ
(یہ باب مسافر کے روزوں کے بارے میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ''۔اوراللہ تعالی کاارشادہے:(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:184،میں)(سفرکی حالت میں اگرتکلیف نہ ہوتی ہوتو)تمہارا(رمضان کےفرض) روزے رکھنا بہتر ہے۔

ف:اکثر علماء کااسی پر اتفاق ہے کہ سفر میں افطاراور روزہ رکھنا دونوں جائز ہیں،خواہ سفر راحت کا ہو یا تکلیف کا۔لیکن سفر میں اگر تکلیف نہ ہوتی ہوتو روزہ رکھنا بہتر ہے اوراگر تکلیف ہوتی ہوتو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔12

سفرِ شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے مقام سے تین منزل (یعنی 48 میل جس کے 97 کیلومیٹر ہوتے ہیں) کے قصد سے سفر کرے تو یہ مسافر ہوگیا۔اب منزل پر پہونچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کاارادہ کرلیا تو مسافر نہ رہااوراگر پندرہ روز سے کم کے قیام کاارادہ کیا تو پھر بھی مسافر ہے۔

غرض جو شخص شرعی مسافر ہوتو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے لیکن ایسی حالت میں افضل یہی ہے کہ روزہ رکھے اوراگر سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں تو بعد میں قضا کرلے۔اگر مسافر نے اس روز کے روزے کی نیت نہ کی ہوتو اس کو روزہ نہ رکھنا درست ہے اوراگر نیت کرلی ہوتو بلا تکلیف شدید روزہ توڑنا جائز نہیں اوراگر مسافر نے روزہ توڑ دیا تو اس پر قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔(ماخوذ از:مرقات واشعۃ اللمعات اورفتح القدیر)12

سفر میں روزے رکھنے کا جواز
پہلی حدیث

1/2919۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حمزۃ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں سفر کی حالت میں روزے رکھ سکتا ہوں۔اور وہ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:چاہو تو تم (سفر کی حالت میں) روزے رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس شخص کو سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے جو سفر میں روزہ رکھنا چاہتا ہو تو صدر کی اس حدیث سے اور مابعد کی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سفر کی حالت میں رمضان کے روزے رکھنا مسافر کے لئے جائز ہے۔12

دوسری حدیث

2/2920۔ ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سولھویں رمضان کو جہاد کے لے نکلے۔ ہم میں سے بعض نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا اور بعض نے (جو کمزور تھے) روزہ نہ رکھا۔ نہ تو روزہ دار نے غیر روزہ دار کے حق میں نکتہ چینی کی اور نہ غیر روزہ دار نے کسی روزہ دار کی نکتہ چینی کی۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سفر میں روزہ نہ رکھنے کا بیان

3/2921۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم میں سے بعض تو روزہ دار تھے اور بعض نے روزہ نہ رکھا۔ ہم ایک سخت گرمی کے دن ایک منزل پر اترے، جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا وہ (ضعف سے نڈھال ہوکر) گر پڑے اور جن لوگوں نے روزہ نہ رکھا تھا وہ کھڑے رہے، ڈیرے لگائے اور جانوروں کو پانی پلائے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا تھا (وہ خدمت کر کے پورا) ثواب حاصل کر لئے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ" غیر روزہ داروں نے آج (خدمت کر کے پورا) ثواب حاصل کرلیا" اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ یہ حکم موقتی تھا مطلق اور عام نہیں ہے۔12

فتح مکہ کے سفر میں روزہ توڑنے کا بیان

4/2922۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فتح مکہ کے موقع پر) مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے (اور یہ رمضان کا مہینہ تھا) آپ نے مقام عسفان تک روزہ رکھا، پھر (مقام عسفان پر پہونچکر) آپ نے پانی منگوایا اور ہاتھ میں

پانی لے کر لوگوں کو دکھانے کے لئے اونچا کیا اور (پانی پی کر) روزہ توڑے اور (اسی طرح بغیر روزہ رکھے) آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے، اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ نہیں بھی رکھا ہے۔ تو جس کا جی چاہے (سفر میں) روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزہ نہ رکھے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

5/2923 ۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے (اس سفر میں) عصر کے بعد پانی پیا ہے۔

6/2924 ۔ اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں اس سفر (یعنی فتح مکہ) سے پہلے بھی اور اس کے (یعنی فتح مکہ کے اس واقعہ کے) بعد بھی (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا کرتا تھا (اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا فتح مکہ کے مذکورہ واقعہ کے بعد بھی جائز ہے، جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے)

7/2925 ۔ اور ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کی دوسری تاریخ کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے (حالت سفر میں) آپ روزہ رکھتے ہوئے مقام قدید تک پہنچے (قدید مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے یہاں پہونچنے پر) صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت گرمی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ توڑ دیئے اور مکہ پہونچنے تک روزہ نہیں رکھے۔

8/2926 ۔ اور ابن ابی شیبہ اور مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے

9/2927 ۔ اور طحاوی نے ابن عباس اور ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کی ہے۔

حالت سفر میں رمضان کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کی اجازت

10/2928 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تم لوگوں کی سہولت کے لئے سفر کی حالت میں (رمضان کے) روزے نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اس

لئے (سفر کی حالت میں) جس کو (رمضان کے) روزے رکھنا آسان معلوم ہوتا ہو وہ روزے رکھ لے، اور جس کو روزہ نہ رکھنے میں سہولت ہو وہ (سفر میں رمضان کے) روزے نہ رکھے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

رمضان کے روزے کون قضاء کریں

11/2929 ۔انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے مسافر کے لئے (چار رکعت والی نمازوں میں) آدھی نماز معاف کردی ہے اور مسافر اور دودھ پلانی والی اور حاملہ عورت کے لئے (رمضان میں) روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے (لیکن ان کو بعد میں روزوں کی قضاء لازم ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

سفر کی حالت میں رمضان میں روزے رکھنا افضل ہے

پہلی حدیث

12/2930 ۔ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (جب شام ہوگئی تو) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا: (سواری سے) اترو اور میرے لئے ستو کو پانی میں گھول کر لاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابھی روشنی موجود ہے (لیکن) آپ نے (پھر یہی) فرمایا کہ اترو اور میرے لئے ستو گھول کر لاؤ، انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابھی روشنی (باقی) ہے، حضور ﷺ نے (پھر بھی یہی) فرمایا: اترو، اور میرے لئے ستو گھول کر لاؤ تو وہ (حسب الحکم) اتر کر حضور کے لئے ستو گھول کر لائے تو آپ ﷺ نے ستو پی لیا اور پھر (مشرق کی طرف) اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا جب تم ادھر (یعنی مشرق کی طرف) سے سیاہی پھیلتے دیکھو تو روزہ دار روزہ کھول دے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف اور اس کے بعد میں آنے والی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں رمضان المبارک میں روزے رکھنا افضل ہے، بشرطیکہ روزے سے تکلیف نہ ہوتی ہو اور اگر کوئی سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھے تو اس کے لئے جائز ہے اور اس سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ بعد میں وہ روزوں کی قضاء کرلے (ماخوذ از: ہدایۃ، مختصر طحاوی اور عمدۃ القاری) 12

دوسری حدیث

13/2931۔ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (جو رمضان میں واقع ہوا تھا) سخت گرمی کے موسم میں نکلے، گرمی کی شدت کی وجہ سے ہر شخص اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا کرتا تھا اور ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابن رواحہ روزہ سے تھے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

14/2932 ۔ عاصم احول رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سفر میں رمضان کے روزے رکھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (مسافر کے لئے) افضل یہ ہے کہ (رمضان کے) روزہ رکھے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

15/2933۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم (سفر کی حالت میں رمضان کے) روزے چھوڑنا چاہتے ہو تو (تم کو) اس کی اجازت ہے اور اگر تم (حالت سفر میں رمضان کے) روزے رکھ لو تو یہ تمہارے لئے افضل ہے۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

16/2934۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سفر میں (رمضان کے) روزے رکھنا افضل ہے اور روزے چھوڑنا اس کی اجازت اور رخصت ہے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

17/2935 ۔ یحیٰی بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قاسم بن محمد نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہؓ سفر میں گرمی کی حالت میں بھی (رمضان کے) روزہ رکھا کرتی تھیں، میں نے قاسم بن محمد رحمہما اللہ سے دریافت کیا کہ گرمی کی حالت میں حضرت عائشہؓ کا (رمضان کے) روزے رکھنا کس وجہ سے تھا؟

قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ حضرت عائشہؓ (سفر سے واپسی تک تاخیر کر کے اقامت کی حالت تک رمضان کے روزے رکھنے کے لئے مہلت نہیں لیا کرتی تھیں بلکہ (سفر ہی میں رمضان کے روزے رکھنے میں جلدی کیا کرتی تھیں۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

18/2936۔سلمہ ابن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جس کسی شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو اس کو منزل تک آرام کے ساتھ پہونچادے تو اس کو چاہئے کہ (سفر میں) جہاں کہیں بھی رمضان آجائے روزہ رکھ لے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر سہولت ہو تو رمضان کے روزے سفر میں لازماً رکھے جائیں، اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا واجب ہے بلکہ یہ امر استحباب پر محمول ہے کہ اس میں اولیٰ اور افضل عمل کی ترغیب دلائی گئی ہے، ورنہ بغیر مشقت کے بھی سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ دیگر نصوصِ شرعیہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ بعد میں ان روزوں کی قضاء ضروری ہے۔12

(5/94)بَابُ الْقَضَاءِ

اس باب میں قضاء (روزوں کے احکام) کا بیان ہے

ف: واضح ہو کہ روزوں کی قضاء کی تین صورتیں ہیں:

(1) اگر بھول کر روزہ کی حالت میں کوئی کھالے یا پی لے تو اس پر نہ تو قضاء ہے اور نہ کفارہ، خواہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا غیر رمضان کا روزہ۔

(2) اگر کوئی رمضان میں روزہ کی حالت میں بلا عذر قصداً کھالے یا پی لے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

(3) اور اگر کوئی رمضان میں روزہ کی حالت میں کسی عذر کی وجہ سے جیسا سفر میں یا مرض روزہ توڑ دے تو اس پر صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ ضروری نہیں۔

کفارہ کا حکم صرف رمضان کے روزوں سے متعلق ہے اور اگر نفل روزے کو کسی وجہ سے توڑ

دے تو اس میں کفارہ لازم نہیں صرف قضاء کرلینا کافی ہے (یہ اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى '' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر:15، میں) اورکوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی کوئی شخص کسی کی جانب سے نہ تو روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے، جیسا کہ الجوہر النقی میں مذکور ہے)

وَقَوْلُهُ: ''فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:184 میں) جوشخص (ایسا) بیمار ہو (جس سے روزہ رکھنا مشکل ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے دنوں میں (اتنا ہی) شمار (کرکے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے۔

ف: واضح ہو کہ رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں ہدایہ میں لکھا ہے کہ قضاء کرنے والے کو اس کا اختیار ہے کہ چاہے تو وہ پے درپے روزہ رکھ کر قضاء روزوں کی تکمیل کرے یا متفرق اوقات میں اپنے قضاء روزوں کو پورا کرلے، لیکن مستحب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضاء کو پے درپے رکھ کر ادا کرلے تاکہ جو چیز فرض ہے وہ فوری ادا ہوجائے، اگر کسی نے قضاء رمضان کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اس کو چاہئے کہ موجودہ رمضان کے فرض روزوں کو پہلے پورا کرلے اور اس مہینہ میں کوئی قضاء روزہ نہ رکھے اور رمضان گزرنے کے بعد سابقہ فوت شدہ روزوں کی قضاء کرلے اور اس طرح تاخیر سے روزوں کی قضاء کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہے، صرف قضاء روزوں کو ادا کرلینا کافی ہے۔12

رمضان کے قضاء روزوں کے ادا کرنے کی تفصیل

1/2937 ۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے (رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء ادا کرنے میں اتنی) تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں (رمضان کے علحدہ علحدہ روزے) رکھے (اس طرح کہ پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھ لے، پھر اس کے بعد فوت شدہ رمضان کے روزوں کی قضاء کرے اور اس طرح تاخیر کی وجہ سے) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص پر کوئی فدیہ طعام لازم نہیں کرتے۔

اس کی روایت بخاری نے تعلیقاً کی ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے (رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں جو آیت نازل فرمائی ہے، اس میں قضاء کے ساتھ) کھانے کھلانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ '' یعنی رمضان کی قضاء

دوسرے دنوں میں کرلو۔

2/2938۔سعید بن منصور نے اسے یونس کے واسطہ سے حضرت حسن سے **موصولاً** روایت کیا ہے اور حارث عکلی کی سند سے بھی۔

فرض اور نفل روزوں کی قضاء کی تفصیل

3/2939۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (کوئی نفل) روزہ رکھے اور (اسی طرح عورت کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ) شوہر کے گھر میں (کسی غیر مرد یا عورت کو) اس کی اجازت کے بغیر آنے دے۔

اس کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھ سکتی اور شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر ایسے روزہ رکھنے سے منع کرے جس کو اس نے اپنے اوپر اپنی جانب سے واجب کرلیا ہے جیسے نذر کا روزہ یا کسی اور قسم کا روزہ لیکن ایسا روزہ جو اللہ تعالی کی جانب سے عورت پر فرض ہے جیسے رمضان کی قضاء کا روزہ تو اس سے شوہر اپنی بیوی کو منع نہیں کرسکتا۔(یہ درمختار، ردالمحتار اور بحر سے ماخوذ ہے)۔

حائضہ کو روزوں کی قضاء کا حکم

4/2940۔معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اے ام المومنین! کیا بات ہے کہ حائضہ عورت روزہ کی تو قضاء کرتی ہے لیکن نماز کی قضاء نہیں کرتی۔ام المومنین حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) ہم کو حیض آتا تو ہم کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا۔(اس سے **معلوم** ہوا کہ شارع علیہ السلام نے جو فرمایا اس کی علّت پوچھنے کی ضرورت نہیں، جو فرمایا اس کو کرنا چاہئے) اس حدیث کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔

میت کے قضاء روزوں کا فدیہ

5/2941۔نافع رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص

مر جائے اور اس سے ماہ رمضان کے روزے فوت ہو گئے ہوں (کہ ان کی قضاء اس پر واجب تھی) تو اس کی جانب سے (رمضان کے ہر روزہ کے بدلہ) ہر دن ایک مسکین کو (دو وقت کا) کھانا کھلایا جائے (یا ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو ایک فطرہ دیا جائے) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

6/2942۔ اور جوہر نقی میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے بھی مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

کوئی شخص کسی کی جانب سے نہ تو روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے

7/2943۔ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ حدیث پہونچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص دوسرے کی جانب سے (فرض) روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی دوسرے کی جانب سے (فرض) نماز ادا کر سکتا ہے؟ تو حضرت ابن عمرؓ جواب دیا کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ تو (فرض) روزے رکھ سکتا ہے اور نہ (فرض) نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس کی روایت امام مالک نے مؤطا میں کی ہے، اور امام مالک نے کہا ہے کہ میں نے کسی صحابی سے اور کسی تابعی سے مدینہ میں یہ نہیں سنا کہ جو یہ کہتا ہو کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے یا کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

8/2944۔ اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف کے کتاب الوصایا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص نہ تو کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے (چنانچہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اس بارے میں یہی آخری حکم ہے)۔

قضاء روزہ کے فدیہ کی مقدار

9/2945۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی جانب سے نہ تو روزہ رکھے اور نہ کسی کی جانب سے نماز پڑھے بلکہ ہر دن یعنی ہر روزہ کے بدلہ (فدیہ میں) ایک ایک مُد گیہوں (یعنی نصف صاع یعنی دو کیلو ایک مسکین کو) دیدے (اسی طرح نماز کا بھی حکم ہے کہ میت کی جانب سے ہر نماز کے بدلے میں ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں 2 کیلو دے یا دو وقت کا کھانا کھلائے) اس حدیث کی روایت نسائی نے اپنی سنن میں کی ہے۔

10/2946۔ اور ابوبکر رازی نے مختصر طحاوی کی شرح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر

کوئی شخص مرجائے اور اس سے رمضان کے روزے فوت ہوگئے ہوں تو ایسے شخص کی جانب سے ہر روز یعنی ہر روزہ کے بدلہ نصف صاع (2 کیلو گیہوں) ایک مسکین کو دیا جائے۔

کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا

11/2947۔ قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی جانب سے قضاء روزہ نہ رکھے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بنی اسرائیل پ15 ع2 میں) کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کو ''الجوہر النقی'' میں بیان کیا ہے۔

(6/95)بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ
(یہ باب نفل روزوں کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا''۔اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۂ مزمل،آیت نمبر:20میں)اورجو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے(آخرت کا ذخیرہ بناکر) آگے بھیج دوگے اس کو اللہ کے پاس پہونچ کراس سے بدرجہا بہتر اورثواب میں بڑااجر پاؤگے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے

1/2948 ۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی نفل) روزے متواتر رکھے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ آپ اب (نفل) روزے نہیں چھوڑیں گے، اوراسی طرح (کبھی نفل) روزے چھوڑ دیتے تھے تو ہم کہتے تھے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل روزے نہیں رکھیں گے (یعنی نفل روزے رکھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص عادت مبارکہ نہ تھی)اور(حضرت عائشہؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ) میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں، ہاں ماہ رمضان میں پورے روزے رکھا کرتے تھے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماہ شعبان میں جس قدر زائد روزے رکھتے دیکھی تھی، کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھی۔

2/2949۔اورایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان میں پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے،سوائے چند دنوں کے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ان مہینوں کا بیان جن میں نفل روزے رکھنا مستحب ہے

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان کے

پورے روزے رکھا کرتے تھے۔ اس بارے میں فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شعبان کے پورے روزے رکھ کر یا ماہ رمضان کے روزوں سے ان کا اتصال کردے تو بہتر ہے، جن نفل روزوں کی ترغیب دی گئی ہے ان کی قسمیں یہ ہیں:

(1) ماہ محرم میں روزے رکھنا (2) ماہ رجب میں روزے رکھنا (3) ماہ شعبان میں روزے رکھنا (4) اور یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ۔ لیکن مسنون یہ ہے کہ دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے۔ یہ فتاویٰ عالمگیریہ میں فتح القدیر اور ظہیریہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ شعبان میں جس قدر زیادہ روزے رکھتے ہیں اتنے کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ تعالی کے پاس پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں اللہ تعالی کے سامنے پیش ہوں کہ میں روزہ دار رہوں۔ 12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ نفل روزے رکھا کرتے تھے

3/2950۔ عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اے ام المومنین کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رمضان کے سوا) کسی اور مہینہ میں پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے؟ تو (یہ سن کر) ام المومنین نے فرمایا: میں نہیں جانتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں پورے دنوں کے روزے رکھے ہوں لیکن کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں آپ بالکل روزے نہ رکھتے ہوں (یعنی ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھا کرتے تھے) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری عمر تک یہی حال رہا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ماہ محرم میں نفل روزے رکھنا افضل ہے

4/2951۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ رمضان کے (روزوں کے بعد) جن روزوں کی بڑی فضیلت ہے وہ ماہ محرم الحرام کے روزے ہیں جو اللہ کا مہینہ ہے، اور فرض نمازوں کے بعد جس نماز کی فضیلت ہے وہ رات کی نماز یعنی تہجد ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کے بعد جس نماز کی فضیلت ہے وہ رات کی نماز یعنی تہجد ہے، اس بارے میں " جوھرہ اور نورالایضاح "میں لکھا ہے کہ دن کی نفل

نمازوں سے تہجد افضل ہے، اس لئے کہ کئی آیات اور احادیث میں تہجد کی فضیلت اور اس کی ترغیب وارد ہے جیسا کہ ''بحر'' میں مذکور ہے۔ردالمختار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔12

دسویں محرم کے روزہ کی فضیلت

پہلی حدیث

5/2952۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشورا کے سوا کسی اور دن کو افضل جانتے ہوئے اس میں روزہ رکھا ہو، اور اس مہینہ یعنی رمضان کے علاوہ (کسی اور مہینہ کو افضل جانتے ہوئے) اس میں روزے رکھے ہوں۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: شیخ ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو واجب نہ قرار دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابتداء اسلام میں جبکہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے یوم عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کا روزہ مستحب ہوگیا۔مرقات اور عمدۃ القاری۔12

دوسری حدیث

6/2953۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے عاشوراء کے دن یہودیوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ (تمہارے نزدیک یہ) کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو تو یہودیوں نے جواب دیا کہ (ہمارے پاس) یہ بڑا عظمت والا دن ہے، اسی روز اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانہ کے روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ بدرجہ اولیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کریں۔پس آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے

7/2954۔جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ہم کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے اوراس کی ترغیب دلاتے اور (عاشوراء کا دن قریب آجانے پر) ہماری خبر گیری فرماتے (کہ ہم اس کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں) پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے نہ تو ہم کو (عاشوراء کا روزہ رکھنے کا) حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا اور نہ اس کے بارے میں ہماری خبر گیری فرمائی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

یوم عاشوراء کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھنا مستحب ہے

8/2955۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ) عاشوراء کا روزہ رکھو اور عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ بھی رکھو اور (صرف عاشوراء کا روزہ رکھ کر) یہود سے مشابہت پیدا نہ کرو۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے اور اگر صرف عاشوراء کا روزہ رکھا تو یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث صدر کو اس طرح روایت کیا ہے کہ ''عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت (اس طرح) کرو کہ عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔

(یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔)12

عرفہ کے دن حاجی اور غیر حاجی کے روزہ رکھنے کا حکم

9/2956۔ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے (جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں) روایت ہے کہ ان کے پاس (عرفات کے میدان میں) چند آدمیوں نے عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ دار ہونے سے متعلق اختلاف کیا۔کسی نے کہا کہ حضور ﷺ روزہ دار ہیں، اور کسی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ دار نہیں ہیں (یہ سن کر) میں نے ایک پیالہ دودھ حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں اپنے اونٹ پر تشریف فرما تھے، پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں دودھ پی لیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنا اس شخص کے لئے مستحب ہے

جو حج کی حالت میں نہ ہو اور جو شخص حج کی حالت میں ہو، اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو کمزوری لاحق ہوتی ہو اور وقوف عرفہ اور اس دن کی دعاؤں میں اس کو رکاوٹ ہوتی ہو تو ایسے شخص کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ حج کرنے والے کے لئے عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے کیوں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ اس دن کی اہم ترین چیز دعاؤں وغیرہ سے عاجز رہ جاتا ہے اور اس دن دعاؤں میں مشغول رہنا اہم ترین چیز ہے۔
(یہ مرقات میں مذکور ہے۔)12

حاجی کے لئے یوم عرفہ میں روزہ رکھنے کی ممانعت

10/2957۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حاجیوں کے لئے) عرفات کے میدان میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ان دنوں کا بیان جن میں نفل روزے رکھنا مستحب ہے

پہلی حدیث

11/2958۔ام المومنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ایسی تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے: (1) یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھنا (2) ذوالحجہ کے پہلے دہے (کے نو 9) روزے رکھنا۔(3) ہر مہینہ (ایام بیض یعنی ہلالی مہینہ کی (14,13 اور 15) کے تینوں دنوں میں (روزہ رکھنا) اور نماز کے پہلے دو رکعت (سنت) کا پڑھنا۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ف: فتاویٰ عالمگیریہ میں السراج الوہاج کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے لے کر نویں تاریخ تک نو(9) روزے رکھنا مستحب ہے۔

دوسری حدیث

12/2959۔بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذوالحجہ کے نو (9) روزے (یعنی پہلی سے نو تک) رکھا کرتے تھے اور یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے جن میں پہلا روزہ دوشنبہ کا ہوتا اور دو روزے پنجشنبہ کے ہوتے۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

پیر اور جمعرات کے روزوں کا استحباب اور ان کی تفصیل

ف: ردالمحتار میں لکھا ہے کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور نسائی کی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ دوشنبہ کے روزے سے مراد ہلالی ماہ کا نو چندی دوشنبہ یعنی پہلا دوشنبہ ہے اور پنجشنبہ کے دو روزوں سے مراد نو چندی دوشنبہ کے بعد والا پہلا اور دوسرا پنجشنبہ ہے۔

اور نسائی کی ایک اور روایت میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ پنجشنبہ کے روزہ سے مراد ہلالی ماہ کا پہلا پنجشنبہ ہے اور دوشنبہ کے روزوں سے مراد پہلے پنجشنبہ کے بعد والا پہلا اور دوسرا دوشنبہ ہے۔

علامہ سندھی نے لکھا ہے: مہینہ کے تین روزے پیر اور جمعرات میں اس طرح رکھے جائیں کہ چاہے ایک پیر اور دو جمعرات ہوں یا ایک جمعرات اور دو پیر آجائیں۔12

ان نفل روزوں کا بیان جن سے سال بھر کے روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے اور اگلے پچھلے گناہ معاف ہوتے ہیں

13/2960 ۔ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں؟ اس شخص کے طرح سوال کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا (کیونکہ اس کو سوال اس طرح کرنا چاہیئے تھا کہ میں روزہ کس طرح رکھوں۔ نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح روزہ رکھتے ہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اعمال، اسرار اور مصالح پر مشتمل ہیں جن کی امت میں تاب نہیں) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ دیکھا تو یہ کہنا شروع کیا:

”رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِيًّا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ“۔

ہم اس بات سے راضی ہیں کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے۔ اور اس بات سے بھی راضی ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اور راضی ہیں اس بات سے بھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی ہیں، ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اللہ کے غضب سے اور اللہ کے رسول ﷺ کے غضب سے۔
حضرت عمرؓ بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جاتا رہا (جب

حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا ہے) تو خود حضرت عمرؓ نے (روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کے آداب اوراحترام کوملحوظ رکھتے ہوئے) اس طرح سوال کرنا شروع کیا کہ یارسول اللہ اس شخص کا کیا حال ہے جو ہر روز روزہ رکھتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ایسے شخص نے نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا (یعنی روزہ نہ رکھا۔اس لئے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے وہ روزہ کا عادی ہوجاتا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ سے روزہ کی مشقت باقی نہیں رہتی،اورعبادت نام ہے عادت کوتوڑنے کا) حضرت عمرؓ نے پھرعرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ!) اس شخص کا کیا حال ہے جو دودن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دے: تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: کہ اگرکوئی شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ نہ رکھے تو اس کا کیا حال ہے: تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کا روزہ ہے۔پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگرکوئی شخص ایک دن روزہ رکھے اور دودن روزہ چھوڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: میں دل سے چاہتا ہوں) کہ مجھے اس کی طاقت ملے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بطور خود مستحب روزوں کی تفصیل اس طرح ارشاد فرمائی کہ) ہرمہینہ میں تین روزے (رکھنا) خواہ وہ ایام بیض میں ہوں یا دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے ہوں) اور رمضان کے روزے (رکھنے والے کا حکم) اس شخص کا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے (اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا '' جو ایک نیکی کرے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔اس طرح ہرمہینہ کے تین روزے گویا ثواب میں تیس روزوں کے برابر ہیں،اس کے بعد حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ) عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی (اس کی برکت سے) گزرے ہوئے ایک سال کے گناہوں کو اور آنے والے ایک سال کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اور عاشوراء کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی (اس کی برکت سے) گزرے ہوئے سال کے گناہوں کا کفارہ بنادیں گے (عرفہ کے روزہ کی فضیلت عاشوراء کے روزہ پر اس لئے ہے کہ عرفہ کا روزہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مستحب قرار دیا گیا اور عاشوراء کا روزہ شریعت موسوی (علی صاحبها السلام) میں تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بطور مستحب کے باقی رکھا)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایام بیض کے روزوں کا بیان

14/2961 ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: اے ابوذر! جب تم مہینہ کے تین دن کے (نفل) روزے رکھنا چاہو تو (ہلالی ماہ کی) تیرہ، چودہ اور پندرھویں (تاریخ) کو روزہ رکھ لیا کرو (ان کو ایام بیض کہتے ہیں)۔

اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

نفل عبادتوں میں اعتدال کی تاکید

15/2962 ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک روز) مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم (ہر روز) دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور روزہ ترک بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو، اور سویا بھی کرو۔ اس لئے کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (ثواب میں) ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے، تو تم ہر مہینہ صرف تین روزے رکھ لیا کرو، اور ہر مہینہ میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) مجھے اس سے زیادہ عمل کرنے کی طاقت ہے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو تم صوم داؤدی رکھا کرو جو روزوں میں بہترین روزے ہیں اور صوم داؤدی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا ہے اور سات راتوں (یعنی ایک ہفتہ میں) ایک قرآن پڑھا کرو، اور (روزوں کے رکھنے اور قرآن کے پڑھنے میں) اس سے زیادہ مشقت نہ اٹھاؤ۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

16/2963 ۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا گویا اس نے قرآن نہیں سمجھا (کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ایک قرآن ختم کرلینا چاہیئے)۔

ایام بیض کے روزوں کے بارے میں حضورؐ کا عمل

17/2964 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی نہیں چھوڑتے تھے خواہ آپ گھر میں ہوں یا سفر پر ہوں۔
اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

دوشنبہ کے روزہ کی فضیلت

18/2965 ۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ دوشنبہ کے دن روزہ رکھا کرتے ہیں (اس کا کیا سبب ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوشنبہ ہی کو پیدا ہوا ہوں اور مجھ پر دوشنبہ ہی سے وحی نازل ہونا شروع ہوئی (اسی کے شکرانہ میں میں روزہ رکھا کرتا ہوں)۔(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

پیر اور جمعرات کے روزے

پہلی حدیث

19/2966 ۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔
(اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

20/2967 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (بندوں کے) اعمال (اللہ تعالی کے دربار میں) پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حالت میں پیش ہو کہ میں روزہ سے رہوں۔
اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

آپس میں قطع تعلق کی وعید

21/2968۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: (ہاں!) اس لئے کہ پیر اور جمعرات ایسے (فضیلت والے) دن ہیں کہ ان

میں اللہ تعالی ہر مسلمان (کے گناہوں) کو بخش دیتے ہیں، بجز ان کے جو (آپس میں لڑکر) قطع تعلق کرلیں (اور اللہ تعالی مغفرت کا سوال کرنے والے فرشتہ سے) فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو چھوڑ دو تا وقتیکہ یہ آپس میں مصالحت کرلیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ستۂ شوال کی فضیلت

22/2969 ۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے مہینہ میں مزید چھ (نفل) روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال بھر کے روزے رکھے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ستۂ شوال رمضان سے متصل متواتر رکھ سکتے ہیں، یا پورے مہینہ میں متفرق چھ روزے رکھ سکتے ہیں۔12

عید کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں

پہلی حدیث

23/2970 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

24/2971 ۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں زیاد بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے اور وہ دن اتفاق سے عید کے دن یعنی عید قربانی یا عید فطر کے دن آ گیا ہے (مجھے کیا کرنا چاہئے) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے نذر پورا کرنے کا حکم دیا (لہٰذا تم اور کسی دن اس کی قضاء کرلو، اس لئے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن یعنی عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری حدیث

25/2972 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دو دنوں میں یعنی عید الفطر اور عید اضحیٰ میں روزہ رکھنا جائز نہیں

ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایام تشریق میں روزوں کی ممانعت

26/2973۔ نُبَیْشَہ ھذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایام تشریق (یعنی 12,11 اور 13 ذوالحجہ) کھانے پینے اور اللہ کی یاد کے دن ہیں (اس لئے ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے)۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ممنوعہ ایام میں روزوں کی نذر درست ہے البتہ اور دنوں میں ان کی قضاء کی جائے

ف: درمختار اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اَیَّام مَنْهِیَّہ (ممانعت کے ایام) یعنی عیدالفطر کے روز اور عید اضحیٰ اور ایام تشریق یعنی ذوالحجّہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنے کی نذر کرے یا پورے سال بھر کے روزوں کی نذر مانے تو قول مختار یہ ہے کہ ایسے شخص کی یہ نذر مطلقاً صحیح ہے اس لئے کہ نذر ماننا طاعت ہے لیکن اس کو چاہئے کہ ان اَیَّام مَنْهِیَّہ میں روزہ رکھنے سے وجوباً پرہیز کرے تا کہ وہ معصیت سے بچ جائے اور ان ممنوعہ ایام میں اس نے روزوں کی جو نذر مانی تھی اور جس کی ادائی اس پر واجب ہو چکی ہے ان دنوں کے روزوں کو وہ دوسرے دنوں میں قضاء کرلے، تا کہ نذر ماننے کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے اور ممنوعہ ایام میں روزہ رکھنے کے گناہ سے بچ جائے۔

اسی لئے علمائے احناف نے وضاحت کی ہے کہ ان ممنوعہ ایام میں روزوں کی نذر تو درست ہے مگر ان میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔اور صدر کی مذکورہ احادیث سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔12

جمعہ کے دن منفرداً روزہ رکھنا مستحب ہے

پہلی حدیث

27/2974۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کم دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے ہوں (یعنی آپ اکثر جمعہ کا روزہ رکھا کرتے تھے)۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

28/2975۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمعہ کے دن روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

29/2976۔اور ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

تیسری حدیث

30/2977۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالی اس کے حق میں (ایک دن کے بدلے) دس دن کے روزہ کا ثواب) لکھ دیتے ہیں اور ان میں سے ہر دن آخرت کے دن کے برابر ہوگا (اور آخرت کے دن کی خصوصیات یہ ہیں کہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور یہ دن) نہایت روشن اور چمک دار ہوتا ہے اور (دنیا کے) یہ دن (کسی طرح) آخرت کے دن کے مشابہ نہیں ہوں گے۔(جمعہ کے ایک دن روزہ رکھنے سے دس دنوں کا جو ثواب ملے گا ان میں سے ہر دن مذکورہ بالا خصوصیات کا حامل ہوگا) اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

اور یحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی عالم اور فقیہ اور کسی ایسے شخص کو جس کی لوگ اقتداء کرتے ہوں جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے نہیں سنا۔

اور امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے بلکہ میں نے خود اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ جمعہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا اہتمام اور پابندی کیا کرتے تھے۔

ف: واضح ہو کہ فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ جس طرح دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ منفرداً رکھنا مستحب ہے، اسی طرح علمائے احناف کے پاس جمعہ کا روزہ بھی منفرداً رکھنا مستحب ہے۔بحر رائق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور صدر کی مذکورہ حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔12

عبادت کے لئے کسی ایک رات کو مختص کرنا ممنوع ہے

31/2978۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اور راتوں کو چھوڑ کر صرف جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے مختص مت کیا کرو (بلکہ ہر رات کو شب بیداری رکھو اور کچھ نہ کچھ عبادت کیا کرو۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت

32/2979 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد وغیرہ میں) ایک دن روزہ رکھا تو اللہ تعالی اس شخص کو دوزخ (کی راہ) سے ستّر برس (کے فاصلہ تک) دور کردیں گے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھنے کی فضیلت

33/2980 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس (کسی مسلمان) نے اللہ کی خوشنودی کے لئے ایک دن روزہ رکھا تو اللہ تعالی اس کو جہنم سے اس قدر فاصلہ تک دور کردیں گے جتنی دور تک ایک کوّا اپنے بچپن سے لے کر مرنے تک اڑتا رہے (کوّے سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ کوّے کی عمر کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار سال کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔ 12)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

34/2981 ۔ اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں سلمہ بن قیصر سے کی ہے۔

اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت

35/2982 ۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں یا حج اور عمرہ کے دوران میں یا علم دین سیکھنے کے زمانہ میں یا خالصۃً اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔ 12) ایک دن بھی روزہ رکھا تو اللہ تعالی اس شخص کے اور دوزخ کے درمیان اتنا فاصلہ حائل فرمادیتے ہیں جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ہفتہ کے دن منفرداً روزہ رکھنا مکروہ ہے

36/2983 ۔ عبداللہ بن بُسر اپنی بہن صماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (صرف) ہفتہ کے دن (نفل) روزہ نہ رکھا

کرو، سوائے اس کے کہ تم پر (ایسے روزہ کی ادائی) فرض ہو، اگر تم میں سے کسی کے پاس (کھانے کے لئے) انگور کے درخت کی چھال یا کسی درخت کی لکڑی کے سوائے اور کچھ نہ ہو تو اسی کو چبالو (اور ہفتہ کے دن، روزہ نہ رکھو تا کہ یہود سے مشابہت نہ ہو، جو ہفتہ کو مقدس سمجھ کر اس دن روزہ رکھا کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہفتہ کے دن منفرداً روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ ہفتہ کے ساتھ کسی اور دن کو ملا کر روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ 12)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

جاڑوں کے روزے نعمت ہیں

37/2984۔ عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جاڑوں کے روزے ٹھنڈے غنیمت ہیں (کہ روزہ دار کو موسم سرما میں پیاس اور بھوک کی مشقت کے بغیر اس طرح روزے کا ثواب مل جاتا ہے جس طرح کسی کو لڑائی اور جنگ کے بغیر مال غنیمت حاصل ہو جائے)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

روزہ جسم کی زکات ہے

38/2985۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر چیز کی ایک زکات ہوتی ہے اور جسم کی زکات روزہ ہے (کہ جس طرح زکات سے مال پاک ہوتا ہے اسی طرح روزہ سے بدن پاک ہوتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

(7/96)بَابٌ

(اس باب میں روزہ کے متفرق مسائل کا بیان ہے)

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ''وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ''اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ محمد آیت نمبر:33، میں)(مسلمانو!)اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

نفل روزہ کو توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے

ف: عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی (نفل) عبادت شروع کرے تو اس پر اس بات کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس نے اس کو شروع کیا ہے اگر اس نے اس عبادت کی تکمیل نہیں کی تو گویا اس نے اس عمل اور عبادت کو باطل کیا حالانکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے ''وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ'' (سورۂ محمد، پ:26، ع:4، آیت نمبر:33)''تم اپنے اعمال کو (ادھورا رکھ کر) باطل نہ کرو''۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نفل روزہ رکھ کر کسی وجہ سے اس کو توڑ دے تو اس پر دوسرے دنوں میں اس روزہ کی قضاء واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل روزہ رکھ کر کسی وجہ سے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے۔12

وَقَالَ تَعَالٰى : ''وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ''اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۃ الحدید: آیت نمبر:27 میں)اور انہوں نے رہبانیت (یعنی ترک اختلاط، ترک نکاح اور ترک لذات وغیرہ) کو خود اپنی طرف سے ایجاد کر لیا جس کو ہم نے ان پر واجب نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالی کی رضاء کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا پھر بھی انہوں نے اس رہبانیت) کی پوری رعایت نہیں کی (یعنی اس کا اہتمام نہ کیا)۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ ان عیسائی راہبوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے اللہ تعالی کی رضاء کے لئے کسی عمل کو اپنے طور سے خود پر لازم کر لیا اور اس کو پورا نہ کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عمل کو باطل ہونے سے بچانا واجب ہے۔ یعنی کسی نفل عبادت کو جب اپنے اوپر فرض کر لیں تو اس کو پورا کرنا واجب ہے، ادھورا چھوڑنے سے وہ عبادت باطل ہو جاتی ہے جس پر وعید وارد ہوئی ہے لہٰذا نفل روزہ کو شروع کر کے کسی وجہ سے توڑ دیں تو اس کی قضاء واجب ہوگی تا کہ عمل باطل نہ ہو۔12

بدعت حسنہ کی دلیل اور اس پر ثواب

واضح ہو کہ آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی طور سے کسی عبادت کو اللہ تعالی کی رضاء کے واسطے اپنے اوپر واجب کر لینا بدعت حسنہ ہے، جس پر ثواب ملتا ہے جیسے قرآن کریم کے پارے اور رکوع مقرر کرنا، علم حدیث اور فقہ مرتب کرنا اور میلاد شریف اور بزرگوں کی فاتحہ کی محفلیں (برائے ایصال ثواب) قائم کرنا وغیرہ۔ البتہ بدعت حسنہ ایجاد کر کے اسے نہ نبھانا برا ہے جس پر عتاب فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے دین میں رہبانیت یعنی ترک دنیا منع ہے۔12

نفل روزہ کو توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے

پہلی حدیث

1/2986 ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمائے کہ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ ہم نے کہا: کچھ نہیں ہے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) (یہ سن کر) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایسا ہے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اسی طرح آپ ہمارے پاس کسی اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس حَیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، گھی اور ستو سے بنایا جاتا ہے) تحفۃً بھیجا گیا ہے آپ نے فرمایا: (اچھا) مجھے دکھاؤ تو اس لئے کہ میں نے آج صبح روزہ کی نیت کر لی تھی (جب اس کھانے کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا) تو آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اور شمنی نے کہا ہے کہ نسائی نے اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ روایت ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا: اب میں یہ کھا کر روزہ توڑ رہا ہوں) لیکن اس روزہ کے کی بجائے کسی اور دن روزہ رکھ لوں گا۔

اور علامہ عبدالحق نے نسائی کے اس اضافہ کو صحیح قرار دیا ہے اور مرقات اور بنایہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

ف(1): اس حدیث شریف میں ارشاد ہے: "فَاِنِّیْ اِذاً صَائِمٌ" (اچھا تو اب میں روزہ رکھ لیتا ہوں) اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفل روزہ کی نیت دن میں کرنا جائز ہے جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے اور درمختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔12

ف(2): اس حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ

کی نیت کر لینے کے بعد "حیس" کو تناول فرمایا۔اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے نفل روزہ شروع کر لیا ہو تو بلا عذر نفل روزہ کو نہ توڑے،اور دوسرا قول یہ ہے کہ نفل روزہ کو توڑنا اس شرط سے جائز ہے کہ وہ اس نفل روزہ کو قضاء کرنے کی نیت کر لے۔
اور کمال اور تاج الشریعۃ اور صدرالشریعۃ نے وقایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔12

دوسری حدیث

2/2987۔زھری حضرت عروہ سے اور حضرت عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں،ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہما دونوں (نفل) روزہ سے تھے کہ ہمارے سامنے ایسا کھانا لایا گیا جس کی خوشبو سے ہماری اشتہاء بڑھ گئی تو ہم نے اس میں سے کھالیا۔اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے حضرت حفصہ نے مجھ پر سبقت کر کے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!آج ہم دونوں (نفل) روزہ سے تھے کہ ہمارے سامنے ایسا کھانا لایا گیا جس کی خوشبو سے ہماری اشتہاء بڑھ گئی اور ہم نے اس کو کھالیا (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم دونوں اس روزہ کی قضاء کسی اور دن کر لو۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

3/2988۔اور ابوداؤد اور نسائی نے اسی حدیث کی زمیل مولی عروۃ سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام محمد نے امام مالک کے واسطے سے زہری سے اسی حدیث کی روایت کی ہے۔

4/2989۔اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اگر کسی نے نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا ہو تو اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے۔اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے سلف صالحین حضرت ابوبکر،حضرت عمر،حضرت علی،اور حضرت ابن عباس حضرت جابر بن عبداللہ،حضرت عائشہ،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

اور ترمذی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل علم اصحاب اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اسی حدیث کو اختیار کیا ہے اور ان حضرات نے اس شخص پر جو نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی قضاء واجب قرار دی ہے اور یہی قول امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

تیسری حدیث

5/2990۔مزنی امام شافعی سے اور امام شافعی ،سفیان سے اور سفیان ،طلحۃ بن یحیٰ سے اور طلحۃ بن یحیٰ اپنی پھوپھی عائشہ بنت طلحہ سے اور عائشہ بنت طلحہ،ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ ہی کے لئے حیس اٹھا کر رکھا ہے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے (نفل) روزہ کی نیت کر لی تھی اچھا اس کو لے آؤ (اس کو کھالیتا ہوں) اور آج کے روزہ کے بدلہ کسی دن اس کی قضاء کرلوں گا۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور صاحب العرف الشذی نے کہا ہے کہ اس کی سند نہایت صحیح ہے اور ''بیہقی'' نے بھی اس حدیث کی اپنی ''سنن کبیر'' اور ''المعرفۃ'' میں ان ہی اسناد سے روایت کی ہے جیسا کہ امام طحاوی نے روایت کی ہے۔اور ''نسائی'' نے بھی اس کی روایت ''سنن کبریٰ'' میں اور ''دارقطنی'' نے اپنی ''سنن'' میں اس کی روایت کی ہے۔

چوتھی حدیث

6/2991۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت حفصہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے تو اس وقت دونوں روزے سے تھیں پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر جب واپس (دوبارہ گھر) لوٹے تو ملاحظہ فرمائے کہ دونوں کھانا کھا رہی ہیں (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں (آج) روزہ سے نہ تھیں؟ دونوں نے جواب دیا: کیوں نہیں (ہم دونوں روزہ سے تھیں) لیکن ہم کو یہ کھانا جو تحفۃً آ گیا تھا پسند آ گیا اور ہم نے اس کو کھالیا (یہ سن کر) آپ نے دونوں سے ارشاد فرمایا: آج کے روزہ کے بدلہ کسی اور دن روزہ رکھ لو۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

7/2992۔انس بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرفہ کے دن روزہ رکھ

لیا، اس سے ان کو سخت پیاس ہونے لگی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے روزہ توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صحابہ سے دریافت کیا تو سب نے ان کو یہی حکم دیا کہ آج کے (اس) روزہ کے بدلہ کسی اور دن قضاء کرلیں۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور صاحب الجوھرالنقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند شیخین یعنی بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام طحاوی نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے۔

چھٹی حدیث

8/2993 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک دن) اپنے شاگردوں کو اطلاع دی کہ وہ آج روزہ سے ہیں، جب وہ گھر سے نکلے تو ایسی حالت میں نکلے کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا (یہ دیکھ کر) ان کے شاگردوں نے پوچھا: کیا آپ آج روزہ سے نہ تھے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں آج میں روزہ سے تھا لیکن میری ایک باندی جو بہت خوب صورت ہے میرے سامنے سے گزری جو مجھے پسند خاطر ہوئی اور میں نے اس سے جماع کرلیا اور میں آج روزہ کی قضاء کسی اور دن کرلوں گا۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

9/2994 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے کھانا تیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی، جب کھانا سامنے آیا تو ایک صحابی ہٹ کر ایک جانب ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: تم (کیوں ہٹ گئے) کیا بات ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آج میں روزہ سے ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے بھائی نے تمہارے لئے تکلیف اٹھا کر (کھانا) تیار کیا ہے اور تم کہتے ہو کہ میں روزہ سے ہوں (آج تو) کھالو اور اس کے بدلہ کسی اور دن قضاء کرلو۔

اس کی روایت دارقطنی اور طیالسی نے کی ہے۔

اگر بحالت روزہ کھانا پیش کیا جائے اور نفل روزہ نہ توڑنا چاہیں تو صاحب خانہ کے گھر میں نفل نماز پڑھ کر دعاء کریں

پہلی حدیث

10/2995 ۔بخاری کی ایک اور روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھی کو مشکیزہ میں اور کھجور کو اس کے برتن میں رکھ دو، میں آج روزہ سے ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے ایک گوشہ میں تشریف لے گئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لئے دعاء فرمائی۔

دوسری حدیث

11/2996 ۔ 12/2997 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی کو تم میں سے کھانے پر بلایا جائے اور تم روزے سے ہو (اور روزہ توڑنا نہ چاہتے ہو تو کہہ دو کہ میں روزہ سے ہوں۔

13/2998 ۔اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کر لے، اگر روزہ سے ہو (اور روزہ توڑنا نہ چاہتے ہو) تو (اس کے گھر میں نفل) نماز پڑھ کر (دعاء کر دو) اور اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا کھالے۔

ف: ردالمحتار میں نفل روزہ کو توڑنے کے بارے میں حسب ذیل شرائط مذکور ہیں:

نفل روزہ توڑنے کے شرائط

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لئے نفل روزہ کو توڑنے کے لئے عذر ہے جبکہ میزبان مہمان کے کھانا کھائے بغیر راضی نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں مہمان نفل روزہ توڑ سکتا ہے اور اسی طرح اگر مہمان میزبان جو روزہ سے ہو اس کو کھانے میں ساتھ لئے بغیر کھانے پر راضی نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں میزبان بھی اپنا نفل روزہ توڑ سکتا ہے اور اگر روزہ توڑے بغیر مہمان یا

میز بان راضی ہو جاتا ہو تو میز بان اور مہمان دونوں کو چاہئے کہ نفل روزہ نہ توڑیں یہ بھی واضح رہے کہ عذر کی بناء پر نفل روزہ زوال سے پہلے توڑا جا سکتا ہے اور زوال کے بعد ایسے عذر کی بناء پر نفل روزہ نہ توڑے، اور کسی وجہ سے بھی نفل روزہ توڑنا اس وقت صحیح ہے جبکہ توڑنے والے اس روزہ کے قضاء کی نیت رکھتا ہو اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

روزہ دار کے سامنے جب تک کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں

پہلی حدیث

14/2999۔ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) ان کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا منگوایا۔حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ تو انھوں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) میں روزہ سے ہوں تو (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ روزہ دار کے سامنے جب کھانا کھایا جائے تو فرشتہ (اس روزہ دار) پر اس وقت تک رحمت بھیجتے ہیں جب تک وہ (کھانے والے کھانے سے) فارغ نہ ہو جائیں۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

15/3000۔بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت بلال کو دیکھ کر) فرمایا: آؤ بلال کھانا کھالو، حضرت بلال نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزہ سے ہوں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تو اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں ہے (پھر حضرت بلال سے مخاطب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے) بلال کیا تم جانتے ہو کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے (یعنی روزے دار کے لئے) اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے ہیں، جب تک کہ اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا رہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

(8/97)بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ
یہ باب شب قدر (کی فضیلت) کے بیان میں ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَآ اَدْرٰئكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ ، خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ". اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۃ القدر،ع:1،آیت نمبر:5-1، میں) بیشک ہم نے اس کو یعنی قر آن کو شب قدر (جیسی برکت والی رات) میں (لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر)اتارا ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) اپنے پرور دگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف)اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (یعنے فرشتے اس رات میں عبادت کرنے والوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں) اور وہ شب (اسی خیر و برکت کی صفت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شب قدر رمضان میں ہوا کرتی ہے

1/3001۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا گیا اور میں اس وقت یہ سن رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ شب قدر ہر سال رمضان میں ہوا کرتی ہے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

2/3003۔اور ابوداود نے بھی مرفوعاً روایت کی ہے۔

3/3004۔اور ابوداود نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت سفیان اور شعبہ نے ابو اسحاق سے مرفوعاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ف:شرح معانی الآ ثار میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر کبھی رمضان کے ابتداء میں اور کبھی درمیان میں اور کبھی آخری حصہ میں بھی آتی ہے اور ابن الملک نے کہا

ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری دہے سے مختص نہیں بلکہ وہ رمضان کی ہر رات میں ہوسکتی ہے اور درمختار میں بھی لکھا ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر ہے۔12

رمضان میں جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کو شب قدر مل جاتی ہے

4/3004۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ابتداء رمضان سے آخر رمضان تک نماز جماعت سے ادا کرے تو اس کو شب قدر کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا۔

اس کی روایت خطیب نے کی ہے۔

رمضان میں مغرب اور عشاء جماعت سے پڑھنے والے کو شب قدر مل جاتی ہے

5/3005۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص پورے رمضان میں مغرب اور عشاء جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اس کو شب قدر کا بڑا حصہ مل جاتا ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

رمضان میں عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے والے کو شب قدر مل جاتی ہے

6/3006۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص رمضان میں نماز عشاء جماعت سے ادا کرے تو اس کو شب قدر مل جاتی ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

7/3007۔اور طبرانی نے بھی اس کی روایت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کی ہے۔

دو مسلمانوں کے جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کا تعین اٹھالیا گیا

8/3008۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس رات کو (یعنی شب قدر کو) رمضان میں دیکھا لیکن جب دو آدمیوں نے آپس میں جھگڑا کیا (تو میں اس جھگڑے کو چکانے میں مشغول ہوگیا تو شب قدر کا تعین مجھ سے) اٹھالیا گیا۔

اس کی روایت امام مالک، امام شافعی اور امام ابوعوانۃ نے کی ہے۔

ہر رات عبادت کرنے والے کو شب قدر مل جاتی ہے

9/3009۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر کی راتوں کو عبادت اور نوافل میں گذارتا ہے تو وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور ابوداود، ترمذی، نسائی اور امام احمد نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں اور دارقطنی نے الافراد میں کی ہے اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

10/3010۔ اور طحاوی کی ایک روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ جس کسی شخص نے سال بھر کی راتوں کو عبادت میں گذارا تو اس نے لیلۃ القدر کو پالیا۔

11/3011۔ اور مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (لیلۃ القدر کی علامتوں کے بارے میں) مروی ہے کہ اس رات (یعنی شب قدر کے بعد جو دن آتا ہے اس میں) آفتاب ایسی حالت میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں تیز نہیں ہوتیں۔

شب قدر تمام سال کی راتوں میں دورہ کرتی ہے

ف: صدر کی حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جو شخص سال بھر کی راتوں کو عبادت اور نوافل میں گذارتا ہو تو اس کو شب قدر مل جاتی ہے۔

اس بارے میں ردالمحتار میں مذکور ہے کہ بحر میں خانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے کبھی رمضان میں آتی ہے اور کبھی غیر رمضان میں۔

اور قاضی خاں میں بھی یہی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے۔

اور عمدۃ القاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے اور فتوحات مکیۃ میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ انھوں نے شب قدر کو رمضان اور غیر رمضان میں بھی پایا ہے۔

اور مسوّی میں محلّی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ مزنی اور ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ شب قدر پورے سال کی راتوں میں دورہ کرتی ہے اور یہ کہ اس توضیح سے سارے احادیث میں توافق پیدا ہوجاتا ہے۔

اور عالمگیریہ میں مذکور ہے کہ شب قدر کی جستجو کرنا مستحب ہے۔12

رمضان کے آخری دہے میں عبادت میں مشقت اٹھانا مستحب ہے

پہلی حدیث

12/3012۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رمضان کے) آخری دہے میں عبادت کرنے میں جس قدر مشقت اٹھاتے تھے، اتنی مشقت دوسرے دنوں میں نہیں اٹھاتے تھے (تاکہ رمضان المبارک کے آخری دہے کے برکات کو حاصل فرمالیں) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

13/3013۔ ام المومنین حضر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کا جب آخری دہا شروع ہوجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمر بستہ ہوکر (ہمیشہ سے زائد) عبادت میں مشغول ہوجاتے اور شب بیدار رہتے (اور نوافل، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن فرماتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی (ان راتوں میں) جگادیتے (تاکہ وہ بھی شب بیدار رہ کر آخری دہے کی برکتیں حاصل کریں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

شب قدر کی دعاء

14/3014۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس میں میں کیا دعاء پڑھوں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ دعاء پڑھو: '' اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ''۔

اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی (معاف کرنے) کو پسند کرتے ہیں۔ پس آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔

اس کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

شب قدر میں عبادت کرنے سے اور عید کے دن دعاء مانگنے سے بخشش ہوتی ہے

15/3015۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کو لے کر (زمین پر) اترتے ہیں اور ہر اس بندہ پر جو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اللہ کی یاد (اور عبادت) میں مشغول رہتا ہو، دعائے مغفرت کرتے ہیں، پھر جب مسلمانوں کی عید یعنی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالی اپنے ان (عبادت گزار بندوں کی وجہ) سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا اجرت ہے جو اپنا کام پورا کردے؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار اس کی اجرت یہ ہے کہ اس کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! (سنو!) میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے اس فریضہ کو پورا کیا ہے جس کو میں ان پر فرض کیا تھا، پھر جب مسلمان دعاء کرتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) جاتے ہیں تو اللہ تعالی فرماتے ہیں: میری عزت کی اور عظمت کی، بخشش کی اور عظمت اور بلندی کی قسم، میں ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کرونگا۔ پھر اللہ تعالی (اپنے ان بندوں سے) فرماتے ہیں: (اے میرے بندو! اپنے گھروں کو) لوٹ جاؤ، میں نے تم کو بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا (یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا کہ وہ (مسلمان) ایسی حالت میں (عیدگاہ سے اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

(9/98)بَابُ الْاِعْتِكَافِ

اس باب میں اعتکاف کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ''۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے :(پ:2 ،سورۂ بقرہ،آیت نمبر:187 میں)اور اپنی بیبیوں کے بدن سے اپنا بدن بھی (شہوت کے ساتھ)نہ ملنے دو،جس زمانہ میں تم مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہو۔

ف: اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ اپنے کوٹھیرنے کا پابند بنالینا ہے اور شرع میں عبادت کی نیت سے روزہ کی حالت میں مسجد میں شب وروز رہنے کواعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(1)واجب،(2) سنت اور(3) نفل۔واجب اعتکاف یہ ہے کہ کوئی شخص اعتکاف کرنے کی نذر مانے اوراس کواپنے اوپرواجب کرلے۔سنت اعتکاف یہ ہے کہ رمضان کے آخری دہے میں مسجد میں معتکف رہے اور یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھی محلّہ کی مسجد میں معتکف نہ رہے تو سب گنہگار ہوں گے۔اوران دنوں کے سواجب کبھی مسجد میں ٹھیر جائے تو یہ مستحب اعتکاف ہے اوراس کی مقدار کم سے کم ایک ساعت ہے اور مستحب اعتکاف میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ رکھ لے اوراگرایک دن ایک نفل اعتکاف کرے تو مناسب یہ ہے کہ روزہ بھی رکھ لے۔

اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا اہتمام ہواور افضل اعتکاف مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ میں اعتکاف کرنا ہے، پھراس کے بعد مسجد نبوی کا اعتکاف افضل ہے۔

جوواجب اعتکاف غیر رمضان میں ہو،اس میں بھی روزہ شرط ہے،معتکف کوکسی وقت بھی مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں البتہ جوکام ناگریز ہوں جیسے پیشاب، پاخانہ یا مجبوری کی صورت میں کھانا لانے کے لئے گھر جانا یا جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے جانا درست ہے لیکن گھر میں یا راستہ میں ٹھیرنا درست نہیں۔

اگرعورت اعتکاف کرنا چاہے تو گھر میں جوجگہ اس کے نماز پڑھنے کی ہے اسی جگہ اعتکاف کرنا بھی درست ہے اوراعتکاف کی حالت میں حیض یا نفاس آجائے تو اعتکاف چھوڑدے۔

اعتکاف کی حالت میں جماع اورعورت سے بوس وکنار بھی جائز نہیں ہے۔12 (ہدایہ،عالمگیریہ،ردالمحتار)۔

اعتکاف ایسی مسجد میں درست ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہو

پہلی حدیث

1/3016۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایسی مسجد ہی میں جائز ہے جس میں (پنج وقتہ نماز) باجماعت ہوتی ہو۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے اپنے اپنے مصنف میں کی ہے۔

2/3017۔ اور طبرانی نے بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

3/3018۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہر ایسی مسجد کہ جس میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اعتکاف درست ہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے

4/3019۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے (اپنے اپنے گھروں میں) اعتکاف کیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عورتیں اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں

پہلی حدیث

5/3020۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی ان نئی نئی چالوں کو دیکھ لیتے جن کو انھوں نے حضور ﷺ کے بعد اختیار کیا ہے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

6/3021۔ اور ابن عبدالبر نے تمہید میں اپنی سند سے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنی عورتوں کو زیب وزینت کے لباس پہن کر

مسجد میں آنے سے اور مسجدوں میں ناز و انداز سے چلنے سے منع کرو، اس لئے کہ بنی اسرائیل پر اس وقت لعنت ہوئی جب کہ ان کی عورتیں زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے لگیں اور مرد مسجدوں میں اتراتے ہوئے چلنے لگے (مردوں اور عورتوں کا ایک جگہ جمع ہونا فتنہ کا سبب ہوتا ہے، اس لئے عورتیں اپنے گھروں میں اعتکاف کریں۔

اعتکاف کے مسائل

ف(1): اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اس بارے میں "بَذْلُ الْمَجْهُوْد" میں لکھا ہے کہ معتکف دس راتوں کی تکمیل کے لئے بیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے قبل اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور چاروں ائمہ کا یہی مذہب ہے۔12

ف(2): اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری دہے کا اعتکاف منسوخ نہیں ہوا بلکہ وہ سنت مؤکدہ ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کا حکم حضور ﷺ کے بعد بھی باقی رہا اور اعتکاف عورتوں کے لئے بھی سنت ہے لیکن عورتیں اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ (عمدۃ القاری، فتح القدیر، عنایۃ)12

دوسری حدیث

7/3022۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے لئے کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کے لئے تہہ خانہ میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے (اور اسی طرح جہاں وہ نماز پڑھتی ہے وہیں اس کو اعتکاف بھی کرنا چاہئے)۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

رمضان میں حضور ﷺ کی سخاوت اور اعتکاف میں قرآن پڑھنے کا بیان

8/3023۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور لوگوں کو نفع پہونچانے کے اعتبار سے) تمام لوگوں میں زیادہ سخی تھے، خصوصاً ماہ رمضان میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رمضان کی ہر رات کو ملاقات فرمایا

کرتے تھے اور حضور ﷺ ان کے سامنے قرآن پڑھتے۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام سے جب آپ کی ملاقات ہوتی تو آپ (بارش برسانے والی) ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے (اور یہ عموماً رمضان کے آخری دہے میں ہوتا جب کہ آپ اعتکاف فرماتے تھے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

رمضان میں حضورؐ کا اعتکاف کرنے اور قرآن کے دور کرنے کا بیان

9/3024۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا (یعنی رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو اور حضور ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کو پورا قرآن سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات ہوئی، اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (اس سال کے رمضان میں) دو دفعہ قرآن کا دور ہوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر سال (رمضان میں) دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی (اس سال کے رمضان میں) آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

10/3025۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہر سال) رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سال (کسی وجہ سے) اعتکاف نہ فرما سکے تو جب آئندہ سال (کا رمضان) آیا تو آپ نے اس میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس کی روایت ابوداؤد۔

11/3026۔ اور ابن ماجہ نے بھی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: صدر کی حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے سال رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا اور اس میں دو دفعہ قرآن کا دور ہوا۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے کہا ہے کہ ہر انسان کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اعمال صالحہ زیادہ کرے تاکہ اللہ تعالی سے سرخروئی کے ساتھ مل سکے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر عشرہ میں قرآن کا ایک دور ختم کرنا چاہیئے۔ اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے سال رمضان میں بیس دن جو اعتکاف فرمایا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ نے اس سے قبل کے رمضان میں حالت سفر میں ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہ کیا ہو اور درمختار میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نوافل کی بھی قضاء کرنی چاہیئے اور یہ کہ فرض کی قضاء فرض، واجب

کی قضاء واجب اور نفل کی قضاء نفل ہے۔12

معتکف کس ضرورت سے مسجد کے باہر نکل سکتا ہے

12/3027۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو مسجد میں سے (بیٹھے بیٹھے میرے حجرہ میں جو مسجد سے متصل تھا) میری طرف سر جھکا دیتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کر دیتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی حاجت یعنی پیشاب، پاخانہ کے سوا (اعتکاف کی حالت میں) گھر تشریف نہیں لاتے تھے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: فتاویٰ عالمگیریہ میں محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ معتکف کے لئے منجملہ اور عذروں کے جس کی وجہ سے وہ مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب، یا پاخانہ، یا نماز جمعہ کی ادائی کے لئے مسجد سے باہر نکلے اوراس کے لئے اس میں بھی حرج نہیں ہے کہ وہ مسجد کو واپس ہوتے ہوئے اپنے گھروں کے اندر جائے اوراسی طرح وضوء سے فارغ ہوکر گھر کے اندر سے گزرتا ہوا جائے، البتہ اگر وہ گھر میں ٹھیر جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا اور اگر وہ گھر میں سے گزرتا ہوا تھوڑی دیر کے لئے بھی ٹھیر جائے تو اس کا اعتکاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پاس فاسد ہوجائے گا۔12

اعتکاف کی نذر پورا کرنے کا بیان

13/3028۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے طائف سے واپسی کے بعد مقام **جعرانہ** میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کروں گا اب (اس بارے میں) حضور ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ (یہ سن کر) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کرلو۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

14/3029۔اور مسلم کی دوسری روایت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپس ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی نذر کے بارے میں دریافت کیا جس کو انھوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے (کعبۃ اللہ میں) ایک دن اعتکاف کرنے کے لئے کی تھی۔

(مابقی حدیث کی روایت سابقہ روایت کی طرح ہے۔)

15/3030۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اپنے نفس پر واجب کرلیا تھا کہ وہ ایک دن کا اعتکاف کریں گے۔

اور ابوداؤد، نسائی اور طبرانی کی روایتوں میں یہ اضافہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو یہ جواب دیا کہ) اعتکاف کرو اور (اس دن) روزہ بھی رکھو۔

16/3031۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اعتکاف کریں اور (اس دن) روزہ بھی رکھیں۔

ف: احادیث مذکورہ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھوں نے اسلام لانے سے پہلے کعبۃ اللہ میں ایک دن اعتکاف کرنے کی جو نذر مانی تھی اس کو پورا کریں، اس بارے میں عمدۃ القاری اور مرقات میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بطور استحباب کے تھا وجوب کے طور پر نہیں، اس لئے کہ کفر کی حالت میں جو نذر مانی جائے وہ اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ جن باطل معبودوں کی کافر عبادت کرتا ہے انہی کی رضا جوئی کے لئے ہوتی ہے، اس لئے مسلمان ہونے کے بعد ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ نذر اسلامی احکام کے مغائر نہ ہو اسکا پورا کرنا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام ابراہیم نخعی، امام ثوری کا یہی قول ہے اور امام شافعی سے بھی ایک قول اسی طرح مروی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح آئی ہے۔12

معتکف کے لئے بیمار پرسی اور نماز جنازہ میں شرکت کس صورت میں جائز ہے

پہلی حدیث

17/3032۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کی حالت میں (جب حاجت انسانی کے لئے باہر نکلے تو) بیمار کی عیادت اس طرح فرماتے کہ ٹھیرے بغیر مزاج پرسی کرتے ہوئے گزر جاتے تھے (وہاں ٹھیرتے نہیں تھے)۔ (اس حدیث کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

18/3033۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ معتکف کے لئے لازم ہے کہ وہ (ارادۃً) کسی مریض کی عیادت کے لئے اور نماز جنازہ کے لئے باہر نہ نکلے اور (شہوت کے ساتھ) وہ عورت کو نہ چھوئے اور نہ مباشرت کرے اور معتکف کسی ناگریز ضرورت (جیسے پیشاب، پاخانہ) کے بغیر (اعتکاف گاہ سے) نہ نکلے اور بغیر روزہ کے اعتکاف درست نہیں

اوراعتکاف اسی مسجد میں درست ہے جس میں (پانچوں وقت کی نمازیں) جماعت سے ہوتی ہوں۔
اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ معتکف کسی بیمار کی عیادت اور نماز جنازہ کے لئے باہر نہ نکلے، اس لئے کہ بیمار کی عیادت فرض نہیں ہے بلکہ بیمار پرسی فضائل اعمال میں داخل ہے اور اسی طرح نماز جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے کہ معتکف کے سوادوسروں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو نماز جنازہ معتکف سے بھی ساقط ہوجاتی ہے، البتہ معتکف ضرورت انسانی جیسے پیشاب، پاخانہ یا نماز جمعہ کے لئے باہر نکلے اور ضمناً بغیر ٹھیرے ہوئے بیمار کی مزاج پرسی کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہوجائے تو اس کے لئے یہ درست ہے جیسا کہ البذل المجھود اور بحر رائق میں مذکور ہے اور ائمہ اربعہ کے پاس یہ ہے کہ اگر معتکف حاجت انسانی یعنی بول وبراز کے لئے نکلے اور اتفاقاً چلتے چلتے کسی مریض کی بیمار پرسی کرلے یا نماز جنازہ میں شرکت کرلے اور اپنے راستہ سے نہ ہٹے اور نماز جنازہ کی ادائی کے بعد بالکل نہ ٹھیرے اور فوراً واپس ہوجائے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا ورنہ اعتکاف باطل ہوجائے گا جیسا کہ مرقات نے طیبی کے حوالہ سے لکھا ہے۔

معتکف کو مسجد میں بستر بچھانا جائز ہے

19/3034۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو آپ کے لئے (مسجد میں) فرش بچھادیا جاتا یا ستون توبہ کے پاس آپ کی چارپائی بچھادی جاتی تھی (ستون توبہ مسجد نبوی کا وہ ستون ہے جس سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھول دیا)۔ (اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

معتکف اعتکاف کی وجہ سے جو نیکیاں نہیں کرسکتا اُن کا ثواب اس کو مل جاتا ہے

20/3035۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ معتکف اعتکاف کی حالت میں گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اعتکاف کرنے کی وجہ سے جو نیکیاں (مثلاً بیمار کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت وغیرہ) اس سے رہ جاتی ہیں ان کا ثواب (بغیر عمل کے) اسی طرح اس کے لئے (نامۂ اعمال میں) لکھا جاتا ہے جس طرح ان نیکیوں کے کرنے والے کے لئے لکھا جاتا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

خاتمۃ الطبع (قدیم)

الحمدللہ کہ توفیق الٰہی سے...

آج بتاریخ 12 ربیع الاول 1389ھ یوم دوشنبہ مطابق 31 مارچ 1969ء زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ مسمّی بہ نورالمصابیح کا پانچواں حصہ کتاب الزکات سے شروع ہوکر باب الاعتکاف پر ضروری تشریحات اور مباحث کے ساتھ مکمل ہوا جو ہدیۂ ناظرین کرام ہے، اس حصہ پر زجاجۃ المصابیح (عربی) جلد اول ختم ہوتی ہے۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اس کی افادیت کو عام فرمائے اور مترجم اور معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کام کے نگران اور سرپرست مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ مدظلہ کے سایۂ عاطفت کو دیر پا سلامت با کرامت رکھے۔ آمین

ان شاء اللہ نورالمصابیح کا چھٹا حصہ ''کتاب فضائل القرآن'' سے شروع ہوکر اسی طرح تکمیل کو پہونچے گا۔

وَصَلّٰی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَصَحْبِہِ الْعِظَامِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

یوم دوشنبہ 13 ربیع الثانی 1394ھ
مطابق 6 مئی 1974ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً .

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کتاب الحج والزیارة

(بموجب فقہ حنفی)

بسر پرستی حضرت مولانا الحاج ابولبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی وقادری

جانشین

حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید شاہ عبداللہ نقشبندی وقادری محدث دکن قدس سرہ

مرتبہ

ابوالخیرات محمد عبدالستار خاں نقشبندی وقادری استاذ عربی جامعہ عثمانیہ

خادم حضرت پیرومرشد محدث دکن علیہ الرحمۃ

طبع اول

(1000)1393ھ م1973ء

ماہنامہ معارف ماہ اپریل 1955ء اعظم گڑھ اس طرح اظہار رائے کیا گیا ہے

زجاجۃ المصابیح حصۂ اول و دوم، مؤلفۂ جناب مولٰنا سید عبداللہ شاہ صاحب حیدرآبادی تقطیع بڑی ضخامت (609,590) صفحات کاغذ، کتابت، طباعت بہتر، قیمت فی جلد چھ (6) روپے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اوران کی فقہ پر یہ بہت پرانا اعتراض ہے کہ امام صاحب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قیاس ورائے کوترجیح دیتے تھے اور فقہ حنفی کی بنیاد حدیث وسنت سے زیادہ قیاس پر ہے، مگر ہر زمانہ میں اس کے اتنے جوابات دیئے جاچکے ہیں کہ اب اس اعتراض کی کوئی دقعت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

مولٰنا سید عبداللہ شاہ صاحب نے جو عالمِ دین ہونے کے ساتھ ایک صاحب باطن بزرگ بھی ہیں، اسی نقطہ نظر سے مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر زجاجۃ المصابیح چار جلدوں میں تالیف فرمائی ہے، اس کے ابواب کی ترتیب فقہی ہے اور ہر باب سے متعلق حنفی مسائل کی تائید میں احادیث وسنن اور اقوال وآثار صحابہ وتابعین کا ایک ذخیرہ جمع کردیا گیا ہے، اسی کے ساتھ ان مسائل کے متعلق حاشیہ میں آیات قرآنی بھی لکھ دی گئی ہیں، جن مسائل میں ائمّہ احناف کے اقوال مختلف ہیں، ان میں مفتی بہ قول اختیار کیا گیا ہے اوراس کی مؤیداحادیث نقل کردی گئی ہیں، فقہ حنفی کے جن مسائل پر اعتراض کیا جاتا ہے، ان کا مدلّل جواب بھی دیا گیا ہے اور ان سے متعلق احادیث کے مفہوم کی توضیح اور تعین کرکے حنفی مسلک کی وضاحت کی گئی ہے اور حسب ضرورت حنفی کتابوں کے حوالہ سے مسائل کا بھی جابجا اندراج کیا گیا ہے اور ان سے متعلق حدیثیں بھی نقل کردی گئی ہیں، اس کے علاوہ بعض اور خصوصیات بھی ہیں، جن کا اندازہ اصل کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے ان خصوصیات نے اس کتاب کا افادہ اور زیادہ بڑھادیا ہے۔

حضرت مؤلف نے یہ کتاب مرتب کرکے فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

دین کی باتیں
حصہ اول
(زیر طبع)

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ
(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ حیدرآبادی)

مُرتّبہ

فیض درجت حضرت مولانا ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ایم۔اے) خلف وخلیفہ حضرت ممدوح

بِسۡمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فضائل رمضان

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی)

مُرتَّبہ

فیض درجت حضرت مولانا ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ایم۔اے) خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ حسنات
یعنی
مفصل سوانح حیات، تجدیدی کارناموں کا خاکہ، معہ ارشادات عالیہ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ
(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی)

(زیرِطبع)

مُرتّبہ

فیض درجت حضرت مولانا ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ایم۔اے) خلف وخلیفہ حضرت ممدوح